Khan Shaheed Library

آزادی کا افق

چارلٹ - ڈائسن کارٹر

ترجمہ: خان شہید عبدالصمد خان اچکزئی

Scanned by CamScanner

آزادی کا افق

THE FUTURE OF FREEDOM

CHARLETE & DYSON CARTER

(1962)

ترجمہ۔ خان شہید عبدالصمد خان اچکزئی

گوشۂ ادب

جناح روڈ۔ کوئٹہ (پاکستان)

فون 092-81-2837672 فیکس 092-81-2843229

Web:www.goshaeadab.com

E-mail: info@goshaeadab.com

TURZAN LIBRARY
تورزن خانګی کتابتون

Khan Shaheed Library

Scanned by CamScanner

جملہ حقوق محفوظ

منصور بخاری نے
گوشۂ ادب سے
شائع کی

کتاب

THE FUTURE OF FREEDOM

آزادی کا افق

ترجمہ۔ خان شہید عبدالصمد خان اچکزئی

اشاعت دوم 2013ء

قیمت 210.00 روپے

Khan Shaheed Library

سیلز اینڈ سروسز

کبیر بلڈنگ۔ جناح روڈ۔ کوئٹہ (پاکستان)

Web:www.goshaeadab.com

E-mail: info@goshaeadab.com

Scanned by CamScanner

ان آزادیوں کے نام

جن کے حصول کی جدوجہد جاری ہے

Khan Shaheed Library

Scanned by CamScanner

مندرجات

	مصنفین کی چند معروضات	6
1	بیروزگاری سے آزادی	8
2	متصادا قتصادی آزادیاں	16
3	برطرف کرنے کی آزادی	24
4	مشینی خودکاری سے آزادی	32
5	خوشحالی کی منصوبہ بندی کرنیکی آزادی	40
6	مریض کیلئے آزادی	47
7	ریٹائر ہونے کی آزادی	54
8	خیرات سے آزادی	62
9	نسلی امتیاز سے آزادی	69
10	مساوات سے آزادی	74
11	محبت کی آزادی	80
12	عورتوں کیلئے آزادی	86
13	جرائم سے آزادی	92
14	نابالغ جرائم سے آزادی	100
15	تعلیم کی آزادی	107
16	تخلیق کی آزادی	114
17	ثقافتی آزادی	119
18	اشتہار بازی سے آزادی	126
19	صحافت کی آزادی	134
20	بے تحاشا آبادی سے آزادی	143
	آخری بات	150

Scanned by CamScanner

مصنفین کی چند معروضات

مصنفین انسان ہیں ہم بھی ہر انسان کی طرح تعریف وتوصیف سے متاثر ہو سکتے ہیں آج ایک سال سے زائد کا عرصہ ہو چکا ہے کہ ملک کے روزنامے پہلے صفحات بلکہ اپنے اداریوں میں ایسی موثر شہادتوں سے ہماری ان باتوں کی تائید کر رہے ہیں جو ہم اپنی کتاب میں پیش کر چکے ہیں، اس لحاظ سے ان اخبارات نے ہماری تعریف کی ہے اور اس سے ہمیں اس کتاب میں کئی صفحات کے اضافہ کی ترغیب ملی ہے۔

مثال کے طور پر ''نسلی امتیاز کی آزادی'' کے باب میں اول لس یونیورسٹی میں جیمز میرڈتھ کے ہولناک تجربات کے متعلق چند صفحات کا اضافہ ہو سکتا تھا ''جنس کی آزادی'' میں ہم انگلینڈ کے اس لڑکیوں کے اسکول کا ذکر کر سکتے تھے جہاں ''ہر نوبالغ پانچ لڑکیوں میں سے چار لڑکیاں ہر وقت مانع حمل ادویات و سامان اپنے پاس رکھتی ہیں۔''

''موت سے آزادی'' میں غیر سوشلسٹ ممالک میں تھالیڈوزدہ بچوں (مانع حمل ادویات کے زیر اثر پیدا ہونے والے ہولناک بچے) کا المناک ذکر شامل کیا جا سکتا تھا۔

آزادی اخبارات ''میں ہم واشنگٹن کی نئی اور سرکاری پالیسی ''مرتب شدہ خبریں'' پر بحث کرنا چاہتے تھے۔ جہاں تک ''خودکار آلات کی آزادی''۔ ''تباہی سے آزادی'' کاروبار میں پھیلاؤ اور مندے کی آزادی کا تعلق ہے۔ ہمارے پاس اخبارات کے تراشوں کا اتنا انبار ہے جس سے ایک اور کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ تاہم ان قارئین کی سمجھ بوجھ کے پیش نظر جو اس کتاب کو تجسس اور ناقدانہ نگاہوں سے پڑھیں گے۔ ان کیلئے یہ امر دلچسپی کا باعث ہوگا کہ وہ خود دیکھیں کہ ہم نے جو باتیں اس کتاب میں لکھی ہیں ان کی تصدیق ہمارے اخبارات کرتے رہتے ہیں۔

اب ہم صرف چند الفاظ میں اس طریقہ کے بارے میں کہنا چاہتے ہیں جو ہم نے ان بیس 20 آزادیوں کو پیش کرنے کیلئے اختیار کیا ہے۔

ہم ''آزادی'' کو فلسفیانہ نقطہ نظر سے زیر بحث نہیں لاتے، جس میں آزادی کو واحد یا انسانی زندگی کا عمومی مسئلہ سمجھا جاتا ہے۔ اور نہ ہی ہم مایوس کن زاویہ نگاہ اختیار کرتے ہیں کہ ہماری چند ''قدیم آزادیاں'' غائب ہو چکی ہیں اس کے برعکس ہم وہ آزادیاں پیش کر رہے ہیں جن کا حقیقی زندگی میں سابقہ پڑتا ہے۔ یہ آزادیاں سوشلسٹ ممالک اور ''آزاد دنیا'' میں حقائق کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ ترقی پذیر اور ولولہ انگیز

Scanned by CamScanner

آزادیاں ہیں اور آج بے شمار لوگوں کیلئے بہت بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔

ہمارے نزدیک ''عام آزادی'' خواہ وہ کتنی شاندار اور مطلوبہ ہو اور جو تقاریر اور قانون میں بڑے خوش آئند الفاظ میں پیش کی گئی ہو اس کی کوئی اہمیت نہیں جب تک یہ آزادیاں لوگ خود اپنی زندگی میں محسوس نہ کر سکیں۔ ہمیں یقین ہے کہ انسان ایک نئے دور میں داخل ہو چکا ہے۔ جب کہ تاریخ میں پہلی بار شخصی آزادی، تمام انسانوں کیلئے ممکن حصول بن گئی ہے۔ اور جس کا مطالعہ کیا جا رہا ہے۔ ہم آپ سے یہ توقع نہیں رکھتے کہ آپ ہمارے نظریات کو تسلیم کریں۔

لیکن ہمیں یہ امید ہے کہ جو حقائق آپ اس کتاب میں پائیں گے اس سے آپ کی ذاتی فراست میں اضافہ ہوگا۔ اور آپ اس ''آزادی'' کو سمجھنے کے قابل ہو سکیں گے جو ہم نے آخری باب میں بیان کی ہے اور جو سب آزادیوں سے بڑی آزادی یعنی ''شخصی آزادی'' ہے۔

چارلیٹ کارٹر

اور

ڈائسن کارٹر

Scanned by CamScanner

1

بیروزگاری سے آزادی

ہم بریکوں کے متعلق بات چیت کررہے تھے۔ماسکو کے کاروں کے کے کارخانے میں ایک جوان موجد نے ہمیں اپنی نئی ایجاد دکھائی۔جو وہ خودکار آلہ تھی جس سے بریکوں کو جانچا جاتا ہے۔بریکوں کی جانچ پڑتال پر جو دس منٹ صرف ہوتے تھے اب موجد ویسال کوزیچ کن کے اس آلہ کی وجہ سے ڈیڑھ منٹ میں بریک کی جانچ پڑتال ہوسکتی تھی اور یوں ان کاریگروں کی ضرورت ختم ہوگئی جو سارا دن بیٹھ کر بریکوں کے پیڈلوں کا جائزہ لیتے رہتے تھے۔

فطری طور پر کوزیچ کن کو اپنی اس ایجاد پر فخر تھا وہ یہ معلوم کرنے کا مشتاق تھا کہ کیا کینڈا کے لوگ ماسکو ایچ 407 کار کو اپنے ملک کی شاہراہوں پر دیکھنے کے منتظر ہیں۔

''اس سوال کا جواب ہاں اور نہیں دونوں ہوسکتا ہے کیونکہ اس کا تعین اس بات پر ہے کہ آپ کن کینڈین باشندوں سے مخاطب ہیں''؟

وہ ہمارا مطلب سمجھ نہ سکا جب ہم نے اسے بتایا کہ کینڈا کے مزدور خصوصیت سے روسی کاروں کی کینڈا میں درآمد پسند نہیں کرتے تو نوجوان کوزیچ کن سخت حیران ہوا۔ایسا کیوں؟ کیونکہ!

پہلے ہی برطانیہ، یورپ اور امریکہ سے درآمد کی ہوئی کاروں کے سبب ہزاروں کینڈین مزدور بے کار ہوچکے ہیں۔

ہر دوسو کاروں کی درآمد کے بعد کینڈا کے فولاد کے ایک کارخانے سے ایک مزدور ہمیشہ کیلئے برطرف کردیا جاتا ہے گزشتہ سال صرف ایک کارخانہ کے دوسو مزدور بیروزگار ہوگئے۔

یہ سن کر کوزیچ پریشان ہوا۔کیونکہ اس کی ایجاد نے کئی روسی مزدوروں کو بے کار کردیا تھا لیکن ان بے کار مزدوروں کو ماسکو وچ کے ترقی پذیر کاروں کے کارخانے کے دوسرے شعبوں میں کھپا دیا گیا تھا۔اس نے ہم سے پوچھا:

''آپ کے فولاد کے کاریگروں کو فولاد کے دوسرے کارخانوں میں کام نہیں مل سکتا؟''

جب ہم نے اسے بتایا کہ ان دنوں ہمارے سات لاکھ بیاسی ہزار مزدور اور ان کے اہل وعیال بیروزگاری کے بیمے پر گزراوقات کررہے ہیں تو وہ یہ سن کر طنزیہ طور پر مسکرایا نہیں بلکہ کچھ پریشان ہوا۔جس سے ظاہر

Scanned by CamScanner

ہوتا تھا کہ وہ ہمارے ملک کی مذمت کرنے سے احتراز کرتے ہوئے موضوع سخن بدلنا چاہتا ہے۔
آخر میں اس نے صرف اتنا کہا" مجھے اس بارے میں زیادہ معلومات حاصل نہیں بہر حال ہمارے ہاں بے کاروں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا ہمارے لئے کینڈا کے مزدوروں کی بیروزگاری کا سبب سمجھنا مشکل ہے۔ ہم بیروزگاری سے آزادی حاصل کر چکے ہیں۔

روزگار اور بیروزگاری

کینڈین بیوپاری جو سوویت روس کو دیکھ کر آتے ہیں وہ اکثر وہاں بیروزگاروں کی عدم موجودگی کا ذکر تو کرتے ہیں لیکن وہ اصولاً اس موضوع کو رد کر دیتے ہیں۔ اگر آپ اس موضوع پر کچھ سننے پر اصرار کریں تو وہ یہ کہہ کر اپنا پیچھا چھڑا لیں گے کہ وہاں بیروزگاری کی عدم موجودگی کا سبب وہاں کی حکومت کی پالیسی ہے جو ہر ایک کو کام کرنے پر مجبور کرتی ہے یا وہ آپ کو یہ بتائیں گے کہ سوویت یونین میں بیروزگاری کا عدم وجود وقتی بات ہے۔ کیونکہ وہاں اقتصادی ترقی کا تقاضا ہے کہ سب کو روزگار مہیا ہو۔ وہاں بھی بیروزگاری کا مسئلہ پیدا ہوگا جیسا کہ ہمارے ملک میں موجود ہے لیکن اگر آپ سوویت اقتصادی ریکارڈ کا بغور مطالعہ کریں تو آپ کو یہ حقائق ملیں گے۔
سوویت روس میں جب 1930ء میں موجودہ نظام (سوشلزم) رائج ہوا تو وہاں ان کے آخری بیروزگار کو بھی کام مہیا ہو گیا اور اس کے بعد وہاں کوئی بیروزگار نہیں رہا۔
سوشلزم نظام کے آغاز میں اتنے وسیع ملک میں کاریگروں کی تعداد کم تھی حقیقت یہ ہے کہ وہاں صرف ڈیڑھ کروڑ صنعتی مزدور اور دفتری کارکن موجود تھے۔
دوسری عالم گیر جنگ سے پہلے مزدوروں اور کارکنوں کی تعداد تین کروڑ بیس لاکھ تھی اور 1956ء میں یہ تعداد پانچ کروڑ ہو گئی۔
آج کل سوویت یونین کے نوجوانوں کو ہر سال دو کروڑ ملازمتیں مہیا کی جاتی ہیں۔
یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ کینڈین کارخانہ داروں کو یہ حقائق حیرت میں ڈال دیتے ہیں کیونکہ دنیا کا کوئی دوسرا ملک ایسا نہیں جو اتنے طویل عرصہ تک بیروزگاری کے مسئلہ سے دوچار نہ ہوا ہو۔ اگر آپ ماضی کے ریکارڈ کے بجائے موجودہ حالت اور مستقبل کو پیش نظر رکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کینڈین بیوپاری شک و شبہ میں مبتلا ہیں کیونکہ ان کو یہ ذہن نشین کرایا گیا ہے کہ سوویت روس کا ترقی کا قومی منصوبہ جس پر آج عمل

Scanned by CamScanner

ہو رہا ہے اس کے تحت آئندہ سالوں میں یعنی 1965ء تک ایک کروڑ بیس لاکھ مزید کاریگروں کی ضرورت ہوگی۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ سوویت روس کا قومی منصوبہ اتنے عرصہ میں ایک کروڑ اور بیس لاکھ مزید روزگار مہیا کرے گا۔

اب اگر آپ ہماری طرح ذاتی طور پر سوویت کارخانوں میں تحقیق کریں تو ہر کارخانے کے مزدور آپ کو بتائیں گے کہ کتنی تعداد میں اضافی کام موجود ہے جہاں آئندہ سال کے لئے منصوبہ کے تحت کام ہو رہا ہوتا ہے۔ لہٰذا ماسکو میں کاروں کے کارخانے کا نوجوان کاریگر وہی حقیقت بیان کر رہا تھا۔ کہ ان کی سوشلسٹ دنیا میں مزدور بیروزگاری سے ہمیشہ کیلئے آزادی حاصل کر چکے ہیں۔

لیکن واقعی یہ حقیقت ہے؟

ہمارے بیوپاریوں کے بیانات کے باوجود چند ذمہ دار اخبارات (گلوب اینڈ میل اور نیویارک ٹائمز) نے 1960ء میں اپنے قارئین کو بتایا کہ سوویت یونین میں بیروزگار مزدور موجود ہیں۔ کیا اس میں کوئی صداقت ہے؟ ہم نے ذاتی طور پر سوویت یونین کی کئی جمہوریتوں یعنی بحر بالٹک سے چین کی سرحد تک کئی کارخانوں میں اس بات کی تصدیق کرنے کی کوشش کی اور ہمیں یہ معلوم ہوا۔

۔ہزاروں عظیم تعمیراتی منصوبوں پر کام ہوتا رہتا ہے۔ سینکڑوں تعمیری کام مکمل اور سینکڑوں ہی نئے کام شروع ہوتے ہیں اس لئے خاصی تعداد میں مختلف علاقوں میں مزدوروں کی آمد و رفت جاری رہتی ہے۔

۔ان مزدوروں کی اکثریت کو باقاعدہ تنخواہ ملتی ہے اکثر انہیں سفر خرچ بھی ملتا ہے۔ بے شک جب وہ ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ جاتے ہیں تو وہ کام نہیں کرتے ہوتے۔ کیا آپ انہیں ان معنوں میں بے کار یا بیروزگار کہیں گے جن معنوں میں ہمارے ہاں مزدور بے کار ہوتے ہیں۔

۔صرف اٹھارہ مہینوں (1959-60) میں انہوں نے ایک ہزار چار سو عظیم نئے صنعتی ادارے شروع کئے اس کے علاوہ انہوں نے بیس لاکھ نئے مکانات تعمیر کئے۔ ہر غیر ملکی سیاح سوویت یونین میں دیکھ سکتا ہے کہ وہاں ہر شعبہ میں ترقی ہو رہی ہے جب آپ ان کی فیکٹریوں کے منیجروں سے پوچھتے ہیں تو آپ کو متوقع جواب ملتا ہے یعنی مزدوروں کی قلت۔

۔لیکن بعض اوقات اتنی بڑی قوم میں انتظامی ادارے اور مزدوروں کی یونینیں منصوبہ بندی میں غلطیاں بھی کرتی ہیں تو مقامی طور پر اور فنی لحاظ سے بڑھیوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے (یا نل لگانے والوں کی تعداد کم

Scanned by CamScanner

ہو جاتی ہے) یا لڑکے ڈرائیوروں کی تعداد مستریوں سے زیادہ ہو جاتی ہے۔

یہ تو منصوبہ بندی میں انسانی غلطیوں کا نتیجہ ہے کیا آپ اسے اس طرح بے روزگاری کا نام دیں گے جس طرح ہمارے ماہر اقتصادیات سرکاری افسر، کارخانہ دار اور ٹریڈ یونینیں دیتی ہیں۔

اب ہم اس سوال کو عملی زاویے سے دیکھتے ہیں کہ جیسا کہ شمالی امریکہ کے لاکھوں مزدور مردوں اور عورتوں نے دیکھے ہیں۔ اب اس اصطلاح کو لیجئے جسے ہم اکثر سنتے ہیں "متوازن بے روزگاری" ہمارے ماہرین ہمیں بتاتے ہیں کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور کینیڈا میں لاکھوں بے روزگاروں کی موجودگی اب اقتصادی لحاظ سے "متوازن" ہے آپ اس کے بارے میں کچھ بھی سوچیں لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بے روزگاری کی معمولی یا زیادہ تعداد سوویت یونین روس کے نظام میں "متوازن" نہیں۔

شاید آپ کو یاد ہو کہ امریکہ کے ایک نامور سیاستدان نے اپنے شہریوں کو یہ ذہن نشین کرانے کی کوشش کی تھی کہ سوویت سائنس دان اپنے مشہور عالم راکٹ سپوتنک کے ذریعے 1959ء میں چاند تک پہنچ نہیں سکے بعد میں جب اس کے اپنے ملکی سائنس دانوں نے بیان دیا تو سیاستدان کا اعلان احمقانہ معلوم ہونے لگا۔ اب کچھ ایسی ہی حماقت ان اخبارات سے سرزد ہو رہی ہے جو سوویت یونین میں بے روزگاری کا راگ الاپ رہے ہیں۔

اپنے ہی فائدہ کے لئے امریکیوں نے سوویت خلائی سائنس کی کامیابی کو تسلیم کیا۔ اس لئے ہمیں اپنے ہی فائدہ کیلئے سوشلسٹ دنیا کے تین اقتصادی حقائق کو تسلیم کرنا پڑے گا۔

1۔ سوویت حکومت (مقامی ریاستی یا قومی) بے روزگاری کے بیمہ کے کسی نظام پر عمل نہیں کر سکتی کیونکہ وہ ہمیشہ ایک ایسے مسئلے سے دوچار رہتی ہے جو بے روزگاری کے برعکس ہے یعنی مزدوروں کی قلت۔

2۔ یہ صورتحال عارضی نہیں وہ تقریباً تیس سال سے بے روزگاری کی لعنت کو ختم کر چکے ہیں سوویت کے لوگوں کی خاصی بڑی تعداد کو معلوم ہی نہیں کہ بے روزگاری کیا ہوتی ہے۔

3۔ کوئی ماہر اقتصادیات یا بیوپاری جو سوویت اقتصادی حالات کا جائزہ لے رہا ہو۔ وہ یہ دیکھ سکتا ہے کہ آئندہ غیر معین عرصہ تک سوویت روس میں کوئی بے روزگار مزدور نہیں ہوگا۔

ہمارا اداریوں کا نقصان

بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ بے روزگاری سے آزادی سوشلسٹ "پروپیگنڈا" کا موضوع ہے۔

Scanned by CamScanner

کچھ لوگ بیروزگاری ان لوگوں کا دردِ سر سمجھتے ہیں جو بیروزگار ہیں لیکن آپ 1960ء کی ابتداء میں کینڈا کی حالت کو لیجئے۔

-صرف مارچ میں ہمارے ملک کو بیروزگاری کی وجہ سے اٹھانوے لاکھ کام کے دنوں کا نقصان ہوا۔

-یہ سرکاری اعداد و شمار ہیں اس سے پہلے جب اس مسئلہ پر پارلیمنٹ میں بحث ہوئی تو دیگر اعداد و شمار سے معلوم ہوا کہ کینڈا میں صرف ایک مہینے میں ڈیڑھ کروڑ کام کے دن ضائع ہوئے۔

-اگر آپ اوسطاً 12 ڈالر یومیہ صنعتی مزدوروں کی یومیہ تنخواہ مقرر کریں تو پھر صرف ایک مہینے میں ہمارے ملک کے مزدوروں کو ایک کروڑ اسی لاکھ ڈالر کا نقصان پہنچا۔ یعنی اتنی بڑی رقم سے بیروزگار مزدور محروم رہے ہیں۔

اجرت کے علاوہ ہمیں پیداوار کی تعداد میں بہت بڑا خسارہ ہوا یعنی وہ سامان جو بیروزگاری کی وجہ سے تیار نہ ہوسکا۔ اس سے حکومت کو ٹیکسوں کی وصولی میں کمی ہوئی۔ دکانداروں کے کاروبار میں اضافہ نہ ہوا۔ اور آجر منافع حاصل نہ کر سکے۔

سرکاری طور پر کسی نے بھی سال کے پورے نقصان کے اعداد و شمار جمع نہیں کئے لیکن آپ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہر بارہ مہینے میں (اگر کساد بازاری نہ بھی ہو) بیروزگاری کی وجہ سے ہمیں اربوں ڈالر کا نقصان ہوتا ہے۔ ان سطور کے لکھنے کے وقت یہ نقصان بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے اور کمپنیوں کی دیوالیہ ہونے کی رفتار تیز ہو رہی ہے۔

امریکہ اور کینڈا کو ان حالات سے سابقہ پڑ رہا ہے۔ واشنگٹن میں سینٹ کی خصوصی کمیٹی برائے ''مسائل بیروزگاری'' کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ لاکھوں بیروزگاروں پر کتنا خرچ کرنا پڑتا ہے۔ رپورٹ میں اجرت یا منافع کے اعداد و شمار شامل نہیں ماہرین نے یہ جائزہ لگایا ہے کہ پوری قوم کو کتنا نقصان اٹھانا پڑا۔ جس کا سبب یہ ہے کہ لاکھوں لوگوں نے پیداوار میں حصہ نہیں لیا اور یہ امریکہ کے اقتصادی نظام کی برکت ہے۔

ماہرین اقتصادیات نے امریکی سینیٹروں کو بتایا کہ 59-1949ء کے عرصہ میں جب کہ خاص کساد بازاری بھی نہ تھی تو امریکہ کے ''آزاد کاروبار'' کے نظام کو 371 ارب ڈالر کا ناقابل یقین خسارہ ہوا۔

-اس سے آئندہ سال 1960ء کے وسط میں بیروزگاروں میں دس لاکھ افراد کا اضافہ ہوا۔

Scanned by CamScanner

- اس مدت میں بیس لاکھ نوجوان امریکی لڑکے اور لڑکیوں کو جو سکولوں سے فارغ ہوئے، روزگار کی ضرورت پیش آئی۔

- آبادی کے اعداد و شمار کی رو سے ظاہر ہوتا ہے کہ 1970ء سے پہلے دو کروڑ ساٹھ لاکھ مزید امریکی نوجوانوں کو روزگار کی ضرورت پڑے گی "یو ایس نیوز" میگزین نے مایوس کن اندازے کا انکشاف کیا ہے۔ غیر سوشلسٹ ممالک میں سب سے زیادہ مالدار ملک امریکہ ہر سال آٹھ لاکھ سے کم نئے روزگار پیدا کرتا ہے۔ اس تناب سے 1970ء تک ایک کروڑ بیس لاکھ جوان امریکی مستقل طور پر بیروزگار رہیں گے۔

یہ بیروزگار نوجوان ان لاکھوں بے کار امریکی مزدوروں میں اضافہ کریں گے جو آج کل بے کار پھر رہے ہیں۔ یہی صورتحال کینڈا کو درپیش ہے۔ کینڈا کا قدامت پرست روزنامہ "فنانشل پوسٹ" متنبہ کرتا ہے کہ "کل جو بیروزگاری کا بڑا مسئلہ درپیش ہوگا۔ اس کا سبب کینڈا میں نوجوانوں کی بڑی تعداد میں محنت کشوں کے طبقہ میں داخلہ ہے..... اس کا نتیجہ اچھے وقت میں بھی بیروزگاروں کی تعداد میں اضافہ رہے گا۔ کیا یہ انتباہ حقائق پر مبنی ہے؟ جی ہاں 1960ء کا موسم گرما کئی گزشتہ سالوں میں بیروزگاری کے لئے بدترین عرصہ تھا۔ نامور ماہر اقتصادیات والٹر ایل گورڈن جو 1956ء میں کینڈا کی "رائل کمیشن برائے اقتصادی ترقی" کے صدر بھی رہ چکے ہیں۔ جب انہوں نے پیش گوئی کی تو یہ تمام اخبارات میں شہ سرخی حاصل کر سکی۔ ہمیں یقین ہے کہ آئندہ موسم سرما میں بیروزگار لوگوں کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہوگا۔

ٹھیک!

اب ہم محسوس کر رہے ہیں۔ کہ ہمارے چند قاری ان حقائق سے زچ ہو رہے ہوں گے اور یہ محسوس کر رہے ہوں گے کہ ہم پروپیگنڈا کا انداز اختیار کر رہے ہیں ہم اسے زیر بحث لانا نہیں چاہتے لیکن ہم اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ یہ پروپیگنڈا نہیں کیونکہ یہ ہمارے اعلیٰ ماہرین اقتصادیات بیوپاری اور سیاستدانوں کی پریشانی کا باعث ہے وہ دیکھ رہے ہیں کہ بیروزگاری کی اتنی قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔ اور پریشان ہیں کہ کب تک ہماری "آزاد معیشت" اس قیمت کو برداشت کر سکے گی۔ انہیں اس بات کا احساس ہے کہ بیروزگاری سے آزادی کو محض پروپیگنڈا کہہ کر نظر انداز نہیں کرنا چاہئے یہ ہمارا خود اقتصادی مسئلہ ہے! اور سوویت روس میں یہ آزادی کا مسئلہ نہیں رہا۔ وہاں تو یہ زندگی کی ایک حقیقت ہے۔

Khan Shaheed Library

Scanned by CamScanner

آزادی کا حصہ نہیں

اب آپ ان کے سوشلسٹ نظام اور ہمارے آزاد کاروباری نظام کے بنیادی اختلاف سے دوچار ہو چکے ہیں۔ ہم ٹورنٹو کے ''گلوب اینڈ میل'' کے ایڈیٹر کے ممنون ہیں۔ جنہوں نے یہ اختلاف واضح کیا ہے۔ جولائی 1960ء وہ واقعی طیش میں آ گئے۔ جب ایک ٹریڈ یونین (بڑھیوں کی برادری) نے مطالبہ کیا کہ اونٹاریو کی صوبائی حکومت کو صوبہ میں بیروزگاری کی موجودہ صورتحال کو بہتر بنانے کیلئے کوئی قدم اٹھانا چاہئے اخبار کے ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں:

''آزاد معاشرہ میں قومی یا صوبائی حکومت کا یہ فرض نہیں کہ وہ ان تمام لوگوں کیلئے روزگار مہیا کرے جنہیں اس کی ضرورت ہو۔''

آپ جانتے ہیں کہ کینیڈا کی اکثر ٹریڈ یونینیں اس موقف کو تسلیم نہیں کرتیں۔

بہرحال ہر وہ شخص جو آزادی کے اس مسئلہ کو سمجھنا چاہتا ہے۔ اسے یہ دیکھنا چاہئے کہ گلوب کے ایڈیٹر کا مقصد کیا ہے۔ کیونکہ ہم آزاد معاشرہ میں رہتے ہیں اس لئے.....

- اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے مزدوروں کو کام کرنے یا نہ کرنے کی مکمل آزادی ہے اس کے متوازی ہمارے آجروں کو بھی اتنی ہی آزادی ہے کہ وہ مزدوروں یا کارکنوں کو کام پر لگائیں یا برطرف کر دیں۔
- ہماری حکومت کا صرف اتنا فرض ہے کہ وہ روزگار کے بارے میں چند قواعد وضوابط نافذ کرے۔

اب آپ دنیا کی دوسری جانب نظر ڈالیں۔ سوویت یونین میں اس کے برعکس ہو رہا ہے۔ وہاں آزاد معیشت نہیں۔ سوشلسٹ نظام معیشت نافذ ہے۔

اس لئے:

- انہیں کام نہ کرنے کی آزادی نہیں صرف کام کرنے کی آزادی حاصل ہے، البتہ بچے، طلباء، گرہستی عورتیں، ضعیف العمر اور مریض اس سے مستثنیٰ ہیں۔
- تمام سوویت یونین میں کوئی آجر نہیں جسے مزدوروں کو ملازم رکھنے یا برطرف کرنے کی آزادی ہو۔
- کام کے بارے میں قواعد وضوابط کی پابندی ٹریڈ یونینوں کا فرض ہے۔ جبکہ حکومت جو تمام نظام معیشت کو چلاتی ہے روزگار مہیا کرنا اس کی اولین ذمہ داری ہے۔

اگر آپ سوویت یونین جائیں تو آپ کو ان کی اور ہماری دنیا کے درمیان جو اختلاف ہے اسے سمجھنے میں

Scanned by CamScanner

کچھ وقت لگے گا مثال کے طور پر ان کا بنیادی اصول لیجئے ''وہ جو کام نہیں کرے گا اسے کھانے کو بھی نہیں ملے گا۔'' آپ ان کے آئین کی دفعہ 13 میں اس کی وضاحت پائیں گے۔

۔کسی سوویت شہری کو نجی کاروبار کرنے کی آزادی نہیں ہے جس سے وہ دوسرے شہریوں کی محنت سے منافع حاصل کر سکے یہ منافع بازی قانون کے خلاف ہے۔

۔ہر چیز عوامی کاروبار پر مشتمل ہے اور دولت حاصل کرنے کا واحد ذریعہ کام کرنا ہے جو عوامی نظام معیشت میں اسے مہیا کیا جائیگا۔

آج کل کینڈا میں عجیب وغریب نظام معیشت کو سوشلزم کا نام دیا جاتا ہے۔کینڈا کی نئی ڈیموکریٹک پارٹی نے بڑی بڑی اجارہ داریوں کو حکومت کی ملکیت بنانے کی حمایت کی ہے جیسا کہ کینڈین نیشنل ریلوے ہے لیکن نجی ملکیت اور کاروبار کو ختم کئے بغیر۔خیر ہر ایک کو اپنے خیالات کے اظہار کی آزادی حاصل ہے لیکن یہ آزادی ذاتی نظریات کو حقائق کے چھپانے میں استعمال کرنا نہیں چاہئے۔اور سوویت یونین میں آپ کو جلدی معلوم ہوگا سوشلزم آزادیا نجی کاروبار کی نفی ہے۔

یوں سوویت یونین میں لوگوں کو یہ آزادی حاصل نہیں کہ کسی کاروبار میں ذاتی کاروبار تلاش کریں تمام کاروبار عوام کی ملکیت ہے۔لیکن عوام،قوم ہر کام کرنے کے قابل شہری کو روزگار مہیا کرنے کی ذمہ دار ہے۔

یہ ان کا قانون ہے وہ ہر ایک کو روزگار مہیا کرنے کی ضمانت دیتے ہیں کہ کارکنوں کو موسمی کاروبار کے خاتمہ پر بھی برطرف نہیں کیا جاسکتا۔قانونی طور پر انہیں دوسرے کام پر لگانا ضروری ہوتا ہے۔بیروزگاری خلاف قانون ہے۔

''ہر شخص حکومت کیلئے کام کرتا ہے۔'' بعض کینڈین شہریوں کیلئے یہ عجیب بات ہے۔ہمارے کاروباری لوگ اس نظریہ کی سخت مخالفت بھی کرتے ہیں۔لیکن تیزی سے بدلتی ہوئی دنیا میں ہر ذہین شخص کو محسوس ہوگا کہ ہمارے آزاد معاشرے میں تمام آزادیاں موجود نہیں۔

سوشلسٹ دنیا میں جہاں حکومت کا فرض ہے کہ وہ ہر اس شخص کو روزگار مہیا کرے جو کام کرنا چاہتا ہو۔ وہاں لوگوں کو ایسی آزادی حاصل ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا یعنی بیروزگاری سے مکمل آزادی۔

Scanned by CamScanner

2

متصادم اقتصادی آزادیاں

یہ آزادی کا جائزہ ہے، ہم آپ کی ہمدردیوں کو حاصل کرنا نہیں چاہتے اس کے باوجود آپ اقتصادی آزادی کے موضوع کا ایسا مطالعہ نہیں کر سکتے کہ یہ صرف دولت یا مالیات کا معاملہ ہے۔ ہماری دنیا میں غیر جانبدار ترقی پذیر ممالک اس موضوع کو ہم سے بہتر طریق پر سمجھتے ہیں۔ جب وہ ہماری آزاد دنیا اور سوشلسٹ دنیا کے درمیان مقابلہ کو زیادہ تیز دیکھتے ہیں تو انہیں یہ حقائق معلوم ہوتے ہیں۔

۔یہ کہنا تو آسان ہے کہ ہمارے نظام میں ''کام کرنے یا نہ کرنے کی آزادی ہے۔''

۔لیکن فرض کیجئے کہ ایک آدمی شادی شدہ ہے اور اسکے بچے بھی ہیں۔ آپ کہنے کو تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ کام نہ کرنے میں آزاد ہے۔ جبکہ اسے مکان کا کرایہ ادا کرنے اور اپنے خاندان کے لئے خوراک ولباس کیلئے رقم خرچ کرنا ہوتی ہے۔ کیا ایسی آزادی بے معنی نہیں۔

۔اگر ایسا شخص کام کرنا چاہتا ہو لیکن اسے کوئی کام نہ ملے کیونکہ ملک میں بہت زیادہ بیروزگاری ہو اور اس کے متعلق کوئی کہ یہ کہے کہ ''وہ کام نہ کرنے کا اپنا حق استعمال کر رہا ہے۔'' کیا یہ کہنا حماقت بلکہ ظلم نہیں؟

۔اگر آدمی طویل عرصہ تک بے کار رہے کیا آپ کہیں گے کہ وہ اپنے مکان سے خارج ہونے اور اپنا سامان ضائع کرانے اور ہر وہ چیز جو اس کی ملکیت ہے اسے گنوانے میں آزاد ہے۔ وہ اپنے کنبے کو فاقہ کرانے میں بھی آزاد ہے۔

صرف ڈالر ہی نہیں

یہ ایک حقیقی مثال ہے جسے آپ متعدد بار دیکھ سکتے ہیں ایک جوان کینڈین جسے عام سطح سے قدرے بہتر ملازمت حاصل تھی۔ بیمار ہو گیا۔ اس کا آپریشن ہوا جس کے بعد وہ طویل عرصہ تک بستر پر رہا۔ اس دوران میں اس کی ملازمت ختم ہو گئی کیونکہ جس کمپنی میں وہ کام کرتا تھا وہ کسی اور کمپنی میں مدغم ہو گئی اور بیروزگاری کے بیمہ کی رقم اور اس کا پس انداز کیا ہوا روپیہ ختم ہو گیا اور ایک روز جب اس نے اپنے آپ کو ''محتاج خانے'' میں پایا تو وہ اپنی حالت پر چونکا۔ کیونکہ اسے پیٹ بھرنے کیلئے وہاں مجبوراً جانا پڑا تھا۔

۔سب سے بڑا حیران کن امر اس کیلئے یہ تھا کہ جب اس نے محتاج خانے کے طویل بنچ پر اپنے ساتھ لوگوں

Scanned by CamScanner

کو بیٹھے دیکھا جو عادی شرابی یا مفرور اور آوارہ گرد نہ تھے جیسا کہ عام طور پر تصور کیا جاتا ہے کہ محتاج خانوں میں محتاج افراد ہی جاتے ہیں۔

- بلکہ ان میں اکثریت معزز کینڈین شہریوں کی تھی جو حقیقی معنوں میں فاقوں کی وجہ سے ایسے محتاج خانوں میں گئے تھے۔

یہ کینڈین جوان جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ مذہبی خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور اپنے اچھے دنوں میں ہر اتوار کو اپنا بہتر سوٹ پہن کر گرجے جاتا تھا۔ اس نے ہمیں بتایا کہ جب وہ محتاج خانے کے بنچ پر بیٹھا تھا اور اس کے آگے ابلتے ہوئے شوربے کا پیالہ تھا تو اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ دیوار پر بائبل کا یہ قول لکھا تھا "اپنا سر اٹھاؤ اور تمہاری نجات یقینی ہے۔"

ان الفاظ کو پڑھ کر وہ انتہائی شرمسار ہوا۔

اس نے ہمیں بتایا کہ "یہ مقدس الفاظ میرے جیسے بیروزگار شخص کے سامنے لکھنے کی منافقانہ حرکت ہے مجھے سخت غصہ آیا" بیروزگاری سے جو اخلاقی اور روحانی قدروں کی پامالی ہوتی ہے اس کے الفاظ ظاہر کر رہے تھے۔ کینڈا جیسے ترقی یافتہ ملک میں اس جوان کے ان الفاظ کو رد نہیں کیا جا سکتا حالانکہ بھوک سے لوگ نہیں مرتے لیکن بیروزگاری ذہنوں پر کاری زخم لگاتی ہے اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔

ایسے محتاج خانے میں سیکڑوں آدمی قطار میں کھڑے اپنی باری کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں آپ یہ منظر ہر سال روزانہ کینڈا کے شہروں ٹورنٹو، مونٹریل وانکوور میں دیکھ سکتے ہیں۔

کینڈا کا قومی جریدہ میکلینز ملک گیر جائزہ کے بعد مارچ 1961ء کے شمارے میں لکھتا ہے "اس مہینے تین لاکھ کینڈین ایک وقت کا کھانا خیرات میں حاصل کر کے دوسرے وقت کے کھانے کیلئے کسی اور "محتاج خانے" کے دروازے پر جا کھڑے ہوتے ہیں۔" میگزین کینڈین کو دوسری مالدار قوم کہتے ہوئے بتاتا ہے "تین لاکھ سے زیادہ کینڈین بڑی مشکل سے صرف زندہ رہنے کی جدوجہد جاری رکھ سکتے ہیں بڑے شہروں میں بے کار تو محتاج خانوں میں کھانا حاصل کر سکتے ہیں لیکن چھوٹے قصبوں میں اگر آپ قلاش ہیں تو گویا آپ جہنم میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔

کینڈا کے جنوبی سرحدوں کی طرف دیکھئے۔ جہاں دنیا کی سب سے بڑی مالدار قوم امریکی آباد ہے اور جو آزاد دنیا کا مرکز ہے۔ وہاں 1960ء میں ایک سکول کے نگران نے بیروزگاری کی سینٹ کمیٹی کو کیا بتایا۔

Scanned by CamScanner

-اس کے سکول میں 290 میں سے 120 بچے بیروزگار کیمپوں سے آتے ہیں۔
-چھوٹے بچے ناشتہ کے بغیر سکول آتے ہیں کیونکہ ان کے ہاں کھانے کو کچھ نہیں ہوتا۔
-اساتذہ کا بیشتر وقت بچوں کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش میں صرف ہوتا ہے۔
-خوراک کی کمی اور معقول لباس نہ ہونے کی وجہ سے بچوں میں بہت بڑا نفسیاتی ردعمل ہوتا ہے۔

لیکن ایسے بچوں کے والدین پر کیسا نفسیاتی ردعمل ہوتا ہے! اور ان بے شمار نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں پر کیسا نفسیاتی اثر پڑتا ہے۔ جو سکول سے فارغ ہو کر کسی قسم کا روزگار حاصل نہیں کر سکتے۔ جذبات سے قطع نظر آپ کو اس حقیقت حال کو سمجھنے کی کوشش کرنا چاہئے۔

آپ کو اس کا مقابلہ کرنا پڑے گا

کینیڈا میں مدیر اکثر سوشلسٹ ممالک کے نظام پر حملہ کرتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے کہ ان ممالک میں حکومت آپ کو کام کرنے کا حکم دیتی ہے اور آپ کو کام منتخب کرنے کا کوئی اختیار نہیں آپ کو وہی کرنا ہوگا جو حکومت کہتی ہے آمریت! وہاں انفرادی آزادی نہیں اور نہ ہی کام کرنے کی آزادی ہے۔

اب یہ اگر صحیح تحریر ہے تو پھر غیر سوشلسٹ ممالک کے مدیران کو یہ پریشانی کیوں لاحق ہے کہ سوشلزم بڑی سرعت سے پھیل رہا ہے۔ اور ہمارے سیاست دان یہ دیکھ کر حیران کیوں ہوتے ہیں کہ غیر جانبدار قومیں سوویت روس میں زیادہ دلچسپی لے رہی ہیں۔ اور ہماری آزاد دنیا پر زیادہ شد و مد سے نکتہ چینی کرنے لگی ہیں۔

اکثر کینڈین ایسے سوالات کے بارے میں گفتگو نہیں کرتے لیکن انہیں سوشلسٹ دنیا میں ڈکٹیٹر شپ کی جو تصویر دکھائی جاتی ہے۔ اسے شک وشبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اسے یکطرفہ پروپیگنڈا سمجھتے ہیں۔ اگر آپ غیر جانبدار لوگوں کے احساسات کو سمجھنا چاہتے ہوں تو ان اخبارات کے اداریوں کو ایک طرف رکھ کر حقائق کا سامنا کرنا ہوگا۔

-یہ بالکل درست ہے (جیسا کہ آزادی کے پہلے باب میں بتایا جا چکا ہے) کہ سوشلسٹ دنیا کا بنیادی اقتصادی اصول یہ ہے "وہ جو کام نہیں کرے گا۔ کھائے گا بھی نہیں۔"
-لیکن ہماری اس آزاد دنیا میں بھی یہ اصول کارفرما ہے۔ جب بے روزگاری کے بیمے کی رقم ختم ہو جائے تو یہی ہوتا ہے جو کام نہیں کرے گا وہ کھائے بھی نہیں" سوائے محتاج خانوں یا دیگر خیراتی اداروں کے ٹکڑوں

Scanned by CamScanner

کے اسے خوراک مہیا نہیں ہوگی۔

آپ 21 کروڑ 80 لاکھ لوگوں کے ملک سوویت یونین کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھر جایئے۔ وہاں آپ کو ایک محتاج خانہ نہیں ملے گا۔ آپ کو وہاں ان لاکھوں لڑکوں اور لڑکیوں میں جو سکول کے بنچوں پر بیٹھے ہیں۔ آپ کو ایک لڑکا یا لڑکی ایسی نہیں ملے گی جو غیر مناسب لباس کی وجہ سے برے نفسیاتی اثر کا شکار ہو۔

یہ خیال کرنا بھی حماقت ہے۔ کہ سوویت یونین میں ہر خاندان خوش حال ہے اور انہیں وہ ہر چیز میسر ہے جس کی وہ خواہش کرتا ہو۔ کیونکہ انہیں ایک تباہ کن جنگ کے بعد اپنی بحالی کیلئے صرف سولہ سال کا عرصہ ہوا ہے وار وہ ابھی تک صنعتی پیداوار میں ہماری برابری بھی نہیں کر سکے۔

اس کے باوجود اگر آپ ان کے ملک کا تفصیلی جائزہ لینے خود جائیں۔ اور آپ ان کی پندرہ جمہوریتوں میں لوگوں سے گفت وشنید کریں تو آپ کو یہ معلوم ہوگا۔

- پچاس سال سے کم عمر کے جن لوگوں کو معلوم ہی نہیں کہ بیروزگاری کسے کہتے ہیں کیونکہ انہیں اس کا تجربہ نہیں اور 1930ء سے بیروزگاری کا مکمل کا تمہ ہو چکا ہے۔

- پچاس سال سے کم عمر کے جن لوگوں سے آپ ملیں گے وہ آپ کو یہی بتائیں گے کہ انہیں سکول چھوڑنے کے فوراً بعد روزگار مل گیا۔ ان میں کئی ایسے ہیں جنہوں نے متعدد بار روزگار بدلا ہے لیکن وہ کسی وقت بھی بیروزگار نہیں رہے۔

- اکثر نوجوان آپ کو بتائیں گے کہ وہ سکول یا کالج سے فارغ ہو کر کون سا کام کریں گے اور وہ نوجوان جنہوں نے اپنے مستقبل کیلئے کوئی کام منتخب نہیں کیا انہیں بھی کوئی پریشانی نہیں کہ انہیں کام کی تلاش میں مارا مارا پھرنا پڑے گا کیونکہ انہوں نے کوئی نوجوان بے کار دیکھا ہی نہیں ہوتا۔

- سوویت روس میں بیروزگاری کی وجہ سے کسی خاندان کو خوراک یا رہائش کی تکلیف نہیں۔

- آپ سوویت یونین میں کسی نوعمر کو چیتھڑوں میں ملبوس اور فاقہ زدہ نہیں دیکھیں گے کیونکہ بیروزگاری کے سبب مفلس کا وہاں وجود ہی نہیں۔

بلاشبہ وہاں انہیں کئی مسائل درپیش ہیں۔ لیکن ان کی قومی یا انفرادی پریشانی یا بیروزگاری سے تعلق نہیں ہوتی۔ اور عالمی معاملات میں یہ ایک نئی حقیقت ہے۔ کیا یہ حقیقت آپ کے مستقبل پر اثر انداز ہوگی؟

Scanned by CamScanner

یقین کیجئے کہ یہ ضرور اثر انداز ہوگی۔ اول خوش حال اور بیروزگاری کے مسئلہ سے نا آشنا سوویت یونین کی عظیم قوم دنیا کی دیگر قوموں کو سوشلزم کی طرف راغب کرے گی۔ دوم براعظم شمالی امریکہ میں لاکھوں مستقل بیروزگاروں میں اپنے نظام میں بنیادی تبدیلی کی خواہش پیدا ہوگی۔

آزادی - جسے لاکھوں عوام چاہتے ہیں

ہمارے اخبارات بیروزگاری کے مسئلہ پر زیادہ روشنی نہیں ڈالتے۔ لیکن یہ سوچنا غلط ہے کہ دوسرے ممالک کے لوگ ہمارے ہاں کے اس مسئلہ سے بے خبر ہیں۔ خصوصیت سے غیر جانبدار ملکوں کے عام شہریوں کے علاوہ مدیران ماہرین اقتصادیات اور سرکاری افسران حقائق کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

- گزشتہ موسم سرما میں صرف ہمارے صوبہ کیوبک میں 2 لاکھ 36 ہزار درج شدہ بے کار مزدور تھے۔
- شالٹ ٹاؤن جو بحری جہازوں کیلئے مشہور ہے۔ وہاں 17 ہزار 7 سو میں سے 8 ہزار مزدور بے کار تھے۔
- کٹائی کے موسم میں ہمارے دیہی علاقے میں 50 ہزار بے کار مزدور تھے۔
- اونٹاریو کی جائیداد کی خرید و فروخت کے ایک ادارہ نے نومبر 1960ء میں انکشاف کیا کہ صرف ایک علاقہ پارک کورنٹی میں ایک ہزار پانچ سو خاندان اپنے مکانات کھو بیٹھے ہیں کیونکہ وہ قسطوں کی ادائیگی نہیں کر سکے۔
- روزنامہ فنانشل پوسٹ (شمارہ 5 نومبر 1960ء) نے دکانداروں کو متنبہ کیا کہ وہ ادھار دینے سے اجتناب کریں کیونکہ صرف ٹورنٹو کی عدالتیں ہر سال چالیس ہزار ایسے مقدمے سنتی ہیں جو ان لوگوں سے متعلق ہوتے ہیں جو قسطوں پر خریدی ہوئی اشیاء مثلاً ٹیلی ویژن سیٹ، فرنیچر اور کپڑوں وغیرہ کی اقساط وقت پر ادا نہیں کر سکتے۔

یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں کہ وہ بڑے بڑے بحری جہاز جو کبھی تارکین وطن کو کینیڈا لاتے تھے اور اب انہیں برطانیہ اور یورپ واپس لے جا رہے ہیں (جیسا کہ جہاز اٹالیا نے دسمبر 1960ء میں کیا) یہ لوگ بے روزگاری کے طویل دورانیہ سے تباہ حال ہو چکے ہیں۔ فضائی سروسوں نے ایسے بیروزگار تارکین وطن کو یہ پیش کش کر رکھی ہے کہ وہ اب وطن واپس جانا چاہیں تو انہیں پہنچا دیا جائے گا جب انہیں اپنے وطن میں کوئی روزگار مل جائے تو وہ اپنا کرایہ ادا کر دیں۔

یہی حالت ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی ہے۔ لیکن آپ کو یہ معلوم ہے کہ غیر جانبدار ممالک کی کیا حالت

Scanned by CamScanner

ہے۔مراکش کی مثال لیجئے اس ملک کی کل آبادی ایک کروڑ ہے 24 اگست 1960ء کو مراکش کے وزیر اقتصادیات نے ایک بیان میں کہا۔

-چار لاکھ شہری باشندے بیروزگار ہیں 35 لاکھ دیہاتی لوگوں کے پاس کوئی مستقل روزگار نہیں۔

-اگر صورت حال یہی رہی تو تین سال کے بعد مراکش میں 15 لاکھ مستقل بیروزگار افراد ہوں گے۔

اس متوقع تباہی سے بچنے کیلئے ولی عہد شہزادہ حسن (آج کل شاہ مراکش ہے) جو ایک قدامت پرست وزارت کے سربراہ ہیں انہوں نے سوشلسٹ طریقہ کار اختیار کرنے کی کوشش کی اور پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ بنایا۔لیکن مراکش آزاد دنیا کا حصہ ہے اور شہزادہ حسن کے طاقت ور دوست چاہتے ہیں کہ وہ ملک کو سرمایہ پرست رہنے دے اور اس نے یہ بخوشی قبول کر لیا ہے۔

ہندوستان، بیلجیم، ارجنٹائن، اٹلی، برما، ترکی، جنوبی کوریا، جاپان.....اور کئی اور چھوٹے بڑے ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ملکوں کے رہنماؤں کو ایسی ہی صورتحال سے سابقہ پڑ رہا ہے۔اور یہ حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔

-حالانکہ ہمارے سیاستدان، پروفیسر، کاروباری لوگ اور مدیران اخبارات یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ انہوں نے بیروزگاری سے آزادی جیسی کوئی بات سنی ہی نہیں لیکن اس کے باوجود اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

- بتدریج بڑھتی ہوئی لوگوں کی تعداد کو معلوم ہو رہا ہے کہ یہ آزادی سوشلسٹ دنیا میں موجود ہے اور سوشلسٹ ممالک کی اکثریت کی زندگی اس کا مظہر ہے۔

-کئی ممالک میں نہ صرف بہت مفلس اور ان پڑھ بلکہ تعلیم یافتہ مرد اور عورتیں ''بیروزگاری سے آزادی'' کو معاشیات کا بنیادی اصول سمجھتے ہیں۔

ایسے افراد اپنے لوگوں کیلئے یہ مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں اور جب یہ سوویت یونین میں جاتے ہیں تو وہ دیکھتے ہیں کہ وہاں یونیورسٹی کے پروفیسروں سے لے کر عام مزدور انہیں بڑے اعتماد کے ساتھ بتاتا ہے ''بیروزگاری کے خاتمے کیلئے سوشلزم کو اختیار کرو۔'' اس لئے ایسے لوگ سوشلسٹ نظام کا آنکھیں کھول کر جائزہ لیتے ہیں۔

لیکن جب ایسے افراد کینڈا آتے ہیں تو کیا ہوتا ہے؟ وہ آزاد معیشت میں جزوی بیروزگاری کو نظر انداز

Scanned by CamScanner

کرنے کیلئے بھی تیار ہوتے ہیں۔ اگر ہمارے ماہرین معاشیات اور سیاست دان اس معاشی برائی کو دور کرنے کیلئے اقدامات کرنے پر رضامندی ظاہر کریں بھی تو وہ حقیقتاً کئی نامساعد حالات سے دوچار ہوتے ہیں۔

اپنی مدد کرنے کی آزادی

1960ء کے وسط میں کینڈین لیبر کانگریس کے صدر کلارڈ جوڈاؤن نے کہا کہ ہماری بیروزگاری ''سخت ابتر حالت میں ہے اس کیلئے فوری سرکاری اقدامات کرنے چاہئیں۔''

اس سلسلے میں حکومت کینڈا نے کانفرنس بلائی۔ بیوپاری سرکاری عہدے دار اور مزدور اس بات پر متفق ہوگئے کہ کچھ کرنا چاہئے۔ کئی جانی پہچانی تجاویز کو زیر بحث لایا گیا۔ ایسی تجاویز کو آپ پہلے بھی یقیناً سن چکے ہوں گے۔

-عوامی منصوبہ بندی لیکن اس طریقے سے لاکھوں بیروزگاروں کو روزگار مہیا کرنا ممکن نہیں ہم اتنے ٹیکس ادا نہیں کرتے کہ ایسی وسیع منصوبہ بندی پر خرچ کرسکیں۔

-لوگوں کو زیادہ سامان قرضہ پر دینا چاہئے۔ لیکن کینڈا کے دکاندار پہلے ہی ساٹھ کروڑ ڈالر کا سامان سالانہ ادھار پر لوگوں کو دیتے ہیں چالیس کروڑ ڈالر ہم نے وفاقی حکومت کے مکانات کی تعمیر کا قرض دینا ہے اور ہماری دیگر مقامی اور صوبائی حکومتوں کے تیس لاکھ ڈالر ہم پر واجب الادا ہیں۔

-کینڈا کی مصنوعات زیادہ سے زیادہ برآمد کی جائیں۔ لیکن آزاد دنیا یا غیر سوشلسٹ دنیا کا ہر ملک اپنی مصنوعات برآمد کررہا ہے اور یہ مقابلہ روز بروز تیز ہوتا جارہا ہے اس لئے بیروزگاری بڑھ رہی ہے اور لوگوں کی قوت خرید کم ہورہی ہے۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ اوٹاوا کی یہ کانفرنس کوئی عملی اقدام کے فیصلے پر پہنچے بغیر ختم ہوگئی اور کلارڈ جوڈاؤن بھی کوئی فوری اقدام تجویز نہ کرسکا۔ ایسا کیوں ہوا؟

وزیر مواصلات جارج ہیس نے بیروزگاری پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا ''اس ملک میں بیروزگاروں کی زیادہ تعداد نجی کاروبار سے تعلق رکھتی ہے۔'' ہماری آبادی کی قلیل تعداد سرکاری محکموں میں کام کرتی ہے ہماری معیشت کی بنیاد نجی ملکیت پر مبنی ہے۔ یہاں قومی یا اجتماعی ملکیت کا فقدان ہے۔ اس ضمن میں ''گلوب اینڈ میل'' لکھتا ہے۔ کینڈا کی بیروزگاری کے مسئلے کا حل ''پارلیمنٹ ہل'' میں نہیں اور نہ ہی

Scanned by CamScanner

اس کا حل وہاں ہوسکتا ہے یہ مسئلہ ملک کی بڑی بڑی ملوں، سٹوروں اور دفتروں سے متعلق ہے..... اوٹاوا (دارالحکومت) پر نظریں لگانے کی ضرورت نہیں۔"

اس سلسلے میں اخبار کے مدیر یہ اضافہ کرتے ہیں..... "آزاد معاشرے میں لوگ اس قابل ہوتے ہیں اور خواہاں بھی ہوتے ہیں کہ اپنی مدد آپ کرسکیں....."

ان الفاظ سے مدیر کا مطلب کیا ہے؟ اسے سمجھنے کیلئے آپ کو جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں حالانکہ یہ درست ہے کہ ایک فیکٹری کے دیوالیہ مالک یا بیروزگار اور بھوکے باپ یا وہ نوجوان جسے سکول سے فارغ ہوکر ایک دن بھی کوئی کام نہ ملا ہو انہیں قائل کرنا مشکل ہے کہ وہ اپنی خوش حالی اور ترقی کیلئے اپنی مدد آپ کرنے کے اصول پر عمل کریں۔ لیکن ہمیں ایسے بدنصیب افراد سے قطع نظر اپنے معاشی نظام کا مجموعی طور پر جائزہ لینا ہے۔

ہمارے آزاد کاروباری نظام میں ہر فرد اپنے معاشی حالات کا خود ذمہ دار ہوتا ہے۔ آپ کاروبار میں نفع و نقصان یا آپ روزگار تلاش کرنے یا بیکار رہنے کے خود ذمہ دار ہیں۔ ہمارے نظام میں معاشی آزادی کا یہی مطلب ہے۔

حالانکہ آن کل ہمیں یقین ہے کہ حکومت عام لوگوں کو بھوک سے مرنے سے بچائے گی لیکن وہ سرمایہ داروں کے نفع اور مزدوروں کے کام کو محفوظ رکھنے کی ذمہ دار نہیں آزاد دنیا میں۔ لوگ ہر قسم کا کاروبار اختیار کرنے میں آزاد ہیں۔ شہریوں کو کسی نجی کاروباری ادارے کے آجر کے ہاں ملازم ہونے کی آزادی ہے۔ حکومت ہماری معاشی زندگی کی ذمہ دار نہیں سوشلسٹ دنیا میں۔ لوگ کسی کاروبار کو کرنے کے لئے آزاد نہیں۔ انہیں صرف قومی اداروں میں کام کرنے کی آزادی حاصل ہے۔

حکومت تمام معاشی نظام کی مالک ہے اور اسے چلاتی ہے۔

وہاں کے لوگوں کو اپنا نجی کاروبار کرنے کی آزادی حاصل نہیں لیکن بیروزگاری سے آزادی حاصل ہے۔

اگر آپ ان دو متضاد معاشی آزادیوں کو ذہن نشین کرلیں تو آپ ہماری دنیا میں بڑی بڑی تبدیلیوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ ایسی تبدیلیاں جو بڑی بڑی تنخواہیں حاصل کرنے والے ماہرین معاشیات اور سیاست دانوں کو حیران کردیتی ہیں۔ لیکن ان سے آپ عام آزادی کے بارے میں وضاحت سے سوچ سکیں گے۔

Scanned by CamScanner

Khan Shaheed Library

3

برطرف کرنے کی آزادی

''خودکار مشینیں، آدمی کو صنعتی پیداوار سے الگ کردیں گی۔''

یہ کس نے کہا تھا؟ ہمیں معلوم نہیں لیکن ''ووڈیٹرولٹ'' (امریکہ) میں کاروں کی صنعت سے متعلق اہم شخصیت ہے۔ جب 1954ء میں ''میکنسٹ'' جریدے نے اس کا انٹرویو شائع کیا تو اس نے متنبہ کیا کہ اس کا نام شائع نہ کیا جائے ..... کیونکہ خودکار مشینوں کے بارمیں اس کی واضح رائے اس کیلئے مصیبت کا باعث بن سکتی تھی۔ وہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے صنعت کاروں کی قومی ایسوسی ایشن میں اپنے سرمایہ دار دوستوں کی رائے سے متفق نہ تھا۔ جنہوں نے ایک خصوصی اپیل بعنوان ''تمام تر روزگار کیلئے'' شائع کی تھی اس اپیل میں خودمشینوں کے بارے میں کہا گیا تھا۔

- ہم سنہری مستقبل کی چوکھٹ پر کھڑے ہیں۔ اور مزدوروں کو خوف نہیں بلکہ امید سے اس کا انتظار کرنا چاہئے۔

- ہماری آزاد معیشت کے طلسمی اژدھا کھٹولے خودکار مشینوں سے مزین ایسے افق کی طرف بڑھ رہے ہیں جو ہم خواب میں بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔

آپ نے دیکھا کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ خودکار مشینیں مزدوروں کا روزگار چھین لیں گی دوسرے صنعت کار یہ پیشگوئی کرتے ہیں کہ ہماری آزاد معیشت میں طلسم کا کام کریں گی۔

یہ 1954ء کی بات ہے اب چھ سال گزر چکے ہیں۔ امریکہ میں صدارتی انتخابات سے کچھ دیر پہلے موثر جریدہ سائنس سروس (واشنگٹن) نے جان ایف کینڈی کا ایک خصوصی انٹرویو شائع کیا تھا۔

''خودکار مشینوں کی ترقی'' مسٹر کینڈی نے متنبہ کیا ''ہزاروں روزگار ختم کردے گی اور ہزاروں فیکٹریوں کو بند کرنے کا موجب بنے گی اس سے مزدوروں میں خوف وہراس پیدا ہورہا ہے۔'' پھر انہوں نے کہا۔

''مشینی خودکاری..... ایک انقلاب ہے جو مزدوروں کیلئے نئی امید اور امریکہ کو نئی بہتات سے دوچار کرے گی ..... لیکن یہ ایسا انقلاب ہے جو اپنے پہلو میں صنعتی انتشار اور بیروزگاری میں اضافہ کے تاریک خطرات لئے ہے جس سے مفلسی زیادہ ہوسکتی ہے۔''

''صنعت کاروں کا مشینی خودکاری کے بارے میں اختلاف رائے تو ایک بات ہوئی لیکن اگر ایک آدمی اور

Scanned by CamScanner

وہ بھی ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا صدر مشینی خودکاری کے بارے میں متضاد آراء پیش کرے تو اسے کیا کہئے؟ یہ ممکن ہے کہ ہمیں بیک وقت روشن امید اور تاریک خطرہ درپیش ہے۔

(9) ضروری یادداشتیں

آج کل تقریباً تمام ہوشیار لوگ مشینی خودکاری کے بارے میں گفتگو کررہے ہیں ہم نے یہاں اور سوشلسٹ ممالک میں مزدور، انجینئر، سائنس دان وار منیجرون کو ایک بات پر متفق پایا کہ مشینی خودکاری واقعی ایک نیا صنعتی انقلاب ہے۔ اس سے ہماری زندگی میں نئی ایٹمی طاقت سے بھی بڑی تبدیلی ہوگی۔ یہاں ہم ایسے نو اسباب بیان کرتے ہیں کہ ایسا کیوں ہے؟

1۔ مشینی خودکاری کا مطلب یہ ہے کہ کام خودکار مشینیں کریں گی بعض اوقات ان کی نگرانی آدمی کریں گے بعض اوقات یہ مشینیں الیکٹرونک کنٹرول سے چلیں گی۔

2۔ خودکار مشینوں سے مزین فیکٹریاں کم جگہ گھیریں گی۔ کیونکہ ان پر کام کرنے والوں کی تعداد بہت کم ہوگی۔ حالانکہ ایسی مشینیں عام مشینوں سے پیچیدہ ہوں گی۔

3۔ مشینی خودکاری سے چند حیرت انگیز کام ہوں گے۔ صنعتی پیداوار کا ایسا طریقہ جو آدمی اختیار نہیں کرسکتا۔ مثال کے طور پر حد سے زیادہ گرمی یا سردی۔ مافوق الفطرت تیز رفتاری، ناقابل برداشت آواز یا ارتعاش یا مہلک نیوکلیئر (ایٹمی) ریڈی ایشین وغیرہ۔

4۔ بہرحال مشینی خودکاری سے کام کرنے کی بہتر سہولتیں بھی مہیا ہوتی ہیں۔ ایسی نئی فیکٹریوں میں جہاں آدمی کام کرتے ہیں۔ وہاں حادثوں کی وارداتیں کم ہوں گی۔

5۔ مشینری کی بہت زیادہ قیمت ہونے کے باوجود خودکار مشینوں سے مزین فیکٹری پر عام فیکٹری سے کم خرچ اٹھتا ہے۔

6۔ مشینی خودکاری سے مصنوعات کی تیاری میں انتہائی تیزی سے اضافہ ہوتا ہے اس لئے فیکٹری کے مالک کو زیادہ سرمایہ لگانا نہیں پڑتا اور منافع بہت زیادہ ہوتا ہے۔

7۔ کساد بازاری میں مشینی خودکار فیکٹری کو آسانی سے بند کیا جاسکتا ہے۔
کیونکہ کارکنوں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔ اور اگر مانگ بڑھ جائے تو فیکٹری فوراً چالو ہوسکتی ہے۔

8۔ خودکار فیکٹری میں پیداوار کا تناسب فی کارکن 2 سے 10 گنا زیادہ ہوتا ہے۔ کئی نئی خودکار فیکٹریوں

Scanned by CamScanner

میں ایک کارکن 50 سے 100 کارکنوں کے کام سے بھی زیادہ کام دیتا ہے۔

9۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ خودکار مشینوں سے ہر قسم کی صنعتی اور عام استعمال کی چیزیں بہت کم لاگت پر تیار کی جاسکتی ہیں۔

یہ مشینیں خودکاری کے بنیادی تکنیکی اور معاشی اسباب ہیں۔ جن کے پیش نظر ہمارے ماہرین امید افزاء ہیں..... انہیں یقین ہے کہ وہ اتنی مصنوعات پیدا کر سکتے ہیں کہ اس روئے زمین پر ہر انسان کی ضرورت پوری ہوسکتی ہے۔ حالانکہ ان کے خیالات کو اخبارات میں زیادہ جگہ نہیں دی جاتی لیکن امریکن اور کینڈین انجینئر اپنی نجی محفلوں میں یہ کہتے ہوئے سنے گئے ہیں کہ اگر خودکاری کو مکمل طور پر اپنایا جائے تو یہ بنی نوع انسان کے معیار زندگی میں انقلاب برپا کر سکتی ہے۔

ہم افسوس کے ساتھ آپ کو مطلع کرتے ہیں

آپ کو خودکاری کو دوسرا پہلو دریافت کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی حالانکہ کینڈا میں خودکاری تکمیل تک نہیں پہنچی لیکن زندگی کی چند حقیقی مثالیں ہمیں بغیر کوشش کے ملی ہیں۔

ریلوے کاریں اور انجن بنانا:

کینڈین مزدوروں نے 1953ء میں اس بنیادی صنعت میں 8464 ریلوے کے مال بردار ڈبے بنائے اور 260 ریلوے انجن محدود خودکاری کا آغاز ہوا وار انہیں کارخانوں میں 1958ء میں 10450 ریلوے ڈبے اور 521 ریلوے انجن تیار کئے گئے اور اس سال مزدوروں کی تعداد میں 7500 کی کمی کی گئی۔ ہم نے ایک مستری سے بات چیت کی جو جنرل موٹر کے جدید ترین کارخانے میں کام کرتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس کا کام تا حیات قائم رہے گا۔ لیکن اگست 1960ء میں وہ ششدر رہ گیا جب اچانک کارخانے نے کام بند کر دیا۔ اسے ملازمت سے جواب مل گیا کیونکہ کینڈین ریلوے کے پاس مکمل ڈیزل انجن موجود تھے اور آئندہ کئی سال تک اور ایسے انجنوں کی ضرورت نہ تھی۔

ریلوے میں کام:

ڈیزل انجن خودکاری کا نتیجہ ہے۔ ہمارے اپنے شہر میں یہ انجن چند خاندانوں کیلئے اس وقت معاشی تباہی کا سبب بنے جب بھاپ سے چلنے والے انجنوں کا یارڈ ہمیشہ کیلئے بند کر دیا گیا۔ ڈیزل انجنوں سے پہلے 215000 کینڈین مزدور ریلوے میں کام کرتے تھے۔ 1959ء تک 37000 سے زیادہ مزدوروں

Scanned by CamScanner

کو برطرف کردیا گیا۔اس کے باوجود ریلوے میں اتنا ہی کام ہوتا ہے۔ جتنا کہ خودکاری کی آمد سے پہلے ہوتا تھا۔ریلوے کے افسران نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ جلد ہی 49000 اور مزدوروں کو برطرف کرسکیں گے۔

تمام کینڈین مصنوعات:

جب آپ وزیر محنت سٹرک کے اس بیان کو جوانہوں نے ٹورنٹو بورڈ آف ٹریڈ کلب میں 31 اکتوبر 1960 کو دیا تھا پیش نظر رکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ خودکاری کس طرح ہم پر چھا رہی ہے۔وزیر محنت نے بتایا کہ 9 سال میں کینڈین صنعتی مزدور پیداوار میں 6ء21 فی صد اضافہ ہوگا۔اب ہماری صنعتی پیداوار میں اضافہ نہیں ہوتا۔لیکن پھر بھی خودکار مشینیں نصب کی جارہی ہیں اور مزدوروں کی زیادہ سے زیادہ تعداد روزگار سے علیحدہ کی جارہی ہے۔

سفید پوش خودکاری:

کینڈا کی کئی کمپنیوں نے اپنے ہاں ''الیکٹرونک دماغ'' کے آلات نصب کر کے کئی نوٹس جوان الفاظ سے شروع ہوتے ہیں ''ہم افسوس کے ساتھ آپ کو مطلع کرتے ہیں''۔کلرکوں،اکاؤنٹنوں،خزانچیوں اور کئی دوسرے دفتری کام کرنیوالے کارکنوں کو پنشن دے کر ملازمتوں سے برطرف کردیا ہے۔صرف ایک بہت بڑی دکان میں ایک نئے ''نیشنل کیش رجسٹر مشین'' نے اس دکان کے 264 ملازمین کو بیروزگار کردیا ہے ٹیلی فون کے ہزاروں آپریٹروں کو ملازمت سے جواب مل گیا۔کیونکہ بڑے ہوٹلوں اور سرکاری دفتروں میں خودکار مشینیں نصب کردی گئیں ہیں۔

خودکار انجینئر:

جنرل الیکٹرک کمپنی نے اعلان کیا ہے کہ وہ ایک ایسا خودکار آلہ تیار کررہے ہیں جو ماہر صنعتی انجینئروں اور نقشہ نویسوں کی جگہ لے گا نقشے اور چارٹ بنانے کا وہ کام جو درجن بھر بھاری تنخواہیں حاصل کرنیوالے تین مہینے سے چار مہینے میں کرتے تھے۔یہ مشین یہ کام صرف دو روز میں کرے گی اور اس کام پر چند ڈالروں کی بجلی خرچ ہوگی۔

ان پانچ مثالوں میں ہم نے خودکاری کے انجینئروں کی شاندار تجاویز کو شامل نہیں کیا مکمل خودکار ریل گاڑی کے بارے میں کیا خیال ہے جو حقیقتاً کینڈا کی ایک ریلوے سروس نے چلانے کی کوشش کی ہے۔

Scanned by CamScanner

اور سکوں کو لینے والی مشین (جس کا نیا ماڈل نوٹ بھی لیتا ہے) جس نے بڑے بڑے سٹورز سے کلرک اور خزانچیوں کو نکال باہر کیا ہے اور مکمل خودکار فیکٹریاں جہاں الیکٹرونک ہدایات سے ایک چیز بناتے بناتے دوسری چیز بنانا شروع کر دیں گی۔

سنہرے خواب

جیسا کہ آپ سوچ سکتے ہیں ہمارے چند انجینئر خاص طور پر وہ جو کمپنی کے زینے کی بلند سیڑھی پر نہیں چڑھ سکتے، وہ مزدوروں کی طرح خودکاری کے بارے میں زیادہ گرم جوشی کا مظاہرہ نہیں کرتے بہرحال بڑے بڑے انجینئر جو بڑی بڑی تنخواہیں لیتے ہیں وہ خودکاری سے خائف نہیں کیونکہ انہیں یقین ہے کہ ان کی جگہ کوئی خودکار مشین نہیں لے سکتی اس لئے وہ مستقبل کے بارے میں پر امید ہیں۔ ان میں سے چند انجینئروں سے ہماری بات چیت ہوئی اور ہم نے انجینئرنگ کے جرائد کے جائزوں کا بھی غور سے مطالعہ کیا یہاں ہم مختصر چھ ممکنات درج کرتے ہیں۔ جو خودکاری کے بارے میں خوش فہمی رکھنے والے جب کسی کانفرنس میں اکٹھے ہوتے ہیں تو ان پر بحث کرتے ہیں۔

1- مفلسی کا قلع قمع:

اگر مشینی خودکاری میں توسیع ہو جائے تو تمام مصنوعات کی تعداد میں اضافہ ہوگا اور ساتھ ہی ان پر لاگت بھی کم آئے گی کیا پھر ہم ضروریات کی ہر چیز ہر شخص کو مہیا نہیں کر سکتے؟ اگر ہم تمام لوگوں کی آمدنی میں اضافہ نہیں کر سکتے۔ پھر بھی خودکار مشینوں سے تیار کی ہوئی سستی اشیاء ہر شخص خرید سکتا ہے۔ یہ ان کروڑ انسانوں کیلئے کتنا درخشاں مستقبل ہے۔ جو آج کل انتہائی خوف ناک مفلسی میں زندگی گزار رہے ہیں۔

2- آرام کیلئے زیادہ وقت:

اگر ایک مزدور خودکار مشین سے پیداوار میں دوگنا اضافہ کرتا ہے تو پھر اس کے اوقات کار آٹھ سے چار گھنٹے کیوں نہ کئے جائیں اور تنخواہ میں کمی بھی نہ کی جائے چونکہ آج کل بنی نوع انسان کی اکثریت بہت زیادہ محنت طویل وقت تک کرتی ہے۔ اگر محنت کے اوقات میں کمی کی جائے تو انسانی صحت اور خوشی میں بے بہا اضافہ ہوگا جو زندگی میں نئے انقلاب کے مترادف ہے۔

Scanned by CamScanner

3-دوسالانہ تعطیلات:

آج کل مالدار لوگ ہر سال گرمیوں اور سردیوں میں دو طویل تعطیلات گزارتے ہیں۔خودکار مشینیں یہ مراعات سب کو مہیا کرسکتی ہیں۔مثال کے طور پر صرف کینڈا میں خودکاری تیس کروڑ کام کے گھنٹے بچا سکتی ہیں۔اس سے سردیوں میں تعطیلات کے تیس دن دس لاکھ مزدوروں کیلئے مخصوص ہوسکتے ہیں۔

4-درمیانی عمر میں تفریح:

65یا70 سال کی عمر میں محنت سے سبکدوش ہونے کی بجائے ہم خودکاری کے استعمال سے 5یا55 سال کی عمر کے لوگوں کو کام سے سبکدوش کرسکتے ہیں۔اگر آپ خود درمیانی عمر کے فرد ہیں تو آپ اس خوشی اور تفریح کا بڑی آسانی سے اندازہ کرسکتے ہیں۔ہم اتنی سخت محنت کیوں کریں کہ آخر میں ہمارے جسموں سے زندگی کی آخری رمق بھی نچڑ جائے۔

5-تعلیم میں ترقی:

کیونکہ خودکاری سے کام کرنے کے سالوں میں کمی ہونے سے ہم نوجوانوں کی اکثریت کو اعلیٰ تعلیم دلوا سکتے ہیں۔ہم ایسے ذرائع بھی تلاش کرسکتے ہیں کہ معمر لوگ وقتی طور پر کام چھوڑ کر اعلیٰ تعلیم حاصل کرسکیں۔ایک لمحہ کیلئے اس کے بارے میں غور کیجئے اور اس تصویر کو چشم تصور سے دیکھئے ہمارے ملک کے لاکھوں لوگوں کی صلاحیتوں کو بروئے کار لے آئیں گی..... جو محض اس لئے تباہ ہوجاتی ہیں کہ بہت کم تعداد اعلیٰ تعلیم حاصل کرسکتی ہے۔

6-سائنس اور ثقافت کیلئے اوقات:

خودکاری سے کام کے اوقات زیادہ سے زیادہ بچیں گے اس لئے ہم مرد اور عورتوں کی اکثریت صنعتی پیداوار کی بجائے سائنس کی سرگرمیوں پر اپنا وقت صرف کریں گی۔دوسرے افراد کو ایسے موقع دیئے جاسکیں گے کہ وہ موسیقی، تھیٹر، فلم، آرٹ اور ادب کو ترقی دے سکیں۔اور اس سے تہذیب میں بیش بہا اضافہ ہوگا۔

کیا یہ تمام باتیں "سنہری مستقبل" کی نوید دیتی ہیں؟ جو امریکن صنعت کار بار بار دہراتے ہیں اگر آپ ان باتوں کو خواب کہنے پر مصر ہیں تو دو امکانات کو ذہن نشین رکھئے۔

Scanned by CamScanner

-اول خودکاری سے اشیاء اتنی سستی تیار کی جاسکتی ہیں کہ ہم آج کل جو فروخت کرتے ہیں اس سے دس گنا سے پچاس گنا زیادہ فروخت کرسکیں گے یہ ایسا فارمولا ہے جس سے تمام دنیا خوش حال ہوسکتی ہے۔

-دوم خودکاری سے ہم افراد اور سرمایہ مہیا کرسکتے ہیں جو خطرناک امراض مثلاً کینسر، دماغی امراض کے علاج تلاش کریں گے۔ اس سے بنی نوع انسان کو ایک نئی زندگی ملے گی۔

مذاق بغیر ہنسی

خودکاری کا مکمل جائزہ لینے کے بعد دو ماہرین فاؤنس اور شیپرڈ نے جو فیصلہ دیا ہے وہ پریشان کن ہے۔ تیسری عالمی معاشرتی کانگریس کو انہوں نے بتایا:

''اگر آپ خودکاری کے بارے میں بغیر جذبات کے سوچیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ وہ طریقہ ہے جس سے زیادہ اشیاء کم سے کم مزدوروں سے تیار کروائی جاسکتی ہیں۔''

اس حقیقت کو کینیڈا کے ہزاروں مزدور اپنے تجربہ سے دیکھ چکے ہیں، سیدھے سادے الفاظ میں بات یہ ہے کہ جب کارخانہ دار خودکار مشینیں نصب کرتا ہے تو مزدوروں کو جواب مل جاتا ہے۔

اس حقیقت کو ڈاکٹر نوربرٹ ویز جو خودکاری کے نظریہ کے پہلے سائنسدان سمجھے جاتے ہیں انہوں نے اپنی کتاب ''انسانوں کا انسانی استعمال'' میں لکھا ہے کہ یہ بالکل واضح ہے کہ خودکاری بے روزگاری کی ایسی حالت پیدا کردے گی کہ 1930ء کی مشہور عالمی کساد بازاری اور بیروزگاری اس کے مقابلہ میں مذاق معلوم ہوگی۔

جن لوگوں نے 1930ء کی کساد بازاری اور بیروزگاری کو دیکھا ہے وہ یہ خوب سمجھتے ہیں کہ ہماری آئندہ نسل کے لئے بھی بے روزگاری کی ایسی حالت مذاق نہیں ہوگی۔

لیکن اگر آپ یہ سوال لوگوں سے کریں تو آپ سے پوچھا جائے گا'' کیا یہ ضروری ہے' کیا ہم خودکاری کو عام خوشحالی کا ذریعہ بنا نہیں سکتے۔'' آزاد معاشیات کا طلسمی قالین'' اس کی بنیاد نہیں بن سکتا اگر نہیں بن سکتا تو کیوں؟

-خودکاری سے منافع

کینیڈا میں لوگوں کی اکثریت آزاد معاشیات کے نظام کو پسند کرتی ہے اور اسے قومی یا عوامی معاشیات کے نظام پر ترجیح دیتی ہے۔ کیونکہ ہمارے ہاں نجی ملکیت پر ہماری معیشت کا ڈھانچہ کھڑا ہے اور خودکاری سے

Scanned by CamScanner

وہ بے انتہا منافع کما سکتے ہیں، سرمایہ دار اور کارخانہ دار صنعتی پیداوار کو بڑھانے کے ہر ممکن طریقے سے بہت خوش ہوتے ہیں تا کہ ان کے منافع میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہو سکے۔

ماضی میں ایسا وقت بھی آیا کہ نئی مشینوں کے تعارف سے مزدوروں کی چھانٹی ہونے لگی تاہم طویل معیاد کے دوران ہمارے موجودہ نظام کو زیادہ نقصان نہ ہوا۔ کیونکہ آجر یا کارخانہ دار جتنے زیادہ مزدوروں کو ملازم رکھتا اتنا ہی اسے منافع ہوتا دراصل جتنے مزدور کسی کارخانہ میں کام کرتے ان کی تعداد صنعت کار کی امارت کا پیمانہ سمجھی جاتی۔

جب آپ یہ حقیقت ذہن نشین کر لیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کینیڈا میں کیا ہو رہا ہے نہ صرف کساد بازاری بلکہ ''تیز بازاری'' کے دوران مستقل بیروزگاری کے حلقے میں زیادہ سے زیادہ لوگ جکڑے جاتے ہیں۔

ان حالات میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیا ہونے والا ہے؟ غیر جانبدار ملکوں میں ہمارے نظام معیشت کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جا رہا ہے کیا ہم انہیں اس بات پر مورد الزام ٹھہرا سکتے ہیں کہ وہ سوشلسٹ ممالک اور غیر سوشلسٹ ممالک میں خودکاری کے ردعمل کا موازنہ کر رہے ہیں۔ وہ اس موازنہ سے کیا پاتے ہیں؟۔

Khan Shaheed Library

Scanned by CamScanner

4

مشینی خودکاری سے آزادی

خودکاری کا ردعمل لوگوں پر مختلف ہوتا ہے۔ ہمارے آزاد معاشرے اور دوسری طرف سوشلسٹ معاشرے پر مختلف ردعمل کو کئی ممالک کے ماہرین جانچ رہے ہیں یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ انجینئر اور ماہرین تو صرف اعداد و شمار کا جائزہ لیتے ہیں؟ اور اعداد و شمار ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں اس لئے خودکاری کے سلسلہ میں اعداد و شمار میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔ سوویت یونین میں خودکاری کے اثرات کے بارے میں ماہرین کے خیالات میں واضح فرق ہے۔

ایسا کیوں ہے؟ اس سوال کا جواب حاصل کرنے کیلئے ہمیں سوویت یونین میں ایک بات نے خاص طور پر متاثر کیا کہ اس سوال کا جواب اس پر مبنی نہیں کہ آپ کیا دیکھتے ہیں بلکہ اس کا انحصار اس بات پر بھی ہے کہ آپ کون ہیں!

مثال کے طور پر آپ کینڈین صنعت کار ہیں۔ سوویت روس میں آپ خودکاری سے صنعتی پیداوار میں تیزی سے اضافے سے متاثر ہوں گے۔ خودکاری سوویت کی تمام ریاستوں میں جاری ہے اور اس سے اشیاء کی ساخت پر لاگت کم ہو رہی ہے۔

لیکن اگر آپ انجینئر ہیں تو آپ وہاں پیداوار بڑھانے کے چند نئے اصول خاص طور پر آپ کو متوجہ کریں گے مثلاً سیدھی لائن میں پیداوار کی بجائے دائروں کی صورت میں صنعتی پیداوار بڑھائی جاتی ہے اگر آپ کینڈا کے سوشل ورکر یا پادری ہیں جن کا بیروزگار لوگوں سے واسطہ رہتا ہے تو آپ سوویت کی ان فیکٹریوں کے گردوپیش مفلس لوگوں کو تلاش کریں گے جن میں بڑی قیمتی خودکار مشینیں نصب کی گئی ہیں۔

اگر آپ صنعتی مزدور ہیں تو آپ یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ مزدوروں کی عام چھانٹی سے وہ کیسے محفوظ رہتے ہیں اور ان کی ٹریڈ یونینیں یہ دعویٰ کیوں کرتی ہیں کہ روس میں کبھی بیروزگاری نہیں ہوگی خواہ کتنی ہی خودکار مشینیں نصب کیوں نہ کی جائیں۔

اب ہم سوویت یونین میں مرد اور عورت پر خودکاری نے جو تاثرات چھوڑے ہیں ان کا ذکر کرتے ہیں یہ تاثرات ہم نے خود وہاں دیکھے ہیں۔

Scanned by CamScanner

کوئلہ کی کانوں کے اندر

کوئلہ کی کانیں خودکار مشینوں اور ان کے نتائج کی واضح تصویر کشی کرتی ہیں۔ حجم میں بہت بڑی بڑی مشینیں کانوں میں کھدائی کرتی ہیں، سرنگیں بناتی، کوئلہ کاٹتی اسے اکٹھا کرتی اور اوپر سطح زمین پر لاتی ہیں ان مشینوں کی وجہ سے کئی ملکوں میں کان کنوں کی بہت بڑی تعداد روزگار سے محروم ہو چکی ہے۔

۔صرف کینڈا میں ہمارے نصف کان کن 1949ء سے مستقل طور پر بیکار ہو چکے ہیں۔

۔برطانیہ میں 36 بڑی کانیں بند کر دی گئیں ہیں اور ان میں کام کرنے والے مزدوروں کو مستقل طور پر جواب دے دیا گیا ہے۔

۔مشہور روہر (جرمنی کی) کانوں میں 1960ء میں 41000 مزدور بیروزگار تھے اور ایک لاکھ ایسے مزدور تھے جنہیں ایک ہفتہ میں چند گھنٹے کا کام ملتا تھا جس سے ان کے کنبوں کو بے حد مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

باوجود آبادی میں اضافہ اور صنعتی پھیلاؤ کے آزاد دنیا میں 20 سال پہلے جتنی کانیں ہوتی تھیں آج کل اس سے کہیں کم ہیں۔ اس کے متعلق ماہرین کی رائے ہے کہ کانوں کی کمی کی وجہ خودکاری کے تین پہلو ہیں کوئلہ کی کانوں میں نئی مشینری، بھاپ سے چلنے والے انجنوں کی جگہ ڈیزل انجن اور گیس و تیل کی پائپ لائن سے بار برداری جو پہلے ریل کے ذریعہ ہوتی تھی۔

۔اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہماری کوئلہ کی صنعت کو خودکاری ختم کر رہی ہے یہاں شاید ایسا ہی ہو۔ لیکن سوویت روس میں ایسا نہیں۔ حالانکہ ان کی کوئلہ کی کانوں میں خودکار مشینوں کو ماہرین دنیا کی بہترین مشین کہتے ہین اور ان کا دعویٰ ہے کہ روس میں خودکار مشینیں ہر کان میں کام کر رہی ہیں اس کے مقابلہ میں ہمارے ہاں بہت کم ہیں۔ اس کے باوجود وہاں کوئلہ کانوں میں کوئی بے کار مزدور نہیں ملے گا۔

اس کے یہ اسباب ہیں:۔

۔ان کی عام صنعتی ترقی میں کوئی کان کن بے کار نہیں تھا۔

۔ان کی کانوں میں مزدوروں کی تعداد کو کم کیوں نہیں کیا گیا۔ اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ انہوں نے کان کنوں کے اوقات کار کو آٹھ گھنٹوں سے کم کر کے چھ گھنٹے کر دیا ہے۔

۔خودکاری میں توسیع سے پیداوار میں اضافہ کے ساتھ ان کا منافع بھی بڑھتا ہے۔

Scanned by CamScanner

-سوویت روس میں تمام کانیں لوگوں کی ملکیت ہیں۔اس لئے وہ اپنا منافع مزدوروں کی تنخواہوں میں اضافہ اوراوقات کار میں کمی پر لگاتے ہیں۔

-سوویت روس کے کان کنوں کی زندگی میں مشکلات پیدا کرنے کی بجائے خودکاری نے ان کی زندگی کے معیار کو بلند کیا ہے۔

-خودکاری سے خوشی

ہم نے کوئلہ کی کانوں کا مسئلہ اس لئے نہیں لیا کہ ہمارے ہاں تو وہ ابتر حالت میں اور سوویت یونین میں ترقی کی حالت میں موجود ہے دیگر صنعتی ترقی کو لیجئے جنہیں ہم نے خود دیکھا ہے۔

تیل :۔ہم نے کیسپئین تیل کے مراکز دیکھے، جہاں 30 بڑے کنوئیں موجود ہیں۔اور جنہیں دو کارکن چلاتے ہیں۔چیف انجینئر زیڈ،اے زینالوف آرکی موائل (آذربائیجان) کا سربراہ ہے۔اس نے ہمیں بجلی سے چلنے والے خودکار آلے دکھائے صرف ایک پینل وسیع رقبے کے کنوؤں کو کنٹرول کرتا ہے۔لیکن جب ہم نے تیل کے مزدوروں سے بات چیت کی تو بیروزگاری کے ذکر پر وہ مسکرادیئے۔خودکاری کی وجہ سے انہیں بے کاری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔وہ خودکاری سے بہت خوش ہیں۔

-کیونکہ سخت اور گندا کام اس سے آسان اور صاف ستھرا ہوگیا ہے۔

-ان کے اوقات کار آٹھ گھنٹوں سے چھ گھنٹے ہوسکتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ان کی تنخواہوں میں اضافہ ہوا ہے۔

-خودکاری سے پیداوار فی کارکن بڑھی ہے اس سے جو منافع ہوا ہے،عوامی ملکیت کی وجہ سے مزدوروں میں تعطیلات کی صورت تقسیم کردیا گیا ہے۔یعنی انہیں ایک سال میں پورے ایک مہینے کی بمعہ تنخواہ رخصت ملتی ہے۔اگر آپ اس بندوبست کو بہتر نہیں سمجھتے اور آپ کے خیال میں یہ کارروائی تیل کے ان تمام مزدوروں کو کام پر لگانے کیلئے کی گئی ہے جو خودکاری کی وجہ سے بیروزگار ہوسکتے تھے۔آپ ٹھیک سوچتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ سوویت کے تیل سے متعلق کارکنوں کو نئے کنوؤں میں کام دیا گیا۔پوری تصویر کیلئے ہمیں دوسری فیکٹریوں کی پیداوار کو دیکھنا چاہئے۔

ٹریکٹرز:۔سٹالن گراڈ کے عظیم ٹریکٹروں کے کارخانے میں ہم دوسری عالمگیر جنگ کے بعد تین بار جاچکے ہیں۔اور ہر بار ہم نے کارخانے میں توسیع دیکھی 1950ء میں ہم نے وہاں خودکار مشینوں کو

Scanned by CamScanner

دیکھا۔ حالانکہ ان دنوں مغرب میں اس طرف توجہ نہیں دی گئی تھی۔ ہم نے جب اپنے ملک میں آ کر انجینئروں کو یہ بتایا تو وہ یہ کہہ کر ہنس دیئے کہ یہ سوویت پروپیگنڈا ہے۔

خودکاری سٹالن گراڈ میں مزدوروں کی کارکردگی میں حیرت انگیز اضافہ کر رہی ہے ان کی تنخواہوں میں اضافہ بھی ہوا ہے اور انہیں دیگر فائدے مثلاً طویل رخصتیں (جس کے دوران انہیں تنخواہ ملتی ہے) اور فیکٹری انہیں مکانات بھی مہیا کرتی ہے۔

-سٹالن گراڈ میں کوئی مزدور خودکاری کی وجہ سے بے کار نہیں ہوا۔

-اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ انہوں نے اوقات کار کو آٹھ سے سات گھنٹے کر دیا ہے۔

-اب وہ چھ گھنٹے اوقات کار اور زیادہ تنخواہ کا منصوبہ تیار کر رہے ہیں۔

خودکار ویلڈنگ:۔ کیئف (یوکرائن) کے سائنس دان انجینئر یوجین پاٹن نے ویلڈنگ میں انقلاب برپا کر دیا تھا اس کا بیٹا بورس ایک وسیع تحقیقاتی مرکز کا سربراہ ہے اس نے ہمیں نئی خودکار مشینیں دکھائی۔ یہ خودکار مشین بغیر آدمی کے ہاتھ کی مدد سے بڑی بڑی مشینیں تیار کر سکتی اور انہیں ویلڈنگ بھی کر سکتی ہیں۔ بورس پاٹن نے ہمیں بڑے فخر سے بتایا کہ "ہمارے ان آلات سے سوویت یونین کے 35 ہزار مزدور کام سے فارغ ہو گئے ہیں۔

-ان مزدوروں کو دیگر کاموں کیلئے تربیت دی گئی اور انہیں فوراً روزگار مہیا کیا گیا۔

-سوویت یونین میں خودکاری کی اشد ضرورت ہے کیونکہ وہاں خوشحالی کو وسیع تر کیا جا رہا ہے۔

1959ء اور 1965ء کے درمیان ایک کروڑ بیس لاکھ مزدوروں کی ضرورت ہوگی۔ جن کیلئے نئے کام موجود ہوں گے۔

-خودکاری کے سبب سالانہ انہیں سترہ لاکھ نئے مزدوروں کی ضرورت ہوتی ہے۔

خودکاری سے آزادی کیا ہے

خودکاری سے آزادی ایک حقیقت ہے اور وہ لوگوں کی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے ہم چند ایسے لوگوں کا تذکرہ کرتے ہیں جن سے ہم نے بات چیت کی تھی۔

سٹالن گراڈ میں پھلوں کے جام کی صنعت کی ایک مزدور:

بیس سالہ لڑکی نے ہمیں بتایا کہ خودکار مشین کی وجہ سے اسے جلد ہی ایک گھنٹہ پہلے چھٹی ہو جائے گی۔ اور وہ

Scanned by CamScanner

اپنے مشغلہ سائیکلنگ پر یہ وقت صرف کرے گی کچھ عرصہ بعد اسے دو گھنٹے ملیں گے۔ اسکی فیکٹری سے کمی مزدور اور کارکن کو برطرف نہیں کیا جائے گا۔ خودکاری سے اسے کیا ملا؟۔ ''طویل اوقات کار سے آزادی۔'' اور کھیل اور مشغلوں کے لئے زیادہ وقت۔'' سوویت کے اکثر لوگوں کو خودکاری' تفریح' تعلیم اور آرام کیلئے زیادہ وقت مہیا کرے گی۔

لینن گراڈ کا کرین چلانے والا مزدور:

چالیس سالہ اس مزدور نے ہمیں بتایا کہ یہاں کے مزدور زیادہ عرصہ زندہ رہیں گے۔ اس کی اس رائے کی تصدیق ٹریڈ یونین کے ڈائریکٹر نے کی کہ خودکاری سے صنعتی امراض سے نجات اور وقت سے پہلے بڑھاپا جو سخت محنت کے سبب ہوتا ہے۔ ختم ہو جائے گا۔ خودکاری کے یہ اہم فائدے ہیں۔

باکو کا الیکٹریکل آلات بنانے والا مزدور:

اس اٹھارہ سالہ مزدور نے ہمیں بتایا کہ خودکاری کی اہم بات یہ ہے کم قیمت پر زیادہ سے زیادہ سامان حاصل کرنا اور اس قلت سے آزادی دنیا کی اکثریت کی خواہش ہے یہ الگ بات ہے کہ کینڈا میں اسٹور کا مالک اسے پسند نہ کرے جبکہ اس کے اسٹور میں پہلے ہی بہت زیادہ سامان پڑا ہے۔ جو خریداروں کا انتظار کر رہا ہے۔

دریائے دولگا کے جہاز کا ایک مزدور:

یہ معمر مزدور سٹالن گراڈ کی جنگ میں حصہ لے چکا ہے جب وہ کام سے فارغ ہونے کا ذکر کرنے لگا تو ہنس پڑا اس کا خیال ہے کہ وہ 55 سال کی عمر میں ریٹائرڈ ہو جائے گا اور اسے پوری پنشن ملے گی جب ڈیزل انجن اس کے جہاز میں نصب ہوگا تو اسے ریٹائرڈ کر دیا جائیگا۔

سفید کالر خودکاری

حال ہی میں کینڈا کے ''فنانشل پوسٹ'' نے بیس ہزار سالانہ تنخواہ حاصل کرنے والے منیجروں کو از حد خوف زدہ کر دیا اس میں ایک مضمون میں بتایا گیا تھا کہ بڑی کمپنیوں نے دفتری کاموں کیلئے خودکار مشین نصب کر کے بڑی بڑی تنخواہیں حاصل کرنے والے منیجروں کو فارغ کر دیا ہے اور اس طرح اپنے فائدے میں اور اضافہ کیا ہے۔ بڑے عہدوں اور تنخواہوں والوں کے علاوہ دیگر دفتر میں کام کرنے والوں کو ان خودکار مشینوں سے خطرہ لاحق ہے اگر آپ کسی فرم کے مالک ہیں تو آپ کو بیروزگاری کا خطرہ نہیں ورنہ آپ کی

Scanned by CamScanner

صلاحیت تجربہ اور تعلیم بھی خودکار آلات کے مقابلہ میں آپ کی ملازمت بچا نہیں سکتی۔

اس کے برعکس سوویت یونین میں منیجروں اور سفید کالر کارکنوں کا مستقبل کیا ہے! عام جائزہ کے علاوہ ہم نے ان کی دفتری خودکاری کے ماہرین کی پہلی کانفرنس میں شمولیت سے بنیادی حقائق معلوم کئے ہیں۔ جو آپ کی دلچسپی کا باعث ہوں گے۔

-اس وقت ہمارے دفتری کام کیلئے خودکار مشینوں کی ساخت سوویت روس سے ترقی یافتہ ہے۔

-بہر حال وہاں اس پہلی کانفرنس میں پانچ سو سائنس دان اور انجینئرز شامل ہوئے، یہ ماہر انتہائی ترقی یافتہ کمپیوٹرز (الیکٹرک دماغ) سے کام لے رہے ہیں۔

-چونکہ ان کے ہاں کاروباری مقابلہ نہیں لہٰذا وہ خودکاری کا بہت بڑا مرکز قائم کر سکتے ہیں جو بیک وقت کئی دفاتر کی ضروریات پوری کر سکتا ہے ولادیمیر سٹاروسکی جو سوویت یونین کے مرکزی اعداد و شمار کے سربراہ ہیں اور جو خودکاری کے سائنس دان بھی ہیں انہوں نے ہمیں بتایا۔

-1959ء اور 1965ء کے درمیان سوویت یونین خودکار اعداد جمع کرنے والی مشینوں میں 45 فیصد اضافہ ہوگا۔

-ایک ہزار سے زیادہ جمع تقسیم کرنے والی نئی مشینیں اور کئی سو کمپیوٹنگ کے مراکز اور چار ہزار مشینیں دفتروں میں نصب کی جائیں گی۔

-1965ء تک حساب کا تمام کام مشینی خودکاری سے ہوگا اور اس سے لاکھوں سوویت کلرک کام سے سبکدوش کر دیئے جائیں گے اور انہیں کسی اور کام پر لگایا جائیگا۔

اکتاہٹ سے آزادی

ان کے سفید کالر (کلرکوں) کے لئے خودکاری کا ایک منصوبہ تو واقعی ہمارے لئے حیران کن تھا کینیڈا میں ایسا منصوبہ تو کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتا یہ منصوبہ ماسکو تعمیراتی کمپنی کے انجینئروں نے تیار کیا ہے اور وہی اس کے نگران ہیں۔ لیکن یہ کمپنی واحد نہیں بلکہ یہ ایک بہت بڑا ادارہ ہے جس کے کئی شعبے ہیں اور اس ادارہ کے مالک ماسکو کے لوگ ہیں۔ سوویت کے دارالحکومت میں جو نئے مکانات کے نئے سلسلے دیکھے جاتے ہیں یہ ادارہ انہیں تعمیر کر رہا ہے۔

شاید آپ کو معلوم ہو کہ کسی بڑے ٹھیکیدار کے دفتر میں کتنا کاغذی کام ہوتا ہے مزدوروں کی فوج کی فوج کا

Scanned by CamScanner

حساب رکھنا آسان نہیں۔ وہ کتنا سامان استعمال کرتی اور مشینری اور ٹرک اور پھر عمارتوں کا جائزہ وغیرہ بہت وسیع کام ہے۔ اور پھر موسم کی اچانک تبدیلی انسانوں کے بہترین ایسے تعمیری منصوبوں کا ستیاناس کر سکتی ہے۔

- یہ تعمیری ادارہ، سپلائی، گودام، فیکٹری، ٹرکوں کا ڈپو، اوزاروں کا مرکز اور زیر تعمیر رقبہ صرف ایک بہت بڑے الیکٹرک کمپیوٹر کے تحت کرنا چاہتا ہے۔
- ریڈیو کے ذریعہ کمپیوٹر (مشینی ذہن) چالیس ہزار رپورٹیں وصول کرے گا اور یہ یاد رکھے گا کہ ایک مزدور نے کتنا کام کیا ہے۔ اور سامان کب اور کیسا چاہئے اور موسمی پیش گوئی بھی کرے گا۔
- یہ کمپیوٹر صرف کارگذاری کا ریکارڈ نہیں رکھے گا بلکہ ہدایات بھی جاری کرے گا۔ مسائل کو حل کرے گا۔ اور تعمیراتی کام کے تمام شعبوں کو بڑی خوبی سے چلائے گا۔

سوویت یونین کے لاکھوں آدمی خصوصیت سے نوجوان اس ترقی یافتہ خودکاری کے منصوبے کے بارے میں پڑھتے اور باتیں کرتے ہیں۔ وہ اس خودکاری کو خوش آمدید کہتے ہیں اور انہیں یقین ہے کہ خودکاری انہیں بے روزگار نہیں کرے گی بلکہ اس سے ہماری موجودہ پیچیدہ دنیا میں اکتا دینے والے روزمرہ کے معمول میں ایک تنوع پیدا ہوگا اور لاکھوں آدمی سخت مشقت سے محفوظ رہیں گے۔

سنہری مستقبل کس کا ہے؟

آپ نے اس کتاب کے تیسرے باب میں دیکھا ہوگا کہ امریکی صنعت کاروں کو یقین تھا کہ "خود کاریت" سنہری مستقبل کی دہلیز پر لے آئی ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس نکلی۔ خودکار مشینوں نے لاکھوں مزدوروں کو بیروزگار اور نان ونفقہ سے محروم کر دیا ہے اور یہ اس زمانہ کی عجیب علامت ہے کہ دوسری دنیا یعنی سوویت یونین میں خودکاری سے وہی حاصل ہو رہا ہے جو ہمارے صنعت کاروں کے بیان کے مطابق آزاد معیشت میں ممکن تھا۔

مختصراً یہ:

- خودکاری طویل اوقات کار کو کم کرتی ہے جان توڑ مشقت اور اکتا دینے والے کاموں سے آزادی دیتی ہے۔
- ذاتی استعداد بڑھانے، تفریح کرنے کی آزادی دیتی ہے۔

Scanned by CamScanner

-بہتر صحت قائم رکھنے اور تکلیف دہ بڑھاپے سے پہلے ریٹائرڈ ہونے کی آزادی دیتی ہے۔

-خودکاری سے بہتر اور سستی اشیاء کو حسب مرض خریدنے کی آزادی دیتی ہے۔ کیونکہ ہر کارکن کی پیداوار کی استطاعت بڑھتی ہے اور اسے زیادہ معاوضہ ملتا ہے اور اسے دل کھول کر خرچ کرنے کی آزادی ہوتی ہے۔

-ساری زندگی جان توڑ مشقت سے آزادی دیتی ہے۔

آپ انہیں روزمرہ کی سہولتیں کہہ سکتے ہیں، جو لوگ خودکاری کے سبب حاصل کر سکتے ہیں لیکن حال ہی میں مغربی یورپ کے سائنس دان سوویت یونین میں خودکاریت کی ترقی اور وسعت کو دیکھ کر حیران رہ گئے ہیں۔

Khan Shaheed Library

Scanned by CamScanner

5

خوشحالی کی منصوبہ بندی کرنیکی آزادی

خودکاری اتنی نئی ہے کہ جولائی 1960ء میں اس کی پہلی بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی۔آپ نے اخبارات میں دیکھا ہوگا کہ خودکاری کے سائنس دانوں نے کس جگہ مل بیٹھنے کا فیصلہ کیا ہے۔کانگریس کے قیام کا اعلان مغربی دنیا میں کئی مدیروں کیلئے حیران کن بات تھی۔کانگریس سوشلسٹ دنیا کے مرکز ماسکو میں منعقد کرنے کا فیصلہ ہوا تھا۔

سوال یہ ہے کہ ماسکو کیوں؟ نیو یارک یا لندن کیوں نہیں؟ اس کے بظاہر دو متضاد سبب معلوم ہوتے ہیں، پہلا سبب تو یہ ہے کہ مغربی دنیا کے وہ سائنسدان جو سوویت روس کا دورہ کر آئے تھے۔انہیں یقین تھا کہ وہ سوویت خودکاری سے کچھ نہ کچھ سیکھ سکیں گے اس لئے ماسکو کو کانگریس کیلئے منتخب کیا گیا۔دوسرا سبب یہ تھا کہ امریکی سائنس دان جو ماسکو کی اس کانگریس میں شمولیت کیلئے تیار ہو گئے تھے ان کا خیال تھا کہ وہ سوویت خودکاری تحقیقات سے کہیں آگے ہیں اور وہ واپس اپنے ملک آکر پروپیگنڈہ کریں گے اور یہ ان کی کامیابی ہوگی، لیکن ہوا کیا؟ ''ایسوسی ایٹڈ پریس'' کی رپورٹ ملاحظہ فرمایئے:

-مغربی سائنس دانوں نے جب سوویت خودکاری کا ادارہ اور ٹیلی تکنیک کا مشاہدہ کیا تو انہیں معلوم ہوا۔ اس سلسلے میں روس مغربی دنیا سے کہیں ترقی یافتہ ہے۔

-امریکی پروفیسر رونس ارلڈن برگر (پرڈو یونیورسٹی) نے نیو یارک ٹائمز کو بتایا ''سوویت یونین خودکاری کے سلسلے میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے پیچھے ہے۔''

-لیکن ''ایسوسی ایٹڈ پریس'' ان الفاظ میں پروفیسر کو جھٹلاتی ہے ''مغربی ماہرین کہتے ہیں کہ خودکاری میں سوویت یونین کی کامیابی نے انہیں حیران کر دیا ہے۔''

-کانگریس کے ایک مندوب نے صاف الفاظ میں کہا ''ان کی ترقی نے ہمیں قدرے جھنجھوڑ دیا۔''

ہم خودکاری کے ماہرین ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے لیکن ہم نے سوویت کی پانچ جمہوریتوں اور چند فیکٹریوں اور خودکاری کے جن مراکز کو دیکھا اور وہاں کے عملہ سے جو بات چیت کی اس سے ہمیں خاصی معلومات حاصل ہوئیں لیکن جب ہم واپس اپنے وطن آئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔کینڈا کے اخبارات نے اپنے قارئین کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں سمجھی کہ مغربی سائنس دان سوویت یونین میں کیا دیکھ کر

Scanned by CamScanner

حیران رہ گئے تھے آخر یہ اسرار کیا ہے۔

کیچڑ اور سائبر نیٹکز

یوکرائن میں ایک روز چند انجینئر ہمیں خوبصورت ڈینسپر دریا کے کنارے لے گئے کنارے کی نچلی سطح پر جہاں دلدل تھی وہاں انہوں نے ایک بہت بڑی مشین نصب کر رکھی تھی۔ یہ مشین چوبیس گھنٹے مسلسل چل رہی تھی اس سے دلدل کا کیچڑ کھینچا جاتا اور بڑے بڑے پائپوں کے ذریعہ فاصلے پر پھینک دیا جاتا تھا اور اس طرح خشک زمین پر ایک نئی بستی بسائی جا رہی تھی۔

دیو ہیکل مشین کیسے کام کرتی ہے آپ کو ایک نئے لفظ سائبر نیٹکز کا مطلب جاننا ضروری ہے۔ سائبر نیٹکز ایک نئی سائنس ہے جس کا مطلب ہے کہ ہر عمل اور تحریک پر خودکار آلوں سے قابو پایا جائے۔ اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ سوویت مشینیں کیسے کام کرتی ہیں۔

۔ کیچڑ کھینچ کر زمین کو خشک کرنے والی دیو ہیکل مشین چلانا انسانی کام نہیں کیونکہ کیچڑ، ریت، پتھر اور پانی کی قمدار اور رفتار ''مشین کے منہ'' کی سمت بدلنے سے بڑی تیزی سے بدلتی ہے۔

۔ طاقتور الیکٹرک موٹروں کی رفتار تیز اور کم کرنا پڑتی ہے۔ دباؤ کو احتیاط سے دیکھنا پڑتا ہے۔ پمپ اپنا کام معمول کے مطابق کریں اور مشین خود سے پہلے تعین کئے ہوئے راستہ پر کام کرے۔

۔ انسانی آپریٹر کتنے ہی ہوشیار اور ماہر کیوں نہ ہوں لیکن وہ ہر چیز پر نگاہ نہیں رکھ سکتے۔ کیونکہ وہ ایک سکینڈ میں کنٹرول بدل نہیں سکتے سائبر نیٹکز نے کام سنبھال لیا ہے۔ آپ کنٹرول کے تختے پر انجینئرز کو بیٹھے ہوئے دیکھتے ہیں وہ خودکار کنٹرول کے آلوں پر نگاہ رکھے ضرورت کے مطابق کوئی نہ کوئی آلہ گھماتا یا کوئی بٹن دباتا ہے۔ اور موٹریں حسب منشا تیز یا سست رفتار ہو جاتی ہے الیکٹرک میٹر بھی نصب ہے جو کیچڑ، ریت اور پانی کے نکاس کی مقدار بتاتا ہے۔ اتنی تیزی سے کام ہوتا ہے کہ آنکھ جھپکتے ہی اچھا خاصا رقبہ کیچڑ سے صاف ہو جاتا ہے۔

اس سے مزدوری بچانا ہی مقصد نہیں، بہتر کارکردگی اور تیز رفتاری، ان خودکار مشینوں سے حاصل ہوتی ہے ۔ سائبر نیٹکز کنٹرول مشین 25 فیصد زیادہ کیچڑ یومیہ کھینچتی ہے اور پاور کم خرچ کرتی ہے۔ آلات بھی کم گھستے ہیں۔

کیا ہم ایسی مشین کینڈا میں استعمال نہیں کر سکتے؟ کیوں نہیں،

Scanned by CamScanner

ہم ان مشینوں سے کام لے سکتے ہیں۔ بہر حال یہ تو نمبر ایک خود کار مشین ہے۔ ہم ٹرینوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

سائبر نیٹکز کے ذریعہ مال برداری

کچھ عرصہ پہلے مغربی سیاح سوویت ریلوے نظام کو اپنے ہاں کے نظام سے کم تر جانتے تھے ہم نے بھی سوویت یونین کی ریلوے میں یہی دیکھا وہاں بھاپ سے چلنے والے انجنوں کی جگہ ڈیزل انجنوں نے نہیں لی۔ وہاں ریل گاڑیوں کی رفتار سست ہے۔ لیکن ہمارے کینڈین ماہرین ریلوے چند نئے حقائق کو جانتے ہیں۔

آج سوویت یونین میں 75000 میل ریلوے لائن ہے جو 44 علیحدہ اور دور دراز رقبوں میں پھیلی ہوئی ہے۔

اس ریلوے لائن پر مال برداری کی مقدار اتنی ہے جو کینڈا، برطانیہ، امریکہ، فرانس اور جرمن مشترکہ ریلوے لائنیں بھی نہیں اٹھاتیں اور ہر سال کارکردگی میں اضافہ ہو رہا ہے۔

روس میں الیکٹرک انجن زیادہ تعداد میں چلائے جا رہے ہیں۔

ماسکو میں خود کاری کی کانگریس میں مغربی سائنسدانوں نے تعجب سے ان حقائق کا جائزہ لیا ہے۔

- حساب دان ایک دیو ہیکل کمپیوٹر تیار کر رہے ہیں جسے الیکٹرونک دماغ کہا جاتا ہے۔
- اس مشین کے خصوصی حافظے میں نہ صرف ہر مال بردار گاڑی کا نمبر محفوظ ہوگا بلکہ اسے معلوم ہوگا کہ مال بردار گاڑی کہاں ہے۔
- مزید برآں کمپیوٹر یہ بتائے گا کہ مال بردار گاڑی میں کیا لدا ہے یا وہ خالی ہے۔
- اور یہ گاڑی کہاں سے آئی ہے اور کہاں جا رہی ہے۔ اور اس پر لدے ہوئے مال کی کیا ضرورت ہے۔

لیکن یہ تو صرف ابتداء ہے کمپیوٹر دیگر معلومات بھی مہیا کرے گا۔ وہ تمام مال جو اس ریلوے لائن پر جانا ہوگا، کب جائے گا وہ پہلے ہی اس کی اطلاع دے گا۔ اتنا گنجلک کام، انسانی دماغ یا کلرکوں کا پورا دفتر نہیں کر سکتا، سائبر نیٹکز کمپیوٹر یہ کام کر سکے گا حالانکہ یہ مشین جس طرح ہم سوچتے ہیں ایسا نہیں سوچتی لیکن وہ اعداد و شمار کو جمع تقسیم اتنی رفتار سے کر سکتی ہے جو انسانی ذہن کے بس کا روگ نہیں اور وہ یہ بھی حاصل کر سکتی ہے۔

Scanned by CamScanner

-ایک واحد ریلوے نظام میں وہ مال بردار گاڑیوں کی آمدورفت کو چلا سکتی ہے۔

- یہ کام بہت تیز رفتاری اور کم لاگت سے ہوگا۔

- یہ بتائے گی کہ گاڑیاں وقت پر تیار ہیں اور مال اٹھا سکتی ہیں۔

- اور وہ فصلوں کے موسم کو بھی مدنظر رکھے گی اور موسمی تغیر کے مطابق ردوبدل کر سکے گی۔

اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ریلوے سائبرنیٹکز (خودکاری کنٹرول) ریلوے کی ہر لائن اور اس کے ذریعہ مال پہنچانے والے اداروں کا وقت کم خرچ ہوگا اور سالانہ لاکھوں ڈالر کا فائدہ ہوگا۔

اور جب وہ اپنے 44 کمپیوٹروں کو ایک بڑے کمپیوٹر سے ملا دیں گے اور صرف ایک کمپیوٹر (مال برداری کا ذہن) تمام لائنوں کو کنٹرول کرے گا اس سے انہیں کروڑہا ڈالر بچیں گے۔

اس کے علاوہ وہ ایسے ریلوے کمپیوٹروں کو مال برداری کے دیگر ذرائع، ہوائی سروس، ٹرک سروس اور دریائی راستوں پر بھی استعمال کرنے کا منصوبہ تیار کر رہے ہیں ابھی اس نظام سے جو بہت بڑی رقم کا فائدہ ہوگا اس کا انہوں نے اندازہ نہیں لگایا۔ اور یہ سب سائنٹفک طریقہ "سائبرنیٹکز" کے ذریعہ ہوگا۔

قدرے حیرانگی

کینیڈا، برطانیہ اور امریکہ اور غیر سوشلسٹ ممالک کے سائنس دانوں نے جب سوویت سائبرنیٹکز نظام کا مطالعہ کیا تو وہ واقعی حیران ہو گئے بے شک ہمارے سائنس دان اتنے عقلمند ہیں کہ وہ ایسا مال برداری کا یہ بندوبست اپنے یہاں بھی بنا سکتے ہیں لیکن وہ ایسا نہیں کریں گے ان کیلئے یہ نیا بندوبست ناقابل عمل ہے۔ کیوں؟ اس کا جواب ان حالات کے پس منظر میں ملے گا جو سائنس اور اقتصادیات سے متعلق ہونے کے باوجود عام آزادی سے بھی تعلق رکھتا ہے۔

-سوویت یونین میں سوشلسٹ نظام کے تحت تمام ریلوے قومی ملکیت ہے اور وہ لوگ اس کے ذریعہ مال منگواتے اور بھیجتے ہیں ان میں کوئی تجارتی مقابلہ نہیں۔

-اس لئے یہ قومی اور عوامی مفاد کا تقاضا ہے کہ ایسا سائنٹفک طریقہ استعمال کیا جائے جس سے ریلوے اور مال برداری کے کام میں زیادہ بہتری پیدا ہو کیونکہ دونوں شعبے عوام کی ملکیت ہیں۔

-ہماری آزاد دنیا میں جہاں سرمایہ پرستی کا نظام رائج ہے تقریباً عام ریلوے اور اس کے ذریعہ مال لانے اور لے جانے والے نجی ادارے ہیں اور وہ آزاد تجارتی مقابلہ کے تحت کام کرتے ہیں

Scanned by CamScanner

ہمارے ہاں مال برداری کا ایک مرکز قائم کرنے کی تجویز ہی احمقانہ ہے کیونکہ یہ ہمارے نظام کے بنیادی اصول (یعنی فرد کو زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنے کی آزادی ہے) کے خلاف ہے۔

ریلوے کے تمام گاہک ایک دوسرے سے تجارتی مقابلہ کرتے ہیں ہر گاہک سستی اور تیز سروس کا مطالبہ کرتا ہے فرض کیا ریلوے اگر اپنے تمام گاہکوں سے یکساں سلوک کرے اور انفرادی مطالبہ کو نظر انداز کرے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ اس سے آزاد تجارتی مقابلہ میں گڑبڑ پیدا ہوگی۔

-مثال کے طور پر کینڈا کی جوتے بنانے کی اجارہ دار سمتھ شوکارپوریشن کیا کرے گی؟ اگر ریلوے یہ فیصلہ کرے کہ قومی کارکردگی کے پیش نظر ستمبر اور اکتوبر کے مہینوں میں جوتوں کی مال برداری بہتر نہیں بلکہ ان مہینوں میں اناج اور دیگر اشیاء کی مال برداری کی جائے۔

-ذرا خیال فرمایئے کہ جنرل موٹرز کے مرکزی دفتری میں کیا ردعمل ہوگا؟ جب ریلوے یہ فیصلہ کرے کہ اس کے مدمقابل فورڈ کمپنی کو لوہا پہنچانا زیادہ بہتر ہے اور جی ایم سی کمپنی چند ہفتے انتظار کرے کیونکہ ''سائبرنیٹکز دماغ'' کا یہ فیصلہ ہے۔

-فرض کیجئے کہ اگر یہ ''دماغ'' فیصلہ دے کہ فوراً سڑکوں سے بڑے بڑے ٹرک ہٹا دیئے جائیں اور ریلوے کی مال بردار خاص گاڑیوں کو استعمال میں لایا جائے تو ''ٹرک لائن'' کے مالکان ایسے فیصلے کو تسلیم کریں گے؟

سوویت یونین کے سوشلسٹ نظام میں صنعت کار ایک دوسرے سے کاروباری مقابلہ نہیں کرتے اس لئے ان کے کاریں بنانے والے ایک دوسرے کا مقابلہ نہیں کرتے بلکہ آپس میں تعاون کرتے ہیں شعبہ مال برداری سے متعلق تمام افراد سائنٹفک بندوبست کو لبیک کہتے ہیں تاکہ ان کے مال پہنچانے اور لانے میں تیز رفتاری اور بہتری ہو کوئی سوویت کارخانہ یا بڑے سٹور مواصلات کے نئے نظام کی مخالفت نہیں کرتا کیونکہ وہ باہمی معاشی ترقی اور بھلائی کیلئے کام کرتے ہیں۔

ترقی اور تباہی-یا سائبرنیٹکز

ہماری بڑی بڑی کمپنیاں اپنے کاروبار میں خودکار مشینوں سے مدد لیتی ہیں وہ سارے ملک سے اعداد و شمار جمع کرتے ہیں اور انہیں کمپیوٹر کو دیتے ہیں اور جلد ہی انہیں مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں کہ ان کی مصنوعات کی فروخت کا کیا حال ہے اور کون سی چیز فروخت نہیں ہوسکی اور صارفین ادھار پر لی ہوئی اشیاء

Scanned by CamScanner

کی ادائیگی کس رفتار سے کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ بندوبست نجی ملکیت کی کمپنیوں میں بڑا مفید ثابت ہوا ہے لیکن اس بندوبست کو اپنے آزاد معاشیات کے نظام پر لاگو کر سکتے ہیں! ''ڈیسٹنگ ہاؤس'' کبھی کوئی تجارتی راز ''جنرل الیکٹرک'' کمپنی کو بتانے کیلئے تیار نہیں ہوگی! اور کسی صورت میں یہ برداشت نہیں کرے گی کہ ایک ''سائبرنیٹک کمپیوٹر'' ان دو عظیم اداروں کی فروخت کا لائحہ عمل تیار کرے اس سے آزاد تجارتی مقابلہ ختم ہو جائے گا۔

اس کے برعکس سوشلسٹ دنیا میں ایسا کوئی تجارتی مقابلہ نہیں اس لئے ان کے اقتصادی اور معاشی منصوبہ بنانے والے نئے اور سودمند ترقی یافتہ سائبرنیٹک آلات کو اپنے ملک میں رائج کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔

- سارے سوویت یونین سے ہزاروں کاروباری صنعتی اور زرعی اعداد و شمار ہر گھنٹے ایک دیوہیکل کمپیوٹر مرکز میں جمع ہوتے رہیں گے۔
- سوویت کے کسی کاروباری اور صنعتی ادارے کا کوئی راز نہیں۔ کیونکہ تمام کاروبار اور صنعت عوامی ملکیت ہے۔
- اس کا مطلب یہ ہے کہ قوم کے اقتصادی اعداد و شمار، ہر لمحہ بڑھتے رہیں گے اور اتنی وسیع معلومات کو انسانی ذہن مدغم کرنے اور اسے جانچنے کی طاقت نہیں رکھتا۔
- اس کا جواب سائبرنیٹکز یعنی الیکٹرونک کمپیوٹرز ہیں جو پیچیدہ اعداد و شمار کو آسان وار انہیں شعبہ اور کرے گا اور ہر وقت یہ بتا سکے گا کہ قومی معاشیات کی رفتار کیا ہے اور آئندہ مشکلات کو کیسے دور کیا جا سکتا ہے۔
- آخر یہ خودکار مشینیں جن سے غلطی کا امکان نہیں وہ اپنے مرتب کئے ہوئے اعداد و شمار کو تجربہ کار اور ذمہ دار افراد کے سپرد کرے گی جو ان پر مشتمل اقتصادی منصوبہ بندی کر سکیں گے۔

سوویت یونین کے سوشلسٹ نظام کے بارے میں آپ کا کیسا ہی خیال کیوں نہ ہو لیکن آپ اس ایک حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے۔ جسے تمام ماہرین اقتصادیات نے تسلیم کیا ہے۔ سوویت یونین کی منصوبہ بندی کا مقصد اپنے معاشی نظام میں توسیع کرنا ہے اس طرح وہ ہمارے ہاں کے اغلاط پذیر رجحانات یعنی کساد بازاری یا افراط زر سے محفوظ رہتے ہیں۔ دیگر الفاظ میں منصوبہ بندی سے ان کا مقصد قوم کے اقتصادی نظام کو ہمیشہ اور ہر حالت میں روبہ ترقی رکھنا ہے۔

Scanned by CamScanner

کیا روسی اپنے اس مقصد کو حاصل کر سکیں گے؟ یعنی ہر سال اور مستقبل بعید میں اپنی معاشی ترقی کو قائم رکھ سکیں گے۔ ہم نے جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا، خصوصیت سے اپنی ترقی پر ان کے بے پناہ اعتماد کے مدنظر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پائیدار خوشحالی کے متعلق ان کے منصوبوں کو رد نہیں کیا جا سکتا دراصل فی الحال ان کی تمام تر توجہ اس امر پر مرکوز ہے کہ معاشی انحطاط کے امکانات کو ختم کر دیا جائے اس سلسلے میں کئی ٹیکنیکل مسائل پیدا ہو چکے ہیں ان کی اقتصادی کامیابی نے سوشلسٹ نظام کو بہت وسیع و عریض حجم دیا ہے اس لئے وہ اب ٹیکنیکل مدد کیلئے سائبرنیٹکز کی طرف توجہ دے رہے ہیں۔

اس شعبہ کے ماہرین نے ہمیں بتایا کہ سوویت روس میں سائنس دان اور حکومت کے رہنما آئندہ ترقی کی پیش گوئی کرتے ہیں جب خودکاری کنٹرول کا نظام مکمل ہو جائے گا۔ تو ان کے خیال میں اقتصادی ترقی کی رفتاری اور تیز ہو جائے گی چند لوگ تو جلد ہی غیر معمولی ترقی کی توقع رکھتے ہیں۔

بہرحال وقت ہی بتائے گا لیکن فی الحال آپ ایک عجیب مذاق کو دیکھ سکتے ہیں۔ جس سے خودکاری کانگریس میں مغربی دنیا کے سائنس دان مندوبوں کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پیدا کی تھی۔

-سب سے پہلے سائبرنیٹکز امریکہ میں ایجاد ہوئی جو غیر سوشلسٹ ممالک کی ترقی یافتہ قوم ہے۔

-اور چند سال تک یہ نئی سائنس امریکی تجربہ گاہوں میں بڑی سرعت سے ترقی کرتی رہی۔

لیکن سائبرنیٹکز کا مستقبل سوشلسٹ دنیا سے وابستہ ہے اس کا آزاد معاشرے میں کوئی مستقبل نہیں کیونکہ باضابطہ اقتصادی نظام جو عوامی ملکیت پر مبنی ہو اس سے ہی نظام حکومت، کارکنوں، سائنس دانوں اور منیجروں کو خوشحالی کی منصوبہ بندی کی آزادی دے سکتی ہے۔

Khan Shaheed Library

Scanned by CamScanner

6

مریض کیلئے آزادی

آپ آر، بی بینٹ کو نہیں جانتے ہوں گے وہ معاشی کساد بازاری کے زمانہ میں کینڈا کا وزیر اعظم تھا۔ مغربی دنیا میں اسے بڑی شہرت حاصل تھی۔ کیونکہ اس نے بے کار مزدوروں پر پولیس کو تشدد کا یوں حکم دیا جیسا کہ وہ مطلق العنان حکمران ہو، اور اس نے ہمارے اخبارات اور کارٹونوں اور تاریخ میں ایک خاص مقام حاصل کیا تھا۔ ایک قدامت پسند سیاست دان نے اسے ''فولادی، مہمیز بینٹ'' کا نام دیا اور وہ اس نام سے مشہور تھا۔

1930ء میں ہمارے معاشرتی کارکن اور پادریوں نے بے روزگار مزدوروں کو فاقوں سے بچانے کیلئے مختلف تجاویز پیش کیں لیکن ''فولادی مہمیز بینٹ'' نے بڑے غصے سے ان تجاویز کو رد کر دیا۔ اپنی ایک تقریر میں جو مغربی دنیا کے تمام اخبارات میں بڑی شہ سرخیوں سے شائع ہوئی تھی اس نے اعلان کیا کہ اس کی حکومت ہرگز بیروزگار مزدوروں کی بھلائی کیلئے روپیہ خرچ کرنے کیلئے تیار نہیں، امداد کی تمام تجاویز کو اس نے ''بالشویزم کی وحشت'' قرار دیا۔

کئی سال گزر گئے کینڈا اور آزاد دنیا کے اکثر ممالک میں بیروزگاری کا بیمہ اور امداد مختلف صورتوں میں رائج ہو چکی ہے آج کل کوئی شخص حتیٰ کہ بینٹ کی قدامت پسند پارٹی کے وارث بھی ان اقدامات کو بالشویزم نہیں کہہ سکتے اگر وہ ''بوڑھا بینٹ'' ہماری دنیا میں آ سکے تو وہ اپنے مشہور جبڑے کو غصہ میں ہلاتے ہوئے دیکھتے کہ سوویت روس میں بالشویزم اب کیا کر رہی ہے۔

بیروزگار بستر پر

آپ نے ہماری آزادی نمبر 1 میں بے روزگاری کی بحث میں سقم محسوس کیا ہوگا۔ ہم نے ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو کام نہ ہونے کی وجہ سے بے روزگار تھے۔ لیکن آپ دوسرے سبب بیماری سے بھی بے کار ہو سکے۔

خوش حالی کے زمانہ میں بھی عام کینیڈین کنبہ کو بیماری کا خوف لاحق رہتا ہے، کیونکہ بیماری کسی کنبے کی روزی کمانے والے کو بے کار کرنے کا سبب بن سکتی ہے۔ ہمیں یہ بات اس وقت یاد آئی جب ہم کینیڈا سے

Scanned by CamScanner

ہزاروں میل دور سوویت روس میں پہنچے ایک عورت ہمیں ہمارے ہوٹل میں ملنے آئی اسے ہم کئی سال پہلے مل چکے تھے۔ ''مجھے اپنے دفتر جلد واپس جانا ہے کیونکہ مجھے کئی کام کرنے ہیں..... میں پانچ ہفتے تک کام پر نہیں جا سکی۔'' یہ کہہ کر وہ ہم سے رخصت ہوگئی آخر اسے ہوا کیا تھا۔ مختصراً یہ ہے:

-وہ سیڑھیوں سے پھسلی اور بری طرح نیچے گری اس کا چہرہ بند دروازے سے جا ٹکرایا۔

-ٹوٹی ناک اور دیگر چوٹوں کی وجہ سے وہ پورے پانچ ہفتے اپنے کام پر حاضر نہ ہو سکی۔

-لیکن اس تمام عرصے میں وہ اپنی تنخواہ کا 65 فیصد حاصل کرتی رہی۔

-اس سے ہمارا یہ مطلب نہیں کہ اسے حادثے کا خاص معاوضہ ملا تھا۔ سوویت روس کے تمام مزدور جب وہ بیماری یا حادثے کی وجہ سے کام پر حاضر نہ ہو سکیں تو انہیں اپنی تنخواہ کا 50 سے 90 فیصد ملتا ہے۔

آپ ایک بڑھئی کا معاملہ لیجئے جسے ہم کیف، یوکرائن کے ایک ہسپتال کی راہداری میں ملے تھے۔ وہ پیٹ کے پھوڑے سے روبصحت ہو رہا تھا۔

-اس کا پھوڑا خطرناک تھا۔ آپریشن ضروری تھا۔ مریض 22 روز ہسپتال میں رہا۔

-جب ہم اسے ملے وہ خاصا کمزور تھا۔ ڈاکٹروں نے ہمیں بتایا کہ وہ اسے پھر ''تیمارداری کے گھر'' میں ایک مہینے کے لئے بھیج رہے ہیں۔

-اس تمام عرصہ میں جب کہ وہ اپنے کام پر حاضر نہیں ہو سکا اسے ہر ہفتہ اپنی تنخواہ کا 70 فی صد ملتا رہا۔

یہ کوئی مخصوص معاملہ نہیں، ہم ذاتی طور پر ایسے کئی سوویت شہریوں سے ملے ہیں جو زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں انہیں بھی یہ مراعات حاصل ہیں مثال کے طور پر جمہوریہ ازبک میں ہم ایک وجیہہ جوان سے ملے جو بھیڑوں کی افزائش نسل کے فارم میں کام کرتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں خاص تکلیف ہوگئی۔ اسے بذریعہ طیارہ تاشقند آنکھوں کے شفاخانے میں بھیجا گیا۔ ماہرین امراض چشم نے اس کا علاج 90 دن تک کیا اور پھر اسے واپس کام پر بھیج دیا لیکن دو مہینے کے بعد اسے پھر واپس علاج کے لئے آنا پڑا۔ کام سے غیر حاضری کے تمام عرصہ میں اسے تنخواہ کا 75 فیصد ملتا رہا۔

کینیڈا میں کئی لوگ ایسے ملیں گے جو سوویت روس دیکھ آئے ہیں، وہ وہاں کی علاج معالجہ کی مفت سہولتوں کی تعریف کرتے ہیں لیکن ہم علاج معالجہ کی مفت سہولتوں کا ذکر نہیں کرتے۔ جب آپ سوویت ہسپتال میں کسی مریض سے بات چیت کریں تو آپ محسوس کریں گے کہ بیماری کے سبب ان کی ملازمت کو کوئی

Scanned by CamScanner

خطرہ درپیش نہیں ہوتا اور نہ انہیں بے روزگاری کا خوف ہوتا ہے۔مفت علاج اور ہسپتال میں مفت قیام کے علاوہ:

-وہ جتنی مدت کام کرتے رہے ہوں۔اس حساب سے انہیں اس وقت تک نصف تنخواہ ملتی رہتی ہے۔ جب تک ڈاکٹر انہیں کام کرنے کے قابل نہ سمجھے۔

-اس کی اہمیت یہ بھی ہے کہ ان کا قانون یہ وضاحت کرتا ہے کہ بیمار یا زخمی افراد کو ملازمت سے سبکدوش نہیں کیا جاسکتا جب وہ تندرست ہو جائیں تو انہیں ان کی ملازمت واپس مل جاتی ہے۔اگر وہ بیماری کے سبب کمزور ہو گئے ہوں تو انہیں کوئی ہلکا کام دیا جاتا ہے۔

-شادی شدہ عورتیں، جب اپنے کسی بیمار بچے یا شوہر کی تیمارداری کے لئے گھر پر رہیں تو انہیں تنخواہ کا خاصا حصہ ملتا رہتا ہے۔

اگر آپ اپنی روزی خود کماتے ہیں اور کبھی سخت بیمار ہوئے ہیں۔صاحب فراش کو اپنے روزگا کی فکر نہ ہو اور آمدنی بھی جاری رہے تو پھر ہی آپ اس بات کی قدر جان سکتے ہیں۔

-حادثے اور زچہ

ہم کینیڈا میں حادثے کی صورت میں معاوضہ جس معنی میں کہتے ہیں یعنی کارکنوں کو کام کے دوران اگر وہ حادثے سے دوچار ہو جائیں یا بیمار پڑ جائیں تو انہیں مخصوص رقم ادا کی جاتی ہے تقریباً یہی اصول سوویت یونین میں ہے لیکن ہمارے ٹریڈ یونین کے کارندے اس میں اہم عملی اختلاف بھی دریافت کر سکتے ہیں۔ سوویت یونین میں حادثے اور بیماری کی تنخواہ فوراً ادا کی جاتی ہے کینیڈا میں ایسے معاملوں میں ''انتظار کا عرصہ'' ضروری ہے۔

کام پر بیماری یا حادثہ کے بعد مزدور کو سو فیصد تنخواہ ملتی رہتی ہے بہر حال جب آپ سوویت یونین کی عورتوں اور ان کے خاوندوں سے بات چیت کریں تو آپ کو حادثاتی معاوضہ کے بارے میں ایک انوکھی بات ملے گی۔سوویت یونین میں حاملہ عورتوں یا لڑکیوں کو برطرف نہیں کیا جاسکتا۔غیر شادی شدہ لڑکیاں بھی حاملہ ہونے کی صورت میں اس رعایت کی حق دار ہیں۔

لیکن قانونی لحاظ سے انتظامیہ کو یہ کرنا پڑتا ہے۔

اگر ڈاکٹر کہے تو حاملہ عورتوں کو ہلکے کام پر لگایا جاتا ہے۔

Scanned by CamScanner

بچے کی پیدائش سے پہلے 56 روز اور 56 ہی دن بعد میں اسے رخصت ملتی ہے 112 دنوں کی اسے پوری تنخواہ ملتی ہے۔

زچہ کو اپنے پرانے کام پر لگانا ہوتا ہے البتہ اگر ڈاکٹر ہلکا کام تجویز کرے تو ادارے کی انتظامیہ کو اس کا انتظام کرنا پڑتا ہے لیکن اس کی تنخواہ میں کوئی کمی نہیں ہو سکتی۔

سوشلسٹ نظام میں زخمی اور بیمار مزدوروں کو تمام ادائیگی اور اس ادائیگی کے بارے میں تمام سوالات وہاں کی ٹریڈ یونین حل کرتی ہے۔

ان سہولتوں پر جو بہت بڑی رقم ٹریڈ یونینیں صرف کرتی ہیں انہیں یہ رقم قومی فنڈ سے ملتی ہے اس رقم کو حکومت یا کارخانہ کی انتظامیہ خرچ نہیں کر سکتی یہ ٹریڈ یونینوں کی اپنی ذمہ داری ہے۔

تباہی کی قیمت

''ٹورنٹو سٹار'' اپنی 6 ستمبر 1960ء کی اشاعت میں لکھتا ہے، کینیڈا میں علاج معالجے کا خرچ بہت زیادہ ہو گیا ہے۔ اس میں اضافہ زندگی کے عام اخراجات سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کے ایک مہینے بعد مونٹریل کے مشہور ڈاکٹر پرسٹن روب نے اپیل کی کہ ''بیمہ بیماری'' کا بندوبست کیا جائے۔ ''لوگوں کو خطرناک بیماریوں سے نجات دلانے کی کوشش کی جائے جس سے خاندان میں تباہی واقع ہو جاتی ہے۔''

اب چند حقائق ملاحظہ فرمایئے:

- کینیڈا کے ہسپتال میں مریض سے بارہ سال پہلے کی نسبت سو فی صد زیادہ رقم وصول کرتے ہیں۔
- ڈاکٹروں اور سرجنوں کی فیس، ایکسرے اور ادویات کے نرخ بہت بڑھ چکے ہیں۔
- کینیڈا میں امراض کے اعداد و شمار سے انکشاف ہوتا ہے کہ آج کل کینیڈا میں جتنی تعداد میں لوگ بیمار ہوتے ہیں ان کی صرف نصف تعداد ڈاکٹروں کے پاس علاج کرانے جاتی ہے۔

ہمیں مبالغہ سے کام نہیں لینا چاہیے۔ بلاشبہ کینیڈا میں اچھے خاصے علاج کے طریقے موجود ہیں۔ اگر مریضوں کو اپنے علاج پر زیادہ رقم خرچ کرنا پڑتی ہے تو اس کا سبب بہتر اور مہنگا علاج ہے۔ ڈاکٹر آج کل نسبتاً زیادہ زندگیاں بچاتے ہیں پھر بھی ڈاکٹر روب نے ''تباہی'' کے بارے میں درست کہا ہے کیونکہ اگر آپ سوشل کارکنوں یا پادریوں سے بات چیت کریں تو آپ کو معلوم ہوگا۔

- کینیڈا میں مفلس خاندانوں کے بڑی تعداد میں ایک یا اس سے زیادہ فرد سخت بیمار یا زخمی ہوئے یا تھے تو

Scanned by CamScanner

بیماری سے انہیں معاشی تباہی کا سامنا کرنا پڑا۔

۔صرف کم آمدنی والے کنبے ہی نہیں بلکہ خاص آمدنی والے مزدور اور متوسط طبقہ کے لوگ بھی مختصر عرصہ میں کسی خطرناک یا پیچیدہ بیماری سے اقتصادی لحاظ سے تباہ ہو سکتے ہیں۔

کئی بار آپ نے بیوپاریوں کو ''معاشرتی سلامتی'' جسے وہ ''پنگھوڑے سے قبر'' تک کا نام دیتے ہیں، اس پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو سوشلزم کو پسند نہیں کرتے وہ خصوصیت سے سوویت یونین پر نکتہ چینی کرتے ہیں اور یہ کہنے پر مصر ہیں۔ ''جب آپ معاشرتی سلامتی زیادہ دیتے ہیں تو آپ انفرادی آزادی چھین لیتے ہیں۔'' یہاں آپ آزادی کے مختلف معنی دیکھتے ہیں۔ کیونکہ مختلف آدمیوں کے لئے آزادی کا مختلف مطلب ہوتا ہے آزادی کے بارے میں زیادہ انتشار ہمارے اخبارات اور پارلیمنٹ نے پھیلایا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ جن آزادیوں کے بارے میں ہم گفتگو کرتے ہیں ان سے اس وقت فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ جب ہم اس کے لئے رقم ادا کرتے ہیں۔ جب آپ اپنا روپیہ کھو بیٹھتے ہیں تو بڑی خوش کن آزادی بھی غائب ہو جاتی ہے اور اس آزادی کو سوشلزم کے ذریعہ ''پنگھوڑے سے قبر تک'' معاشی سلامتی کا مطلب معلوم ہو جاتا ہے اگر آپ ان دو سوالات کو پیش نظر رکھیں۔

-اس کینیڈین کنبے کی حقیقی آزادی کا کیا ہوا جن کی پس انداز کی کوئی رقم کا آخری ڈالر بھی ڈاکٹر کے بل کی ادائیگی میں صرف ہو جاتا ہے اور کنبے کی روزی کمانے والے کو اب بھی قیمتی علاج کی ضرورت ہو۔

-کیا لوگ صحت اور معاشی سلامتی کے نظام میں ذاتی آزادی سے مستفید نہیں ہوتے جنہیں بیماری سے تباہی کے خوف اور بے روزگاری کے ڈر سے نجات ملتی ہے۔

اپنے ڈاکٹر کیلئے کام کرنا

وہ اخباری نامہ نگار جو سوشلسٹ دنیا کے خلاف ہیں وہ اپنا ایک پسندیدہ پیمانہ استعمال کر کے یہ بتاتے ہیں کہ سوویت یونین میں چند اشیاء کی قیمتیں زیادہ ہیں ان کا پیمانہ ملاحظہ فرمائیے۔

-ایک کینیڈین مزدور آٹھ گھنٹے کی مزدوری کی رقم سے جوتوں کا جوڑا خرید سکتا ہے۔

-سوویت مزدور اس قسم کا 45 گھنٹے کام کر کے جوتے خرید سکتے ہیں۔

-یہاں نصف گھنٹے کی مزدوری سے ایک پونڈ مکھن خریدا جا سکتا ہے۔ اس کیلئے سوویت روس میں دو گھنٹے کی مزدوری درکار ہے۔

Scanned by CamScanner

ایسے تقابل اکثر کینیڈا کے شہریوں کو فریب دینے کا باعث بنتے ہیں۔ان کا خیال ہے کہ سوویت یونین میں لوگ چیتھڑے پہنتے ہیں اور باجرے کی سیاہ روٹی کھاتے ہیں۔اگر آپ ایک کینڈین کنبے کے اس واقعہ پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ تقابل کا یہ معیار درست نہیں۔

خاوند بیمار ہوگیا ایک ہفتے تک اس کا علاج گھر پر ہوتا رہا۔پھر گردے کے آپریشن کے لئے اسے ہسپتال داخل کیا گیا۔اس چھوٹے سے قصبے میں ہسپتال کی فیس عام کینڈا کے ہسپتالوں سے کم تھی بہر حال نو دنوں کے بعد جب وہ ہسپتال سے فارغ ہوا تو ہسپتال کا مجموعی بل 472 ڈالر تھا۔

یہ مریض اچھا خاصا کما لیتا تھا۔اس کے ایک گھنٹے کا معاوضہ دو ڈالر بنتا تھا اس حساب سے اسے 241 گھنٹے کام کر کے ہسپتال کا بل ادا کرنا پڑا۔

فرض کیا کہ وہ سوویت روس میں رہتا ہے وہاں کے مکمل معاشی سلامتی کے نظام کے تحت اس کے خاندان کو ایک پیسہ بھی ادا کرنا نہ پڑتا۔کیونکہ اسے علاج معالجہ پر کچھ خرچ کرنا نہ پڑتا۔اس لئے اس کی محنت کا معاوضہ محفوظ رہتا۔

اب اسے دوسرے انداز سے لیجئے بغیر کام کے 241 گھنٹے کے باوجود اسے ایک پائی نہ دینا پڑتی اور یوں وہ ان گھنٹوں کی تنخواہ سے اپنی مرضی کے جوتے اور جتنی مقدار میں چاہتا مکھن خرید سکتا تھا۔اس سے بھی زیادہ اہمیت کی حامل بات یہ ہے کہ سوویت یونین کے تندرست لوگوں کے لئے ہر قسم کی طبی سہولتیں موجود ہیں ان کا طبی معائنہ مفت ہوتا ہے اور انسداد امراض کی دوائیاں مفت ملتی ہیں اور ضرورت ہو تو انہیں چھٹیاں بھی دی جاتی ہیں اور ان چھٹیوں میں انہیں مکمل تنخواہ ملتی ہے۔

اس بحث کا اہم حصہ یہ ہے کہ ہم انفرادی معاملہ چھوڑ کر بحیثیت قوم کی صحت کو مدنظر رکھیں۔ہمیں کینیڈین قوم کے بارے میں اعداد و شمار حاصل نہیں لیکن اس ضمن میں ہمارے پڑوسی ملک امریکہ اور ہماری حالت ایک جیسی ہے لہٰذا اگر ہم امریکی میڈیکل ایسوسی ایشن کے اعداد و شمار کا جائزہ لیں تو حق بجانب ہیں۔

-ہر سال 2 کروڑ 30 لاکھ امریکی ہسپتالوں میں داخل ہوتے ہیں اور ان کا تین ارب ڈالر خرچ اٹھتا ہے۔

-ہسپتالوں کے علاوہ ڈاکٹروں سے معائنہ کرانے کی تعداد 89 کروڑ 50 لاکھ ہے اگر ہم فی معائنہ 4 ڈالر لگائیں تو اس حساب سے 3 ارب 50 کروڑ ڈالر بنتے ہیں۔

-اس طرح امریکہ میں ہسپتالوں اور ڈاکٹروں کا سالانہ خرچ 6 ارب 50 کروڑ ڈالر اٹھتا ہے۔

Scanned by CamScanner

اگر یہ فرض کیا جائے کہ امریکہ کا ہر شہری بشمول ننھے بچے، لڑکے، طلباء، گرہستن عورتیں اور ضعیف لوگ ایک گھنٹے میں ڈوڈالر کماتے ہیں تو اس طرح 3 ارب 25 کروڑ کام کے گھنٹوں کی تنخواہ بیماری پر خرچ کرنا پڑتی ہے۔

اس کے برعکس سوویت یونین میں لوگ اپنی بیماریوں کے بلوں کی ادائیگی پر ایک منٹ کام کا معاوضہ صرف نہیں کرتے اس سے وہ جوتے اور مکھن، ان 3 ارب 25 کروڑ گھنٹوں کے معاوضہ سے خرید سکتے ہیں جو انہیں اپنی بیماری پر صرف کرنا نہیں پڑا۔

تقابل کرنا ہو تو انصاف سے کام لو

ہمارا یہ مطلب نہیں کہ کینیڈا کے ڈاکٹر اور ہسپتال لوگوں کی تکالیف سے فائدہ اٹھا کر مالدار بن رہے ہیں۔ کیونکہ ہماری ''آزاد معیشت'' میں انہیں معاوضہ تو لینا ہوتا ہے، حکومت انہیں کچھ نہیں دیتی۔ اس لئے ایک فرد صحت اور بیماری کی بڑھتی ہوئی قیمت کا خود ذمہ دار ہے۔

- کینیڈا کا ایک صوبہ سکچوان جو طبی بیمہ کیلئے مشہور ہے اس نے طبی فیس وغیرہ میں اضافہ کیا ہے کیونکہ اس کے بغیر ہسپتالوں کا دیوالیہ پٹ جاتا۔

- اس کے برعکس حکومت سوویت یونین سالانہ 32 ارب ڈالر طبی امداد اور معاشرتی سہولتوں پر خرچ کرتی ہے اور اس کیلئے لوگوں سے معمولی فیس بھی نہیں لی جاتی۔

- 1965ء میں اس نے چار سو ڈالر فی کس اور پانچ افراد کے کنبے کیلئے 2 ہزار ڈالر خرچ کئے۔

کینیڈا میں حکومت اتنی رقم صحت اور معاشرتی بہبود کیلئے خرچ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اگر حکومت چار سو ڈالر سالانہ فی کس خرچ کرے تو مقامی اور مرکزی تمام ٹیکس جو حکومت وصول کرتی ہے تو وہ تمام صرف ہو جائیں اور حکومت کا کاروبار چلانے کیلئے کچھ بھی نہ بچے۔

بہر حال کینیڈا اور سوویت یونین کا تقابل منصفانہ نہیں کیونکہ آزاد معاشرے میں ہماری حکومت کو آمدنی پر ٹیکس پر وصول کرنا ہوتا ہے اور سوشلسٹ نظام میں جہاں کوئی نجی کاروبار یا صنعت نہیں۔ حکومت، صنعت، تجارت، مواصلات وغیرہ کا منافع خود حاصل کرتی ہے اتنے وسیع منافع کے سبب وہ معاشرتی بہبود پر بڑی بڑی رقمیں صرف کر سکتی ہے اس لئے بیماری سے آزادی بہت مہنگی ہے اور صرف سوشلسٹ نظام ہی میں آزادی نصیب ہو سکتی ہے۔

Scanned by CamScanner

7

ریٹائر ہونے کی آزادی

آپ کو علم ہی ہوگا کہ کینڈا اور امریکہ کے اخبارات اور میگزین اپنے شہرت یافتہ نامہ نگاروں کو سوویت یونین میں بھیجتے ہیں اور وہ متعصب ذہن سے وہاں جا کر سطحی زندگی کو دیکھ کر گمراہ کن اطلاعات اپنے اخبارات و جرائد کو بھیجتے ہیں۔ مزید برآں وہ سوویت کی زندگی کو مغربی یورپ کے معیار کے مطابق جانچنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے غلط نتیجے پر پہنچتے ہیں۔

جب سوویت لوگوں نے زندگی کے ہر شعبے مثلاً سائنس، تعلیم، تمدن، کھیلوں، تجارت اور بین الاقوامی وقار میں نمایاں ترقی شروع کی تو اسے دیکھ کر مغربی ممالک کے لاکھوں لوگ حیران رہ گئے۔ اور وہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ کیسے ممکن ہوا، کیا ہمیں روس کے بارے میں غلط یا نیم غلط اطلاعات پہنچائی گئی تھیں!

یہ ایک طویل داستان ہے ہم نے اس کا ذکر محض اس لئے کیا ہے کہ یہی صورتحال آزادی کے سوال کے بارے میں ہے۔ آج کل ہمارے نامہ نگار اور مدیر آزادی کے بارے میں پراگندہ خیالات کے مالک ہیں ،ان کا خیال ہے کہ ہمارے آزاد معاشرے میں ہر قسم کی آزادی ہے اور سوشلسٹ دنیا میں لوگوں کو عملاً کوئی آزادی نہیں۔

یہ ایک خطرناک انداز فکر ہے اگر آپ اس کا صحیح تجزیہ نہ کریں گے تو آپ کو سوشلسٹ اور غیر سوشلسٹ دنیا میں آزادی کے فرق کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔

اس کا اندازہ ہمیں باکو کے قریب ایک سیمنٹ فیکٹری کے معائنہ کے دوران ہوا۔

ڈھول اور ہونٹوں کی سرخی

ہمیں اکثر بتایا گیا تھا کہ سوویت یونین میں شادی شدہ عورتوں کو کسی قسم کی آزادی نہیں، انہیں مجبوراً کام کرنا پڑتا ہے اور انہیں وہ کام کرتا دیکھیں گے جو کینڈا میں عورتیں نہیں کرتیں۔

یہ غلط ہے کہ سوویت یونین میں لاکھوں عورتیں گھر پر ہی رہتی ہیں اور گھر کے کام کاج کو چلاتی ہیں کوئی قانون یا ضابطہ انہیں گھر کی چار دیواری سے باہر کام کرنے پر مجبور نہیں کرتا بہرحال یہ حقیقت ہے کہ سوویت عورتیں اور لڑکیاں کئی ایسے کام پر معمور ہیں جو کینڈا میں صرف مرد ہی کرتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

ایک روز ہم سیمنٹ فیکٹری میں لڑکیوں سے بات چیت کر رہے تھے کہ ایک قدرے معمر عورت وہاں آنکلی وہ چالیس سال کے لگ بھگ معلوم ہوتی تھی۔

اس نے کام کرنے کا لبادہ اور ہاتھوں میں بڑے بڑے دستانے پہن رکھے تھے لیکن اس کے کانوں میں طلائی بندے چمک رہے تھے اور ہونٹوں پر لپ اسٹک کی سرخی جمی تھی وہ یقیناً خاصی صحت منداور چاق و چوبند نظر آرہی تھی۔اور اس کا کام مشینری کو کنٹرول کرنا تھا۔اس کے باوجود وہ کئی سال تک سیمنٹ فیکٹری میں کام کر رہی تھی اس آذربائیجان کی عورت کے چھ بچے بھی تھے۔لیکن وہ جوان نظر آرہی تھی ہم نے جب اس کے بچوں کے فوٹو دیکھے تو اس نے ہمیں بڑی دلچسپ معلومات بہم پہنچائیں۔

اس عورت کی عمر 48 سال تھی اور دو سال بعد اسے پنشن پر ریٹائر ہونا تھا۔

-یہ اس کا خاص معاملہ نہیں تھا۔ بلکہ روس میں ہر کام کرنے والی ماں جس نے پانچ یا اس سے زیادہ بچے جنے ہوں اور پندرہ سال تک کام کرتی رہی ہو اسے پچاس سال کی عمر کے بعد پنشن مل جاتی ہے۔

-کئی ایسے روزگار بھی ہیں جہاں عورتیں پندرہ سال کام کرتی ہیں اور 45 سال کی عمر میں ریٹائر ہو جاتی ہیں۔

-اس کے علاوہ ہر سوویت عورت خواہ وہ شادی شدہ ہو یا نہ ہو اس کے بچے ہوں یا نہ ہوں بیس سال کی ملازمت کے بعد اسے 55 سال کی عمر میں ریٹائر ہونا ہوتا ہے۔

اب آپ خود ہی اندازہ کیجئے کہ سوویت عورت کو آزادی میسر نہیں اس میں شک نہیں کہ وہاں لاکھوں کی تعداد میں عورتیں کام کرتی ہیں اور ساتھ ہی اپنے بچوں کی پرورش کرتی ہیں۔لیکن انہیں کوئی مجبوری نہیں کہ وہ فیکٹریوں اور دفتروں میں بڑھاپے تک کام کریں۔

سوویت یونین میں جب عورتیں ریٹائر ہوتی ہیں تو ان کی عمر کینڈین عورت سے نسبتاً 15,20 اور 25 سال کم ہوتی ہے اور انہیں پوری پنشن ملتی ہے اس کے برعکس کینڈا میں ''بڑھاپے کی پنشن کا آغاز 70 سال کی عمر سے ہوتا ہے۔''

مثال کے طور پر ایک سوویت لڑکی بیس سال کی عمر میں شادی کرتی ہے اگر وہ کہیں کام کرتی ہے تو وہ اسے چھوڑ کر گھر میں نئی زندگی شروع کرتی ہے بچوں کی پیدائش اور ان کی پرورش میں مصروف ہو جاتی ہے -جب اس کی عمر 35 سال کی ہوتی ہے تو اس کے بچے اسکول جانے کے قابل ہو چکے ہوتے ہیں اور وہ

Scanned by CamScanner

پھر ملازمت شروع کر دیتی ہے۔ اگر وہ 20 سال تک فیکٹری، سکول، دفتر یا اور کسی جگہ کام کرتی رہے تو بیس سال کے بعد وہ پوری پنشن لے کر ریٹائر ہو جائے گی اور اس کی عمر 55 سال ہوگی۔ اور وہ زندگی کی دلچسپیوں میں بھرپور حصہ لینے کے قابل ہوگی۔

زندگی اور ریٹائرمنٹ

سوویت یونین میں معاشرتی اور معاشی بہبود کا نظام جو ایک فرد کو پیدائش سے موت تک اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے وہاں بوڑھے لوگ پنشن حاصل نہیں کرتے وہاں آپ کینڈا کی طرح 70 سال کی عمر کو پہنچ کر خود بخود پنشن کے حق دار نہیں ہو سکتے لوگوں کو کام سے ریٹائرمنٹ کی پنشن ملتی ہے۔

جب مغربی ممالک کے معاشرتی بہبود کے کارکنوں کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے وہاں کے بوڑھے اور ضعیف لوگوں میں مفلسی اور قلاش کو تلاش کرنا شروع کیا۔ لیکن وہاں وہ مفلس اور قلاش کا نشان نہ پا سکے کیونکہ؟

-سوشلسٹ نظام میں تمام اداروں میں عورتوں کی بڑی اکثریت کام کرتی ہے اور اس لئے وہ باقاعدہ پنشن حاصل کرتی ہے۔

-وہ لوگ جو جسمانی یا دماغی لحاظ سے کام کرنے کے قابل نہیں ہوتے انہیں بھی پنشن ملتی ہے۔

اس لئے ان کے ہاں ''بڑھاپے کی پنشن'' کا طریقہ نہیں وہ پنشن کے معاملہ کو ہم سے مختلف زاویہ سے دیکھتے ہیں۔ ان حقائق کو مدنظر رکھے۔

-سوویت مرد 25 سال اور عورتیں-20 سال کام کرنے کے بعد پوری پنشن کی حق دار ہوتی ہیں۔

-لیکن زیادہ سخت مثلاً بھاری صنعتوں، کانوں، فولاد اور کیمیکل میں کام 20 اور پندرہ سال تک ہوتا ہے اس کے بعد ریٹائرمنٹ مل جاتی ہے۔

- وہ لوگ جنہوں نے ملازمت کے پورے سال کام نہ کیا ہو اور جلد ہی ریٹائر ہو گئے ہوں انہیں بھی 75 ڈالر ماہوار پنشن ملتی ہے۔

-سوویت روس میں زیادہ سے زیادہ پنشن تین سو ڈالر ہے خواہ پنشن لینے والا بہت بڑی صنعت کا نگران رہ چکا ہو ان کا پنشن کا نظام ہم سے الٹ معلوم ہوتا ہے کیونکہ کم تنخواہ پانے والے کو زیادہ پنشن ملتی ہے۔ مزدور اپنی تنخواہ کا سو فیصد پنشن میں حاصل کرتے ہیں اگر تنخواہ زیادہ ہے تو اس کی پنشن 50 فیصد ہوگی۔

Scanned by CamScanner

اس سلسلے میں ہم نے سوویت روس کے تین دوروں کے بعد یہ دو باتیں دریافت کی ہیں۔

اول:۔ سوویت روس میں کم آمدنی کے شہریوں کی پنشن میں اضافہ کیا جارہا ہے بعض اوقات بڑی پنشن پانے والے لوگوں کی پنشن کم کی جاتی ہے۔ یہ ان کا وہ وسیع منصوبہ ہے جس کے تحت وہ مختلف گروپوں کی آمدنی کو ایک سطح پر لانا چاہتے ہیں۔

دوم:۔ سوویت روس میں ریٹائرمنٹ پنشن کو لوگوں کو زندہ رہنے کا ایک ذریعہ خیال نہیں کرتے بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو اتنی عمر میں مشقت سے ریٹائر کیا جائے تو وہ باقی زندگی سکون اور اطمینان میں گزار سکیں۔

ہم سوویت روس کو ایسا ملک ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ جہاں دودھ اور شہد کی ندیاں بہہ رہی ہوں باوجود اس کے کہ وہ ریٹائر لوگوں کی پنشن پر اپنی بڑی رقم خرچ ہو رہی ہے۔ ان کی عام ضروریات زندگی کی اشیاء کی پیداوار ابھی تک اتنی نہیں ہوئی جس کا وہ ارادہ رکھتے ہیں آج کل وہ تمام ریٹائرڈ شہریوں کو خوش حال نہیں کر سکتے۔ لیکن یقیناً ان کے پیش نظر یہی مقصد ہے۔

گم کردہ آزادی

آپ سوویت یونین کے پنشن نظام کو پسند کریں یا نہ کریں لیکن ہم نے اپنی رائے ظاہر کر دی ہے بہر حال آپ ان کے اس نظام کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں اس کا تعلق اس سے ہے کہ آپ کس قسم کے کینڈین ہیں۔ یہ ذہن نشین رکھئے کہ کینڈا میں بڑی عمر کے لوگ آمدنی کے تناسب سے تین گروہوں میں تقسیم کئے گئے ہیں۔

1۔ بہت بڑی اکثریت ان بوڑھے اور بوڑھی عورتوں کی ہے جو صرف بڑھاپے کی پنشن یعنی 55 ڈالر ماہوار پر زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ کو یہ معلوم کر کے تعجب ہوگا کہ پنشن حاصل کرنے والے چالیس لاکھ افراد میں سے بیس ہزار افراد ایسے ہیں جن کی اتنی آمدنی ہے کہ وہ ٹیکس ادا کر سکیں۔

2۔ اوسط درجہ کی اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو 55 ڈالر ماہوار پنشن حکومت سے حاصل کرنے کے علاوہ کسی خیراتی ادارے یا کسی کمپنی سے بھی ماہوار کچھ رقم حاصل کرتے ہیں۔ اور ان کی آمدنی دو سو ڈالر ماہوار ہو جاتی ہے اس رقم سے ان کی گزار اوقات خاصی ہو جاتی ہے بشرطیکہ وہ کسی بیماری کا شکار نہ ہوں۔

3۔ چند محفوظ لوگ:۔ کینڈین لوگوں کی یہ اقلیت بڑھاپے کی عام پنشن 55 ڈالر حاصل کرتی ہے لیکن ان

Scanned by CamScanner

کے ذرائع آمدنی اور بھی ہیں اکثر ان پنشن پانے والوں کو اس کمپنی سے بھی ماہوار کچھ ملتا ہے جہاں انہوں نے ملازمت کی ہو انہیں اس رقم سے بھی آمدنی ہوتی ہے جو انہوں نے کسی بڑی کمپنی کے حصص پر لگائی ہو اور جائیداد سے بھی انہیں کرایہ وصول ہوتا ہے پنشن پانے والوں کی اس اقلیت کی آمدنی فی کس کے اعداد و شمار حاصل نہیں کیے گئے لیکن اندازہ ہے کہ ان کی اوسطاً آمدنی ایک ہزار ڈالر ماہوار ہے۔

سوشلسٹ نظام میں بوڑھے لوگ صرف ایک پنشن اور ایک ہی آمدنی حاصل کر سکتے ہیں وہاں کوئی دوسری پنشن حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ یہ قانون کے خلاف ہے پنشن پانے والے لوگ کوئی نجی کاروبار کر کے بھی اپنی آمدنی بڑھا نہیں سکتے۔ یعنی اپنا گھر کرایہ پر یا اپنی رقم کو سود پر نہیں دے سکتے کیونکہ یہ قانون کی خلاف ورزی ہے۔

اگر سوویت یونین میں آپ بوڑھے یا جوان ہیں تو آپ کو دولت مند بننے کی آزادی نہیں، وہاں نجی آمدنی بڑھانا خلاف قانون ہے۔

جہاں ہمارے آزاد معاشرے میں جب آپ بوڑھے ہو جائیں تو اس آزاد معیشت میں آپ کو کرایہ حصص کا منافع اور سود لینے کی اجازت ہے۔ دوسرے الفاظ میں آپ دوسرے لوگوں سے ہر طریقہ سے مالی مفاد حاصل کر سکتے ہیں اس لئے آپ کو دولت مند بننے کی آزادی ہے۔

مالدار بوڑھے کینڈین یقیناً سوویت روس کے پنشن کے نظام کو پسند نہیں کریں گے اگر آپ مالدار نہیں تو 55 یا (45,50) سال کو 75 ڈالر سے 30 ڈالر ماہوار پنشن حاصل کرنے کا خیال کینڈا میں 70 سال کی عمر کے بعد 55 ڈالر ماہوار پنشن سے کہیں زیادہ بہتر معلوم ہوگا۔

اپنے محدود مفاد ہی کو پیش نظر رکھنے کے علاوہ اپنے گرد و پیش نگاہ دوڑانا بہتر ہوتا ہے ایشیاء، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے کروڑوں انسانوں کا خیال کیجئے جنہوں نے ابھی یہ فیصلہ نہیں کیا کہ وہ ہمارے آزاد معاشی نظام یا سوشلسٹ نظام کو اپنائیں۔

ایسے لوگ کینڈا میں بھی آپ کو ملیں گے ان میں افسر، طلباء، سیاح موجود ہیں ان کی خاصی بڑی تعداد سوویت یونین میں بھی ملے گی، یہ ''غیر جانبدار'' لوگ جہاں بھی جاتے ہیں تو آزادیوں کا بڑی غائر نظر سے مطالعہ کرتے ہیں۔

بڑھاپے میں دولت مند ہونے کی آزادی سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں کیونکہ ہندوستان، برازیل اور کانگو میں

Scanned by CamScanner

دس لاکھ میں سے ایک فرد بھی انتہائی مفلسی سے نکل کر مالدار نہیں بن سکتا۔

''بڑھاپے سے پہلے محنت مشقت سے ریٹائرڈ ہونے کی آزادی'' ان کے لئے اس کی عملی اہمیت ہے کیونکہ وہ خود مشاہدہ کر چکے ہیں کہ سوویت لوگوں نے یہ مقصد صرف ایک نسل میں حاصل کرلیا ہے۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ہماری اس جدید دنیا میں ایک اور بھی ایسی آزادی ہے جو کروڑہا لوگوں کو سوشلزم کی طرف راغب کرتی ہے۔ حالانکہ ہماری پارلیمنٹ، اخبارات کے اداریوں میں اس آزادی کو زیر بحث نہیں لایا جاتا لیکن یہ آزادی سیاسی اور اخلاقی لحاظ سے آج کی دنیا میں زیادہ قدر و قیمت رکھتی ہے۔

پنشن حاصل کرنے والوں کا مستقبل

نہ صرف کینڈا بلکہ ساری دنیا میں بوڑھے لوگوں کے پیش نظر یہ سوال ہے کہ کیا پنشن حاصل کرنے والوں کی حالت بہتر ہوگی یا ابتر؟ آزادی کو سمجھنے کے آپ کے انداز پر اس سوال کے جواب کا انحصار ہے۔

صحت اور بیماری:۔

سوشلسٹ نظام میں طبی امداد سب کے لئے یکساں مفت ہے۔ علاج اور ادویات کے بڑھتے ہوئے نرخ ان کیلئے پریشانی کا باعث نہیں کینڈا میں ہمارے پنشنروں کی صحت بہتر ہو رہی ہے لیکن قیمتوں میں اضافہ ان کیلئے ایک سنجیدہ مسئلہ بن چکا ہے سوشلزم اور آزاد معاشرہ دائمی مریض بوڑھوں کے مصائب کا حل پیش نہیں کرسکا۔

مکانات اور کرائے:۔

سوویت یونین میں ہم یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کم آمدنی والے لوگ تقریباً مکان کا کوئی کرایہ نہیں دیتے۔ ایک بوڑھی عورت کو اپنے کمرے کا کرایہ گیارہ سینٹ ماہوار ادا کرنا ہوتا ہے حالانکہ سوویت یونین میں مکانات کی کمی ہے۔ کینڈا میں بعض اوقات پنشنروں کو اپنے کمرے کا کرایہ ادا کرنے کیلئے خوراک اور ادویات سے محروم رہنا پڑتا ہے اور ان کے کمروں کا کرایہ بہت زیادہ ہوتا ہے اس پر طرہ یہ کہ کمرے رہائش کی بنیادی سہولتوں سے بھی تہی ہوتے ہیں۔

قیمتیں:۔

اس آزاد دنیا میں بوڑھے لوگوں کیلئے انتہائی تکلیف دہ امر دوسری عالمگیر جنگ کے بعد قیمتوں میں حیرت انگیز اضافہ ہے اس سے قوت خرید میں بہت کمی ہوگئی ہے سوشلسٹ ممالک میں اشیاء کی قیمتوں میں گزشتہ

Scanned by CamScanner

چند سالوں میں خاصی کمی ہوئی ہے وہاں قیمتیں کم ہوں گی کیونکہ سوشلسٹ منصوبہ بندی کا ایک مقصد یہ بھی ہے لہٰذا پنشن پانے والوں کا معیار زندگی اور بلند ہوگا۔

پنشن:۔

کیونکہ کینڈین لوگوں کی عمریں طویل ہوتی ہیں اور پنشن کے سرمایہ میں اضافہ نہیں ہو رہا اس لئے ہماری حکومت بڑھاپے کی پنشن کو بڑھانے سے قاصر ہے اس کے برعکس سوویت یونین میں 1956ء سے تمام پنشنروں میں (سوائے زیادہ رقم کی پنشنوں) میں اضافہ ہو رہا ہے۔ 1963ء میں 35 فیصد اضافہ ہوا ان ہفتوں میں اور اضافہ ہوگا کیونکہ پنشن کے لئے رقم ٹیکسوں سے نہیں بلکہ منافع سے حاصل کی جاتی ہے عوامی خزانے میں جاتی ہے۔

اگر آپ کو ہم یہ تاثر دے رہے ہیں کہ سوویت یونین میں تمام بوڑھے لوگ بڑی خوشحالی سے زندگی بسر کرتے ہیں تو یہ تاثر غلط ہے۔ کیونکہ ہم نے کسی بھی روسی پنشن یافتہ کو کینیڈا سے مالدار پنشن یافتہ کی طرح زندگی گزارتے نہیں دیکھا ہے بہر حال سوویت یونین میں شہروں اور دیہات میں رہنے والے پنشن یافتہ لوگوں کے معیار زندگی میں نمایاں ترقی ہو رہی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پنشن کی شرح میں بتدریج اضافہ جلد پنشن کا آغاز، خوراک کے کم نرخ دیگر اشیاء کی بہتات، طبی امداد مفت اور رہائش گاہوں میں ترقی جس میں مزید ترقی کی گنجائش ہے۔

آج سوویت یونین کی 15 سوویت جمہوریتوں میں کوئی ایسا بوڑھا نہیں ہوگا جو فاقوں سے دوچار ہو سردی سے بچنے کیلئے کپڑے نہ ہوں کوئی ایسا نہیں جسے طبی امداد میسر نہ ہو اور کوئی ایسا نہیں جسے مکان کا کرایہ اور اپنی ضروریات میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہو۔

نتیجۃً سوویت یونین میں بوڑھے لوگ بھوک اور مفلسی سے آزاد ہیں۔

بیس سال پہلے کینیڈا میں 6 لاکھ 60 ہزار بوڑھے شہری تھے آج ان کی تعداد بیس لاکھ تک پہنچ چکی ہے ہر ایک کو ووٹ دینے کا حق ہے اگر یہ تمام بوڑھے مطالبہ کریں کہ انہیں ''مفلسی سے آزادی'' ملنا چاہئے دوسرے الفاظ میں ان کی پنشن 100 ڈالر ماہوار ہو اور ریٹائرمنٹ کی عمر ساٹھ سال ہو تو ہماری حکومت کا فوراً دیوالیہ پٹ جائے۔

اگر ان بوڑھے شہریوں کے ساتھ درمیانہ عمر کے شہری مل جائیں یا فرض کیجئے کہ تمام کینڈین محنت کش

Scanned by CamScanner

8

خیرات سے آزادی

آپ کوئی ڈکشنری یا کتاب دیکھیں آپ کو انسانی آزادیوں میں انسانی حقوق، انفرادیت، اس کے متوازی حق خودارادیت، آزاد ارادہ، انفرادی آزادی، ضمیر کی آزادی اور اپنے خیالات ونظریات کو بدلنے کی آزادی کے موضوعات تو ضرور ملیں گے لیکن خیرات سے آزادی کا نام ونشان نہیں ملے گا۔

25 سال ادھر کی بات ہے کہ کینڈا اور امریکہ میں سماجی کارکن نے آبادی کو تین درجوں میں تقسیم کیا پہلا درجہ ان لوگوں پر مشتمل تھا جو برسر روزگار تھے دوسرا درجہ بے روزگار لوگوں کا تھا لیکن وہ کوئی پیشہ اختیار کر سکتے تھے لیکن انہیں کوئی کام یا ذریعہ معاش نہیں ملتا تھا تیسرے وہ بیروزگار جنہیں کبھی بھی کوئی کام نہ ملا انہیں ''روزگار کے نااہل'' بے کار قرار دیا گیا۔

صاحب اثر لوگوں نے اس نئی اصطلاح کو روزگار کے نااہل بیکار خاص عملی مصلحتوں کے تحت رائج کیا۔

بے کار لوگوں کی اکثریت سے ''روزگار کے نااہل بے کار'' لے کر بیروزگاری کی عمومی سیاہ تصویر کو قدرے سفیدی بھرنے کی کوشش کی گئی۔

جونہی بیروزگاری کی فوج کی فوج سے ایسے لوگوں کو منتخب کر کے انہیں ''روزگار کے نا اہل بے کار'' قرار دے کر بے کاری کے بیمہ سے مستثنیٰ قرار دیا جاتا ہے۔

تو اس فرد کو غلیظ علاقے میں غلیظ کمرہ دیا جاتا۔ جس کا کوئی کرایہ نہیں ایسے پھٹے پرانے کپڑے جو کسی خیراتی ادارے سے آئے ہوں کیونکہ وہ پہننے کے قابل نہیں رہتے اور کھانے کے نا قابل خوراک کا راشن دیا جاتا ہے۔

کینڈا کی یونیورسٹیوں کے ماہرین اگر اس طبقہ یعنی روزگار کے نا قابل بے کاروں کو زیادہ وسیع کریں تو بیس لاکھ ڈالر کا فائدہ ہوگا آپ اپنے ہاں اس ''اچھوتوں'' کے نئے طبقے کے متعلق حیران ہوں گے اور یہ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ چرچ کے پادری جو ہندوستان کے اچھوتوں کے بارے میں بہت کچھ کہتے رہتے ہیں انہوں نے کینڈا کے ان اچھوتوں کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔

غور فرمایئے کہ اگر کوئی سرکاری افسر کسی کو یہ بتائے کہ اس کا نام روزگار تلاش کرنے والوں کی فہرست سے خارج کر دیا گیا ہے تو اس بے کار کو ''نا قابل ملازمت'' قرار دیئے جانے پر کتنا صدمہ پہنچے گا۔

Scanned by CamScanner

لوگوں کی درجہ بندی

جب ہم سوویت یونین میں سفر کر رہے تھے کئی بار یہ خواہش پیدا ہوئی کہ ہمارے ہمراہ کینڈا کے وہ مدیران اخبارات ہوں، جو سوشلزم کو ''ڈکٹیٹر شپ'' کہتے ہیں اور جو بڑے زور وشور سے بتاتے ہیں کہ اس ڈکٹیٹر شپ نے انسان کی آزادیوں کو پائمال کر رکھا ہے۔ ہم اس بارے میں ان سے بحث کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے بلکہ انہیں ایسے چند لوگوں سے متعارف کراتے اور وہ خود دیکھ لیتے کہ سوویت یونین میں بدنصیب لوگوں سے کیسا سلوک کیا جا رہا ہے۔

سوویت روس میں لولے لنگڑے، امراض قلب کے مریض اور وہ لوگ جو کسی حادثے میں جسمانی لحاظ سے معذور ہو چکے ہوں یا اندھے یا بہرے ہو گئے ہوں تو ان سے کیا سلوک ہوتا ہے۔

ایسے محتاج اور معذور لوگوں کا اس معاشی نظام میں کیا مقام ہے جہاں کام کرنا معاشرتی فرض میں نہیں بلکہ کام شہریوں کی خصوصیت اور درجہ رکھتا ہے!

سوویت یونین میں ''ناقابل روزگار بے کار'' کی اصطلاح استعمال نہیں ہوتی۔ سوشلسٹ دنیا میں یہ اصطلاح بے عزتی اور انسان کی بے حرمتی ہے لوگوں کو ''ناقابل روزگار بے کار'' کہنا معاشرتی وقار کے منافی ہے۔

اگر کوئی سوویت شہری تندرست نہیں اور جسمانی اور ذہنی لحاظ سے کام کرنے کے قابل نہیں تو اسے ''معذور'' کہا جاتا ہے اور اسے معذوریت کی پنشن ملتی ہے۔ پنشن کا انحصار معذوریت کے درجے پر ہوتا ہے۔

یہ معذور لوگ مختلف طبی درجوں میں تقسیم ہیں پہلے درجے کی ''معذوریت'' ان لوگوں پر مشتمل ہے جو کوئی بھی کام نہیں کر سکتے، دوسرے اور تیسرے درجے کی معذوریت میں معمولی سے معمولی کام کرنے کی صلاحیت اور طاقت سے متعلق ہے اس درجے کے معذور لوگوں کی پنشن پہلے درجے سے کم ہوتی ہے۔

معذور لوگوں کی پنشن قوم ادا کرتی ہے جو عام معاشرتی بہبود کے فنڈ سے دی جاتی ہے سوشلسٹ نظام میں اسے امداد کہا جاتا ہے جو فرد کا حق ہے اسے خیرات نہیں سمجھا جاتا۔

-سوویت یونین میں پیدائشی معذور کو لڑکپن ہی سے پنشن ملنا شروع ہو جاتی ہے۔

-ان شہریوں کو بھی اس پنشن کا حق دار سمجھا جاتا ہے جو کام سے ریٹائرمنٹ کی پنشن لیتے ہوں لیکن بعد میں جسمانی اور ذہنی لحاظ سے معذور ہو چکے ہوں۔

Scanned by CamScanner

۔پہلے درجے کی پنشن ان مریضوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے جو مستقل طور پر بستر پر پڑے ہوتے ہیں۔

محنت کا وقار

سوویت یونین میں ہم نے ایسی جگہیں نہیں دیکھیں جہاں ہماری طرح ''خیر سگالی صنعتیں'' موجود ہوں جہاں قلاش اور محتاج مرد اور عورتوں کیلئے کام مہیا کیا جاتا ہو اور جہاں پرانے کپڑوں اور ٹوٹے پھوٹے فرنیچر کی مرمت کے عوض چند ڈالر ملتے ہوں اس کے برعکس روس میں نہ صرف لولے لنگڑوں کو مصنوعی اعضاء مہیا کئے جاتے ہیں بلکہ انہیں صنعتی پیداوار کے مخصوص طریقوں کی تربیت بھی دی جاتی ہے ان کیلئے ایسے اوزار تیار کئے جاتے ہیں جن سے وہ فیکٹریوں میں مشینیں چلا سکتے ہیں۔

آپ یہ سوال کر سکتے ہیں کہ کینیڈا میں ہم معذور مزدوروں کو روزگار مہیا کرنے کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے؟ کیا یہاں ایسی مہم جاری نہیں کہ صنعت کار یا دوسرے آجر ایسے لوگوں کو ملازمتیں اور کام مہیا کریں!

سماجی کارکن یا ڈاکٹر جو اس صورتحال سے واقف ہو وہ اس کا جواب اچھی طرح دے سکتا ہے آج کل ہمارے معذور لوگوں میں بہت ہی تھوڑی تعداد کام حاصل کر سکتی ہے یہ اس لئے نہیں کہ ہمارے ڈاکٹر، سرجن اور دیگر معالج ان کی مدد کرنے کیلئے تیار نہیں اور یہ بھی نہیں کہ ہمارے آجر ظالم اور پتھر دل انسان ہیں جنہیں معذور اور بے کار لوگوں سے ہمدردی نہیں بلکہ تلخ حقیقت یہ ہے:

کینیڈا میں نسبتاً خوش حالی کے زمانہ میں بھی ہمیشہ بے کار لوگوں کی بہت بڑی تعداد موجود رہتی ہے اور ہم عام صحت مند شہریوں کو روزگار مہیا نہیں کر سکتے چہ جائیکہ ان شہریوں کو جنہیں خصوصی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔

جیسا کہ ہمارے بے کار شہریوں کی تعداد بڑھتی ہے اس لحاظ سے معاشرتی دباؤ بڑھتا ہے اور معذور لوگوں کو ناکارہ کے زمرے میں شامل کیا جاتا ہے۔

اس کے برعکس سوویت یونین میں توسیع پذیر معیشت میں ان کے پاس فالتو روزگار ہوتے ہیں اگر واقعی عورت یا مرد کام کرنے سے قطعی معذور ہو تو اسے کام کرنے نہیں دیا جاتا لیکن اکثر معذور لوگوں کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وہ اس حالت میں بھی کام کر کے اپنی روزی کما سکتے ہیں وہاں وہ ''معاشرتی دباؤ'' کے تحت ہیں کہ وہ معاشرتی لحاظ سے کوئی مفید کام کریں۔ باوجود کہ وہ معذوریت کی پنشن باقاعدہ حاصل کر رہے ہوتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

کیااس کا سبب یہ ہے کہ حکومت کو ہر مزدور کی ضرورت ہے؟ ایک حد تک یہ درست ہے لیکن اگر اس مسئلہ کو غور سے دیکھا جائے تو ہمیں دو ایسے حقائق ملتے ہیں شاید جن پر آپ غور کرنا پسند کریں۔

1۔ سوویت روس کی طبی سائنس کا دعویٰ ہے کہ مفید کام میں تخلیقی قوت پوشیدہ ہے۔ جس سے جسمانی اور ذہنی صحت بہتر ہوتی ہے۔ کینڈا کے چند ڈاکٹر اس نظریہ کی تائید کرتے ہیں حالانکہ ہماری بے روزگاری کا مسئلہ انہیں اس پر عملدرآمد کرنے سے روکتا ہے۔

2۔ نابینا اور مفلوج زدہ اوسٹروسکی اور دونوں بازوؤں سے محروم مرسیوف اور چند گونگے اور بہرے افراد سوویت یونین کے قومی ہیرو ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ثابت کر دیا ہے کہ کوئی انسان ناکارہ ہونا گوارا نہیں کرتا۔

اور اب ایک ایسی بات آپ کے گوش گزار کرتے ہیں جو کبھی بھی سوویت معاملات کے مغربی ماہرین نے اشارتاً بھی نہیں بتائی۔ سوویت یونین میں ہسپتال وار خاص شفاخانے اور ڈاکٹر علاج کے بعد مریض سے بے تعلق نہیں ہوتے وہاں کے ڈاکٹر ہمارے ہاں کی طرح مرض کی نوعیت اور علاج کی رپورٹ تیار کرنے کے بعد اپنے آپ کو بری الذمہ نہیں سمجھتے۔ بلکہ سوشلسٹ نظام میں ان کا یہ فرض ہے کہ مریض کے بارے میں مکمل رپورٹ دیں کہ اس کی صحت کتنی بحال ہوئی ہے اور وہ کیسا کام کرنے کے قابل ہے۔ ڈاکٹروں کے نزدیک رقاص یا ٹرک ڈرائیور، اٹومک سائنس دان یا مرغی پالنے والے، کی صرف ایک ہی خوبی قابل توجہ ہے۔ کہ وہ کتنا مفید کام کر سکتا ہے۔ کیونکہ کام میں ہی انسانی وقار اور خود اعتمادی کا دارومدار ہے۔

جھاڑو اور ٹوکری نہیں

چھ سال پہلے کینڈا کے نابینا لوگ 30 ڈالر ماہوار پر گزارہ اوقات کرتے تھے آج کل (اوٹاوا کے اعداد و شمار کے مطابق) نابینا کو 54 ڈالر ماہوار پنشن ملتی ہے یہ سستے ترین کمرے کے کرایہ اور معمولی خوراک سے بھی کم ہے اگر ایسا کوئی نابینا مرد یا عورت کوئی چھوٹا موٹا کام کرنے لگے تو اس کی پنشن بند ہو جاتی ہے۔ اس لئے کینڈا کے نابینا لوگ بہت کم پیسوں کی ملازمت یا خیرات حاصل کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔

ہم سوویت یونین میں نابینا مرد اور عورتوں سے ملے اور ان سے بات چیت کی اور ہمیں مندرجہ ذیل حقائق حاصل ہوئے۔

-سوویت یونین میں تمام اندھے لوگ بچپن کے بعد معذوریت کی پنشن حاصل کرتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

-ان کی پنشن زیادہ نہیں لیکن وہ زندہ رہنے کی سطح سے پھر بھی بلند ہے۔

-تمام نابینا لوگوں (سوائے بیمار اور بہت ہی بوڑھے) کو کام کرنا ہوتا ہے وہ اپنے کام سے کتنا ہی کیوں نہ کمائیں ان کی پنشن بند نہیں ہوتی۔

-اندھوں کی سوسائٹی ''ہمارے ہاں کی طرح ٹوکریاں اور جھاڑو بنانے کی دکانیں نہیں کھولتی بلکہ اندھوں کیلئے خاص فیکٹریوں میں کام کرنے کا بندوبست کرتی ہے۔

-سوویت میں نابینا لوگوں کی اکثریت ''سفید کالر'' کے کاموں میں مصروف ہے خاص طور پر سازندے اور موسیقار۔

- کیونکہ اندھا پن! اعصاب کے تناؤ کا باعث ہوتا ہے اس لئے صرف چھ گھنٹے روزانہ کام کرتے ہیں اور انہیں سال میں ایک مہینے کی رخصت بمعہ تنخواہ ملتی ہے۔

-سوشلسٹ نظام میں قانونی طور پر اندھوں اور دیگر تندرست آدمیوں کی تنخواہوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

لیکن یہ قصہ یہاں ختم نہیں ہوتا ایک روز ہم کیف (یوکرائن) کے کالج میں گئے وہاں نابینا لڑکیاں، کیفے ٹیریا میں کھانا کھانے آئیں۔ ہم نے دریافت کیا تو ہمیں معلوم ہوا۔

نابینا بچے کینڈا کی طرح وہاں بھی خاص سکولوں میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے جاتے ہیں۔

لیکن اگر ان میں صلاحیت ہے تو وہ ہائی سکول اور یونیورسٹی تک کی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔

کالج وار یونیورسٹی میں ان کے تمام اخراجات حکومت ادا کرتی ہے اس کے علاوہ ایک آنکھوں والا شخص ان کی مدد کیلئے ان کے ساتھ رہتا ہے۔

پانچ سو سے زائد سوویت یونین کے نابینا نوجوان اس طرح اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

اندھوں کے علاوہ بہروں کی زندگی بھی قابل غور ہے موجودہ زمانے میں بہرا پن کی بیماری کچھ زیادہ ہوگئی ہے کینڈا میں بہرا پن معاشی تباہی کا موجب بنتا ہے لیکن سوویت یونین میں صورتحال اس کے برعکس ہے۔

بہرے لوگوں کا علاج مفت کیا جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص بہرا ہو جاتا ہے تو اسے کام سے برطرف نہیں کیا جاتا اسے کوئی دوسرا کام سپرد کر دیا جاتا ہے اور تنخواہ میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جاتی۔

عام لوگوں کے دوش بدوش کام کرنے کے لئے بہرے لوگوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ البتہ

Scanned by CamScanner

انہیں کانوں میں کام کرنے کی اجازت نہیں۔ تحفظ کیلئے ایسے شخص کیلئے ایک کارندہ ساتھی بھی ہوتا ہے۔ نابیناؤں کی طرح بہرے لڑکے اور لڑکیاں بھی اعلیٰ تعلیم مفت حاصل کر سکتی ہیں۔ اگر ضرورت ہو تو ان کے ساتھ ایک تنخواہ دار مترجم بھی ہوتا ہے تا کہ انہیں سننے میں مدد دے سکے۔

سوویت یونین میں 90 ہزار بہرے افراد ہیں ان میں بوڑھے اور بچوں کو چھوڑ کر تمام معمول کے مطابق کام کرتے ہیں۔ سوشلسٹ نظام میں انہیں کام کا پورا پورا معاوضہ ملتا ہے یوں وہ معاشی لحاظ سے کسی کے محتاج نہیں ہوتے۔

سوشلزم نے ان معذور لوگوں کو جیسی زندگی دی ہے کیا سوشلزم کے بدترین دشمن بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ فرد کے لئے ''نقصان دہ'' ہے جب معذور لوگوں کو کام کرنے کا موقع دیا جائے تو کیا اس سے ان میں آگے بڑھنے کی حس ختم ہو جاتی ہے؟

انکے گناہوں کیلئے کوئی پردہ نہیں

کینڈا اور آزاد دنیا میں مفلس اور معذور لوگوں پر بہت بڑی رقمیں خرچ کی جا رہی ہیں ان رقموں کا کچھ حصہ ٹیکسوں کی صورت میں ہم سے لیا جاتا ہے لیکن زیادہ حصہ ہم بطور خیرات اپنے قلاش اور معذور لوگوں کو دیتے ہیں یہ خیرات، چرچ، ریڈ کراس، کینسر سوسائٹی اور دیگر خیراتی اداروں کے ذریعہ جمع کی جاتی ہے۔ یہ خیراتی رقوم ایک بڑے فنڈ میں مدغم ہوتی ہیں اس کے علاوہ بے شمار خیرات دینے کے ذریعے ہیں۔ جن سے سال کے 365 دنوں میں ہم سے کچھ نہ کچھ وصول کیا جاتا ہے۔

کینڈا سرکاری طور پر عیسائی ملک خیال کیا جاتا ہے۔ اس لئے شاید ہم خیرات دینا بہت بڑا ثواب سمجھتے ہیں لیکن مصیبت یہ ہے کہ ہماری خیرات ایک بہت بڑا منظم کاروبار بن چکا ہے۔ ہماری خیرات کی رقموں سے بڑی بڑی تنخواہیں پانے والے مشیروں اور تنظیموں کی فوج کی فوج کی پرورش ہو رہی ہے شاذ و نادر ہی ہم ایسے انسان سے ملتے ہیں جسے واقعی ہماری مدد کی ضرورت ہو۔ سینٹ پیٹر نے جب یہ الفاظ کہے تھے ''آپس میں خیرات کرو۔ کیونکہ خیرات گناہوں کے انبار پر پردہ ڈال دیتی ہے۔'' تو انکا مطلب ہمارے موجودہ طریقہ خیرات سے ہرگز نہیں تھا۔

اب ایک نیا مسئلہ پیدا ہو چکا ہے کہ ہم سے تو خیراتی چندے وصول کئے جاتے ہیں کیا وہ واقعی ضرورت مند لوگوں تک پہنچتے ہیں یا نہیں؟ اس ضمن میں ''فنانشل پوسٹ'' 17 ستمبر 1960ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:

Scanned by CamScanner

-چندہ دینے والے حیران ہیں کہ خیراتی رقمیں واقعی ضرورت مند شہریوں کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے پر صرف ہوتی ہیں۔

-چند لوگوں کا خیال ہے کہ ایسا ہوتا ہے لیکن حقیقت میں بہت کم رقم اس مقصد کیلئے استعمال ہوتی ہے۔

اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ چند مقامی خیراتی ادارے مثلاً ٹورنٹو کا سکاٹ مشن فاقہ زدہ خاندانوں کی مدد کیلئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے لیکن اس کے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہوتا کہ وہ مصیبت زدہ لوگوں کی امداد کر سکے جن کی تعداد ہر سال بڑھتی رہتی ہے۔

اب دوسری دنیا میں دیکھئے جہاں آزاد معیشت نہیں وہاں خیرات کی کیا صورت ہے؟

چونکہ سوویت یونین میں بھی لوگ انسان ہیں اس لئے ان کے ہاں بھی گناہوں کے انبار ہوں گے لیکن وہ ان گناہوں کے انبار پر خیرات کا پردہ نہیں ڈالتے کیونکہ وہاں کوئی خیراتی انتظام یا ادارہ نہیں۔

ہم نے اپنے دورہ روس میں اس موضوع پر کوئی مضمون نہیں دیکھا اس لئے ہم نے اپنے طور پر تحقیق کی ۔ہم نے ان کے دو مذہبی فرقوں کے چرچ (خدمت پرست اور آرمین) کے رہنماؤں سے اس موضوع پر بات چیت کی۔ ہم نے سماجی بہبود کے دفتروں سے رجوع کیا لیکن ہمیں معلوم ہوا کہ وہاں کسی قسم کا کوئی خیراتی ادارہ نہیں۔

سوویت یونین میں بھی پادری اپنے بیمار مقلدین کی تیمارداری کرتے ہیں انہیں دعاؤں سے نوازتے ہیں لیکن وہ مالی امداد نہیں کرتے۔

سوشلزم میں ہر شہری یہ محسوس کرتا ہے کہ قوم یا مجموعی لحاظ سے عوام کی ذمہ داری ہے کہ وہ ضرورت مند کی مدد کرے ان کا یقین ہے کہ ایسی مدد فرد کا حق ہے یہ مہربانی یا رعایت نہیں۔ سوشلزم میں ہر شخص کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ خیرات لینا ہتک ہے اور ذاتی وقار کے منافی ہے۔ خیرات سوویت زندگی سے اتنے عرصے سے غائب ہو چکی ہے کہ جب ہم اس کا ذکر کرتے ہیں تو لوگ زیادہ عمر کے لوگوں کا منہ تکنے لگتے ہیں جو انہیں خیرات کا مطلب سمجھا سکتے ہیں جس کا تعلق ماضی بعید کی یادوں سے ہے کہ خیرات کیا ہے اور اسے لیتے وقت لوگوں کو کتنا شرمسار ہونا پڑتا تھا۔ شاید جن لوگوں کو خیرات لینے میں اذیت سے دوچار ہونا پڑتا ہے وہی ''خیرات سے آزادی'' کی قدر کر سکتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

Khan Shaheed Library

9

نسلی امتیاز سے آزادی

آپ کی جلد کا رنگ سفید، سیاہ، براؤن، زرد، سرخ یا ان کے درمیانی کوئی رنگ ہو تو آپ کا مستقبل ان واقعات سے متاثر ہوگا جنہیں آپ اخبارات کی شہ سرخیوں میں دیکھتے ہیں مثال کے طور پر۔

صرف دس سال میں 1950ء سے 10 ارب 20 کروڑ باشندے جن کی جلد رنگ دار تھی اور جن پر سفید فام لوگوں کی حکمرانی تھی۔ آزاد ہو چکے ہیں۔

صرف دو سال میں 1960ء۔1958ء میں 7 کروڑ 20 لاکھ سیاہ فام باشندوں نے آزادی حاصل کی ہے۔

اقوام متحدہ میں افریقہ اور ایشیا کے 50 غیر سفید باشندے مندوب ہیں مرکزی اور جنوبی امریکہ کے مندوبین کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔

36 سے زیادہ افریقی اور ایشیائی ریاستوں کو اقوام متحدہ کی رکنیت نہیں ملی مشہور کینڈین محقق ڈاکٹر مرے روز یارک یونیورسٹی کے صدر مقرر ہوئے تو انہوں نے اس صورتحال کا بڑے پرزور الفاظ میں ذکر کیا ''دنیا میں طاقت کے توازن کی تبدیلی کے دروازے پر کھڑی ہے آج سے پچاس سال بعد دنیا پر غیر سفید فام لوگوں کی حکومت ہوگی۔

آزادی جنوبی امریکی انداز

ہم کینڈین جب جنوب میں اپنے طاقت ور ہمسایہ ملک میں جاتے ہیں تو ہمیں غیر سفید لوگوں کی متوقع حکمرانی کا کوئی رجحان نظر نہیں آتا۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ایک کروڑ اسی لاکھ سیاہ فام شہری ہیں اور امریکہ کی چند ریاستوں مثلاً مس سپی میں جہاں ہر تین میں سے ایک شخص سیاہ فام ہے وہاں پچاس میں سے صرف ایک کو ووٹ دینے کا حق ہے واشنگٹن میں کانگریس کے سیاہ فام اراکین انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں حالانکہ امریکن ''آزاد دنیا'' کے رہنما تسلیم کئے جاتے ہیں لیکن ان کی جنوبی انداز کی ''آزادی'' کو دیکھ کر دکھ ہوتا ہے۔

ریاست لوزیانا (ستمبر 1960ء) 23 ہزار نیگرو بچے اور ان کی مائیں فاقہ کشی پر مجبور کر دی گئی ہیں کیونکہ

Scanned by CamScanner

حکمرانوں نے یہ قانون نافذ کیا انہیں کسی قسم کی مالی امداد نہ دی جائے برطانیہ میں یہ مصیبت زدہ لوگ جو سفید فام لوگوں کے ستم کا شکار ہیں ان لوگوں کی مدد کیلئے برطانیہ میں امدادی مہم چلائی گئی۔

-ٹینسی ریاست (ستمبر 1960ء) میں یہ انکشاف ہوا کہ غلامی کے خاتمہ کے ایک سو سال بعد بھی ایک نیگرو شہری کو ووٹ دینے کی اجازت نہیں دی گئی۔

-امریکہ کی جنوبی ریاستوں میں محکمہ تعلیم نے نیگرو طلباء کو سفید فام طلباء کے دوش بدوش تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دی ہے لیکن دس سال بعد بھی سفید فام لوگوں کے سکولوں میں سیاہ فام طلباء کو داخلہ نہیں ملتا۔

کینڈین خوش ہوتے ہیں کہ ایسے واقعات ہمارے ہاں نہیں ہوئے لیکن ہم میں سے کئی لوگ پادری ای ۔ایل ۔ایچ ٹیلر (جو جنوبی افریقہ رہ چکے ہیں) کے مضمون پڑھ کر سخت حیران ہوئے۔ انہوں نے اس معاملہ میں ہماری ''منافقت اور بکواس'' کو ظاہر کرتے ہوئے لکھا۔ کینڈین لوگ جنوبی افریقہ کی نسلی امتیاز کی پالیسی پر نکتہ چینی کرتے ہیں لیکن میں نے خود اپنے ملک کینیڈا میں ایسے ریڈ انڈین لوگ دیکھے ہیں جنہیں انسان کے بنیادی حقوق حاصل نہیں۔

حال ہی میں کینیڈا کی پارلیمنٹ نے ''انڈیا ایکٹ'' منظور کیا ہے۔ کئی سفید فام کینڈین لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ایکٹ ہمارے ریڈ انڈین لوگوں کی بہبود کی طرف ایک اہم قدم ہے لیکن صوبہ ''ساسکاچیون'' کے وزیر اعلیٰ ٹی ۔سی ڈگلس جو اقلیتوں کیلئے سرکاری کمیٹی کے صدر بھی رہ چکے ہیں انہوں نے اس ایکٹ کو نسلی امتیاز کی بدترین مثال قرار دیتے ہوئے کینیڈا کے وزیر اعظم ڈیفنبیکر پر سخت نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ وزیر اعظم افریقہ کی نسلی امتیازی پالیسی کے خلاف دھواں دھار تقاریر کرتے ہیں لیکن اپنے ملک میں ایسی ہی پالیسی کے ذمہ دار ہیں۔

مسٹر ڈگلس کے الفاظ تو پارلی منٹری انداز کے ہیں لیکن پادری ٹیلر نے سیدھے الفاظ میں اس ایکٹ کو ظالمانہ اور مکارانہ اور زہریلا بتایا ہے اس کے ساتھ ہی انہوں نے جو ریڈ انڈین زندگی کا مشاہدہ کیا ہے وہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

ریڈ انڈین لڑکیاں جو نرسنگ کی تربیت حاصل کرتی ہیں انہیں کینڈین ہسپتالوں میں ملازمت نہیں ملتی۔ میں نے یہ دیکھا کہ وفاقی پولیس سفید فام مردوں کو ریڈ انڈین لڑکیوں اور جوان عورتوں سے جنسی ۔بے راہ روی کرتے دیکھتی ہے۔ لیکن باز پرس نہیں کرتی۔

Scanned by CamScanner

کینڈا میں بھی بدترین درجہ کا نسلی امتیاز موجود ہے لیکن اسے بڑی احتیاط سے چھپایا جاتا ہے۔
اگر آپ کینڈا کے غیر سفید فام لوگوں، نیگرو، ریڈ انڈین اور اسکیموں کی حالت زار کو دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان کی اکثریت پر کئی روزگار اور ملازمتوں کے دروازے بند ہیں۔ مزید برآں گورے مالک مکان انہیں مفلس ترین بستیوں میں ان لوگوں کو زیادہ کرایہ پر مکان دیتے ہیں۔
ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں کئی سفید فام لوگ سیاہ فام شہریوں کی آزادی کے طلب گار اور خواہشمند ہیں ۔کینڈا میں بھی نسلی امتیاز سے آزادی کے خواہاں تو بہت ملیں گے لیکن وہ اس آزادی کو امریکہ، افریقہ یا ملک سے دور دراز کے علاقوں میں دیکھنا چاہتے ہیں اپنے گھر میں نہیں۔
اب سوشلسٹ دنیا کی طرف پر ایک نظر ڈالیے:
-سوویت روس میں 109 ءواضح مختلف قومیں موجود ہیں۔
- کچھ سفید فام (مثلاً یوکرائنی) جن کی تعداد لاکھوں ہے اور غیر سفید ہیں مثلاً ازبک، آذربائیجان، تاجک، قزاخ، ان کی تعداد لاکھوں پر مبنی ہے۔
-وہاں ہمیں انتہائی شمال اور مشرق بعید کے مختلف نسل کے لوگ ملتے ہیں۔
-سوویت کی قوموں میں ایسے لوگ بھی شامل ہیں جنہیں ہماری یونیورسٹی سے فارغ التحصیل طلباء بھی نہیں جانتے مثلاً اویغ، توانٹین، ماریس لیز عنین، چوداش۔
اب اگر آپ ''عام آزادی'' کے بارے میں سوچنے سے اجتناب کریں تو آپ یہ محسوس کر سکتے ہیں کہ سوشلسٹ دنیا میں جب غیر سفید فام باشندے پہنچے ہیں تو وہ زندگی کا کیا تجربہ حاصل کرتے ہیں؟
-انہیں معلوم ہوتا ہے کہ سوویت کی پندرہ جمہوریتوں میں نسلی رنگ قوم یا اقلیت میں کسی قسم کا امتیاز موجود نہیں۔
-نہ صرف وہ ہر جگہ پر، ہر قسم کے رنگ و نسل کے لوگوں سے ملتے ہیں بلکہ انہیں جلدی محسوس ہوتا ہے کہ نسلی امتیاز سوویت لوگوں کے نزدیک ایک بھونڈا مذاق بلکہ واہیات بات ہے۔

سفید اور سیاہ آزادی

اگر آپ ڈاکٹر روز کے الفاظ کو پیش نظر رکھیں جو انہوں نے آج سے پچاس سال کے بعد غیر سفید فام لوگوں کی حکمرانی کے متعلق کہے ہیں اگر آپ یہی الفاظ سوویت کے لوگوں سے کہیں تو وہ آپ کو رحم کی نگاہوں

Scanned by CamScanner

سے دیکھیں گے یہ بات زیادہ وضاحت سے آپ آرمینیا کے لوگوں کی آنکھوں میں دیکھ سکیں گے آرمینیا کے بارے میں چند حقائق ملاحظہ ہوں۔

آرمینی قدیم ترین قوم ہے حضرت مسیح کی پیدائش سے دوسو سال پہلے وہ بڑی طاقت ور قوم تھی۔

وہ قدیم ترین عیسائی قوموں میں شمار ہوتی ہے۔

بعد میں آرمینی قوم کئی تباہ کن جارحیتوں کا شکار ہوئی۔

پچھلی صدی میں 15 لاکھ آرمینی ترکوں نے قتل کیے۔

آرمینی باشندوں کا رنگ گہرا ہے لیکن انہیں سیاہ فام نہیں کہا جاسکتا صدیوں سے ان کے پڑوسی جو خود بھی گہرے رنگ کی جلد کے مالک ہیں آرمینی دشمن ان کی نسل کے خلاف مہم چلاتے رہے جب آرمینی قوم نے سوشلزم کا آغاز کیا تو 1929ء میں آرمینیا کا دارالحکومت یریوان کچے مکانات کا ایک قصبہ تھا اور آرمینیا انتہائی مفلس ریاست تھی۔

-آج یریوان ایک شاندار شہر ہے اور دنیا کے خوب صورت شہروں میں شمار ہوتا ہے۔

-آرمینیوں کے صدیوں قدیم صحرا کو سرسبز کر دیا گیا ہے۔

-آرمینی انجینئروں نے بڑے بڑے پاور ہاؤس اور بڑی بڑی صنعتیں نصب کی ہیں۔

-آرمینی اکیڈمی آف سائنس دنیا کی مشہور اکیڈمی ہے اس کے تحت 33 تحقیقاتی ادارے موجود ہیں۔اور دنیا کے کئی مشہور حساب دان، ہیت دان اور سائنس دان وہاں تحقیق و تعلیم کا کام کرتے ہیں۔

-چالیس سالوں میں آرمینیوں نے جدید کلچر اوپیر، ابیلے، موسیقی اور ادب پیدا کیا ہے کینڈا جو آبادی کے لحاظ سے آرمینیا سے دس گنا زیادہ ہے ان کے کلچر کی برابری کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔

ہم کئی ایسے آرمینیوں سے ملے جو عالمگیر جنگ سے پہلے ''آزاد دنیا'' کے کئی ممالک میں رہائش رکھتے تھے ۔ان میں کئی سائنسی، فنی اور کاروباری دنیا میں اہم مقام کے مالک تھے جنگ کے بعد انہوں نے آرمینن سوشلسٹ جمہوریہ میں واپس آنے کا فیصلہ کیا۔کیوں؟ کیونکہ ''آزاد دنیا'' میں وہ کتنے ہی کیوں نہ کامیاب ہوں، لیکن وہ نسلی امتیاز کی لعنت سے محفوظ نہیں رہ سکتے تھے اب وہ اس زہریلے اثرات سے آزاد زندگی بسر کرتے ہیں۔

صدیوں کی غلامی اور عذاب کے بعد کوئی سوشلسٹ آرمینی کے تصور میں بھی نہیں آسکتا کہ وہ دوسرے

Scanned by CamScanner

لوگوں پر حکمرانی کرے گا ڈاکٹر روز کی مانند گورے دانشور ابھی اس حقیقت کو تسلیم نہیں کر سکے کہ بنی نوع انسان اس وقت صحیح معنوں میں آزاد ہوگا جب لوگ ایک دوسرے پر حکمرانی کے جذبہ سے آزاد ہوں گے یہ آزادی ہی سوویت روس کے اثر ورسوخ کو غیر سفید فام لوگوں میں مستحکم کرنے کا موجب بن رہی ہے۔

Khan Shaheed Library

Scanned by CamScanner

10

مساوات سے آزادی

جب کینڈا کے معقول لوگ افریقہ یا ایشیا کے ملکوں کا دورہ کرتے ہیں تو وہ یہ دیکھ کر مایوس ہوتے ہیں کہ غیر سفید فام لوگ ہماری آزادیوں سے کچھ زیادہ سروکار نہیں رکھتے ہماری ان آزادیوں کو لیجئے جن کا اکثر تذکرہ ہمارے اخبارات میں ہوتا ہے فرد کو اپنی قسمت بنانے کی آزادی، اپنا پیشہ یا روزگار کا ذریعہ منتخب کرنے کی آزادی، اخبار شائع کرنے کی آزادی اور اظہار رائے کی آزادی، قدامت پرست اعتدال پسند یا کسی اور سیاسی پارٹی کو ووٹ دینے کی آزادی۔

لاکھوں بلکہ کروڑوں سیاہ فام لوگوں کیلئے یہ آزادیاں بے معنی ہیں اگر آپ انکی جگہ اپنے آپ کو تصور کر کے دیکھیں تو آپ کو یہ حقائق نظر آئیں گے۔

-لاکھوں ہندوستانی جو مستقل طور پر بیروزگار ہیں ان کے درپیش کیسی تقدیر ہے۔

-آپ اپنا وسیلہ روزگار کیسے منتخب کر سکتے ہیں؟ جب آپ افریقہ کے کسی گاؤں میں رہتے ہوں اور وہاں کوئی فیکٹری یا سکول تک نہ ہو۔

-جب کروڑوں انسان پڑھ لکھ نہیں سکتے تو انہیں اعتدال پسند یا رجعت پرست پارٹیوں کے سیاسی پروگرام سے کیا سروکار؟

کئی ہمدرد کینڈین جب کسی ایشیائی یا افریقی ملک سے واپس آتے ہیں تو انہیں یہ کہتے سنا جاتا ہے کہ سب سے پہلے ہمیں ان بھوکوں کو خوراک مہیا کرنا ہے۔

انہیں طبی امداد بہم پہنچائی جائے اور پھر انہیں بتایا جائے کہ کپڑا کس طرح بنایا جاتا ہے۔

ہسپتال، مکان، سکول اور فیکٹریاں کیسے تعمیر کی جاتی ہیں یعنی وہ سفید تہذیب کی تمام خصوصیات سے انہیں بہرہ ور کرنا چاہتے ہیں۔

لیکن کانگو کا خیال کیجئے کہ سفید مہذب بلجیموں نے ڈیڑھ صدی وہاں حکومت کی وہاں انہوں نے بڑے بڑے شہر تعمیر کئے فیکٹریاں، کانیں، ریلوے، ہوائی اڈے بنائے لیکن اس عرصہ میں کانگو کی نصف آبادی سے بھی زیادہ بیماریوں اور بھوک سے ختم ہوگئی۔ اور اب بھی کانگو کے سیاہ فام باشندوں کی حالت خراب ہے اس لئے افریقی اور ایشیائی لوگ بیلجیم کی سیاحت نہیں کرتے۔

Scanned by CamScanner

اگر آپ اخبارات کا مطالعہ بغور کرتے ہیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ سیاہ فام عورتیں اور مرد بہت زیادہ تعداد میں سوویت روس جاتے ہین اور ان میں اکثریت کمیونسٹوں کی نہیں ہوتی۔ ان میں کچھ مزدور لیکن زیادہ تر بیوپاری، پیشہ ور اور سرکاری ملازم ہوتے ہیں سوویت یونین میں جو مشاہدہ کرتے ہیں اس سے متعجب ضرور ہوتے ہیں اگر سوشلزم میں ہماری چند نمایاں آزادیاں نہیں لیکن پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ سوویت لوگوں کے پاس اور کیا ہے؟ جس سے غیر سفید فام لوگ اتنا متاثر ہوتے ہیں۔

مساوات کی تخلیق

امریکہ کے تاریخی اعلان آزادی میں یہ الفاظ ''تمام انسان برابر (پیدا) تخلیق ہوئے ہیں'' آپ کو معلوم ہوگا کہ سوویت لوگ ان الفاظ سے واضح طور پر متفق نہیں۔ اس ضمن میں ہم سوویت کی قزاخ جمہوریہ کا ذکر کرتے ہیں۔ قزاخ لوگ اسی طرح پسماندہ تھے جیسے آج کل ایشیاء اور افریقہ کی کئی آبادیوں کے لوگ ہیں انقلاب روس کے بعد انکی جمہوریہ تشکیل ہوئی۔ اور قزاخ جمہوریہ رقبے کے لحاظ سے بہت وسیع ریاست ہے۔

ہم اس کے دارالحکومت آلما آتا میں ایک ریسٹورنٹ میں دو قزاخ ادیب ایک ٹیلی ویژن ایکٹرس، ایک خاتون ڈاکٹر اور کئی اور قزاخ موجود تھے ہم نے ان سے سوال کیا:

''تمام لوگ برابر پیدا ہوئے ہیں آپ (قزاخ) لوگ اس پر یقین کیوں نہیں کرتے؟'' وہ سب ہمیں تعجب اور حیرانگی سے دیکھنے لگے آخر انہوں نے جواب دیا:

- انسان اس وقت برابری میں پیدا ہوتا ہے جب اس کے والدین معاشی مساوات کے مالک ہوں۔
- مساوات پیدا کرنا، مساوات میں پیدا ہونے سے کہیں زیادہ مشکل کام ہے۔

اتنے میں قزاخ ٹیلی ویژن ایکٹرس نے ایک سرخ بالوں والی خوبصورت خدمتگار کو اشارے سے ہمارے پاس بلایا اور کہا:

''دیکھو! یہ روسی لڑکی ہے کون جانتا ہے کہ اس کا دادا ان تانبے کی کانوں کا مالک ہے جس میں میرا دادا اپنی موت تک محنت کرتا رہا ہو اس لئے آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے والدین برابر پیدا ہوئے تھے۔''

''آپ کا مطلب ہے کہ اس لڑکی کے والدین سفید فام اور آپ کے قزاخ تھے۔'' ایکٹرس نے اپنا سر نفی میں ہلاتے ہوئے کہا'' آپ میرا مطلب نہیں سمجھے، کیا وہ اب سفید فام نہیں اور میں قزاخ نہیں؟ ہم ایک

Scanned by CamScanner

قوم ہیں یہ لڑکی میری بہن ہے۔ کیونکہ ہم دونوں برابر ہیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ہم سب سے پہلے معاشی لحاظ سے برابر ہیں۔ اس لئے رنگ کا امتیاز ہمارے ہاں بے معنی ہے۔"

"معاشی لحاظ سے سفید روسی لڑکی جو ابھی بیراگیری سیکھ رہی ہے یقیناً ٹیلی ویژن ایکٹرس سے کم تنخواہ لیتی ہے اس لئے معاشی برابری کا کیا مطلب ہے" ہم نے یہ سوال کیا تو حاضرین میں طویل وقفے کے لئے خاموشی طاری ہوگئی اور پھر ان میں ایک سائنسدان نے کہا۔

"غیر سفید فام لوگ سفید فام لوگوں سے کم تر کیوں ہیں! اس لئے نا کہ صدیوں سے سفید نسل کے لوگ ان لوگوں کی محنت سے مالدار بن گئے نسل اور رنگ کے امتیاز کی جڑ "منافع بازی" ہے اعلیٰ لوگ ادنےٰ لوگوں سے دولت چھینتے رہے ہمارے اقتصادی نظام میں تمام منافع بحیثیت مجموعی لوگوں کے پاس پہنچا ہے اس میں رنگ نسل قوم کا قطعی کوئی امتیاز نہیں رکھا جاتا یہ درست ہے کہ مختلف پیشوں سے منسلک لوگ مختلف تناسب سے تنخواہیں حاصل کرتے ہیں لیکن ہمارے ہاں ناممکن ہے کہ کوئی مالدار بن سکے جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم معاشی لحاظ سے برابر ہیں تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے۔

اس پر ادیب جو جُثہ کے لحاظ سے بڑا قوی ہیکل تھا چہرے اور سر کے سفید بالوں سے وہ "ریڈ انڈین سردار" نظر آرہا تھا اس نے کہا:

"شاید کینڈین لوگوں کو یہ سمجھنے میں دشواری پیدا ہو ہاں ہم بحث میں پڑنا نہیں چاہتے ہم صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ آپ ایک بات یاد رکھیں کہ ہم قزاخ لوگوں نے زندگی کے دونوں رخ دیکھے ہیں ہم نے خود سوشلزم کو اس ملک میں تعمیر کیا ہے اور یہ کسی "اعلان" یا قانون سے نہیں بلکہ مساوات سوشلزم نے پیدا کی ہے۔

ادنیٰ لوگوں کا ماضی

قزاخ لوگ سوویت روس کے پسماندہ لوگوں میں شمار ہوتے تھے کیونکہ

-زار کے عہد حکومت میں قازکستان سفید روسیوں کی نوآبادی تھی۔ 200 یا 300 گورے مزدوروں میں صرف ایک قزاخ صنعتی مزدور تھا۔

-قزاخ روئی، اون، اناج، خام لوہا پیدا کرتے تھے۔ لیکن یہ تمام پیداوار سفید صنعتی علاقوں میں بھیجی جاتی تھی جیسا کہ آج بھی بعض نوآبادیوں میں ہوتا ہے۔

Scanned by CamScanner

-ان دنوں سخت محنت مشقت قزاخ کرتے تھے اور انہیں گورے روسی مزدور سے کہیں کم تنخواہ ملتی تھی۔
-قزاخ محنت سے بڑی دولت جمع کی جاتی تھی جو اعلیٰ لوگوں یعنی گوروں کو روس اور برطانیہ پہنچتی تھی اور قزاخ لوگوں کی زندگی ایسی پسماندہ تھی جیسے آج کل امریکہ کے سیاہ فام لوگوں کی ہے۔
-صرف 1920ء میں قازخسان جہالت، قحط، بیماری اور انتہائی مفلسی میں مبتلا تھا وہاں کوئی شفاخانہ نہ تھا۔
لیکن اب آپ 31 لاکھ پچاس ہزار قزاخ باشندوں میں کسی سے پوچھیں کہ چالیس سال پہلے جوان کی زندگی قرون وسطیٰ جیسی اس لیے تھی کہ ان کا رنگ سیاہ اور مقامی یا علاقائی کم تری تھی تو وہ اس سوال کو اپنی ہتک خیال کرے گا۔ قزاخ ایسے خیالات کو نسلی امتیاز کی بکواس خیال کرتے ہیں ایسی ذہنیت ان کے نزدیک جہالت کی نشانی ہے۔

مشکل معجزہ

1920ء سے پہلے قازقستان میں ''آزاد معیشت'' کا نظام رائج تھا۔ اقتصادیات سفید فام لوگوں کے ہاتھ میں تھی۔ وہ خام مال سے بے اندازہ منافع حاصل کرتے تھے وہ نوآبادی میں لوگوں کے معیار زندگی کو بڑھانے کے لیے صنعت لگانے کے لیے تیار نہ تھے۔
1920ء میں قزاخ اقتصادیات انفرادی ملکیت سے آزادی ہوگئی بلکہ وہ سوویت یونین کے لوگوں کی مشترکہ ملکیت ہوگئی۔ جس میں 109 چھوٹی قومیں اور نسلیں موجود ہیں۔
-سوشلسٹ منصوبہ کاروں نے فیصلہ کیا کہ قزاخ جمہوریہ میں فوری طور پر بڑی بڑی صنعتیں لگائی جائیں۔
-یہ انتہائی مشکل کام تھا کیونکہ سرمایہ کے علاوہ قزاخ لوگوں کو انتہائی پسماندگی سے بھی نکالنا تھا۔
-1935ء میں قزاخ کی نصف آبادی ان پڑھ تھی۔ اس لیے سفید استاد جن میں کئی ہائی سکول سے فارغ نوجوان بھی تھے۔ مشرق میں قازخ لوگوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے کے لیے روانہ ہوئے۔
-اس دوران نوجوان قزاخ ماسکو، لینن گراڈ، کیف اور استونیا اور دیگر صنعتی مراکز پہنچائے گئے تاکہ وہ صنعت کاری ماہر کاریگروں سے سیکھیں۔
-قزاخ لوگ جب اپنے علاقہ کے خود مالک بن گئے تو انہوں نے اپنی صنعتی پیداوار کو 97 گنا بڑھایا آج قازقستان کا سفر کریں تو جگہ جگہ نئی فیکٹریاں ملتی ہیں آج بھی ان کی صنعتی پیداوار کی رفتار کینیڈا سے کہیں زیادہ ہے۔

Scanned by CamScanner

-آج قزاخ لوگ صنعتی لحاظ سے اس دنیا میں نہیں جس دنیا میں پاکستان ترکی، افغانستان اور ایران کے لوگ زندگی بسر کرتے ہیں۔

قازقستان میں پھل والے باغات میں ہیلی کاپٹروں سے پانی دیا جاتا ہے اور ان پر ادویات چھڑکی جاتی ہیں۔ باغبانی کا یہ انتہائی جدید اور کم خرچ طریقہ ہے۔

-جب ہم نے کینڈا میں اپنی تعلیم ختم کی تو اس وقت قازقستان میں ایک بھی قزاخ سائنسدان نہیں تھا۔ 1960ء میں ہمیں قزاخ اکیڈمی آف سائنس نے مدعو کیا، اب وہاں 1600 سائنسدان تحقیقات کے کاموں میں مصروف ہیں۔ اتنی سائنسدانوں کی تعداد کینڈا کے نیشنل ریسرچ کونسل میں بھی نہیں۔

اگر ہم یہ کہیں کہ قزاخ لوگوں کو قرون وسطیٰ سے جدید ترین زمانہ میں اتنے کم عرصہ میں لانا ہمارے زمانے کا معجزہ ہے تو یہ کوئی مبالغہ نہیں لیکن ہمیں یہ ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ یہ معجزہ انتہائی مشکل تھا۔

تاہم ایسے معجزات ہر قوم اور نسل کر سکتی ہے خواہ وہ کتنی ہی پسماندہ کیوں نہ ہو۔

مشرق میں ستارے

اب ہم ایک اور اہم مسئلہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں جب ہماری ''آزاد دنیا'' کے سیاستدان اور مبصر یہ بتانے کی کوشش کرتے ہیں کہ غیر سفید فام لوگوں کے لیے سوویت یونین میں اتنی کشش کیوں ہے تو وہ دو غلطیوں کا شکار ہوتے ہیں۔

پہلی غلطی

ان کا خیال کہ سوویت پروپیگنڈا غیر سفید فام لوگوں کو متاثر کرتا ہے۔ لہٰذا آزاد دنیا کو بھی ''آزاد معیشت'' کے پروپیگنڈا پر زیادہ سے زیادہ خرچ کرنا چاہیے۔

دوسری غلطی

سوشلزم پسماندہ لوگوں کو صرف اس لیے متاثر کر رہا ہے کہ وہ ان کی بنیادی ضرورت خوراک کو پورا کرتا ہے اس لیے ہمیں بھی ان لوگوں کو خوراک وغیرہ بہم پہنچانی چاہیے۔

آپ نے اس نظریہ کے کئی پہلوؤں کو سنا اور اس کے بارے میں پڑھا ہوگا لیکن اگر آپ غور سے دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ نظریات نسلی امتیاز کا انداز فکر ہے گورے لوگوں کا خیال ہے وہ اعلیٰ نسل کے ہیں ادنیٰ نسل کے لوگوں کو لچھے دار باتوں سے بے وقوف بنایا جا سکتا ہے حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

Scanned by CamScanner

-مثال کے طور پر قزاخ لوگوں کے پاس خوراک، کپڑے، ادویات ہر چیز کی بہتات ہے ان چیزوں کو پسماندہ لوگ دیکھ کر متاثر ہوتے ہیں لیکن ہم ایسے ہی لوگوں کو اپنے ہاں ان چیزوں کی ان سے بھی زیادہ تعداد دکھاتے ہیں۔

-قزاخ جو کل بالکل ان پڑھ تھے آج وہ بڑے شاندار تھیٹروں کے مالک ہیں جہاں ڈرامے، اوپرا اور بیلے (رقص) ہوتے ہیں۔

-ہم نے قازقستان میں چھوٹا سا "ہالی ووڈ" دیکھا جہاں قزاخ زبان میں بہترین فلمیں تیار ہو رہی ہیں۔

-حالانکہ یہ نا قابل یقین بات ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ قزاخ سائنس ستاروں کے بارے میں دنیا کی رہنمائی کر رہی ہے۔ وہ دور دراز کے ستاروں میں زندگی کے بارے میں تحقیق کے رہنما سمجھتے جاتے ہیں۔

-قازقستان کی ترقی میں سوشلزم کی طرف کشش کا راز ہے اور یہ ترقی نسل اور رنگ کے امتیاز اور فرق سے مکمل آزادی کے بعد حاصل ہوئی ہے انسان کے ذہن اور روح کی جدوجہد میں یہ ترقی فیصلہ کن ثابت ہو سکتی ہے۔

Khan Shaheed Library

Scanned by CamScanner

11

محبت کی آزادی

عرصہ دراز سے آزاد دنیا میں سوویت یونین کی عورتوں کے بارے میں اتنی غلط اور بے بنیاد باتیں مشہور ہیں کہ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ غیر سوشلسٹ ملکوں میں کتنا غلط اور گمراہ کن تاثر دیا جاتا ہے۔ عام طور پر مغربی ممالک کے اخبارات اور سیاح یہ تاثر دیتے ہیں۔

-کہ سوویت عورتیں اور لڑکیاں غیر رومانٹک ہیں۔

-وہ کام میں اتنی مصروف ہوتے ہیں کہ انہیں محبت کرنے کا وقت نہیں ملتا وہ اپنے آپ کو زیبائش اور آرائش سے دور رکھتی ہیں وہ رومان اور فیشن کو بے کار کی چیزیں سمجھتی ہیں۔

-ہمارے مغربی مبصرین لوگوں کو یقین دلاتے ہیں کہ سوشلسٹ نظام میں عورت کے حسن کے خلاف باقاعدہ مہم چلائی جاتی ہے۔ نسوانیت اور مامتا کے خلاف پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔

دونوں سمتوں کو پیش نظر رکھیئے

سوویت یونین میں محبت، شادی، یا خاندان میں ''بحران'' سے کسی کو کوئی دلچسپی نہیں ان کے اپنے مسائل موجود ہیں۔ مثلاً مکانات کی کمی اور مردوں سے عورتوں کی زیادہ تعداد لیکن وہ ان مسائل کو اس طرح مایوسی کے رنگ میں پیش نہیں کرتے جس طرح کینڈا کے قانونی، طبی ماہرین اور پادری صاحبان پیش کر کے ہمیں چونکا دیتے ہیں۔ اس ضمن میں چند مثالیں کافی ہوں گی۔

-سوشلسٹ نظام میں شادیوں کی رفتار تیز ہوئی ہے۔ ہر ایک ہزار افراد میں سالانہ بارہ شادیاں ہوتی ہیں اور اس کے برعکس کینڈا اور امریکہ میں شادیوں کی تعداد کم ہو رہی ہے وہاں ہر سال تقریباً (ایک ہزار لوگوں میں) آٹھ شادیاں ہو رہی ہیں۔

-حالانکہ سوویت یونین میں طلاق دینے اور لینے کے قوانین مشکل نہیں ہیں تاہم ہر 100 شادیوں میں سے صرف 9 طلاق کے ذریعہ ختم ہوتی ہیں اور امریکہ میں 20 فیصد طلاقیں ہوتی ہیں۔

-امریکی محکمہ صحت کے مطابق (16 دسمبر 1960ء) 1957ء سے امریکی شہریوں میں جنسی امراض میں 400 فیصد اضافہ ہوا ہے اس کے برعکس سوویت یونین میں یہ امراض اتنی کم ہیں کہ طبی سکولوں میں طلباء کو

Scanned by CamScanner

ایسے مریض معائنہ کے لیے مہیا کرنا مشکل ہوگیا ہے۔

سوویت یونین کی عورتیں آپ کو بتائیں گی کہ شادی زیادہ مستحکم رشتہ ہوگئی ہے کیونکہ عورتوں کی زیادہ تعداد اپنی تمام ازدواجی زندگی میں کام کرتی ہے۔ یوں وہ اپنے خاوندوں سے معاشرتی لحاظ سے مساوی زندگی بسر کرتی ہیں۔

چونکہ کام کرنے والی بیویاں جتنے بچے پیدا کریں اس کی انہیں اجازت ہے (کیونکہ وہ زچہ ہونے کی حیثیت سے طویل رخصتیں لے سکتی ہیں) سوویت عورتوں کا کہنا ہے کہ بچوں کی پیدائش ازدواجی زندگی کی مسرت کے لیے ضروری ہے۔

غیر سوشلسٹ ممالک میں لڑکیاں، کام کرنیوالی عورت یا نصف درجن بچوں کی ماں کو ''آزاد عورت'' خیال نہیں کرتیں۔ اگر آپ یہ سوال سوویت عورت سے کریں تو آپ کو یہ جواب ملے گا۔

-اگر آزادی سے مطلب یہ ہے کہ آپ ساری زندگی محبت کے متعلق خواب دیکھتی رہیں اور کام کاج کچھ نہ کریں ہمارے خیال میں حماقت اور مایوس کن بات ہے اصل رومانی محبت وسیع معاشرتی مفاد پر مبنی ہے۔

-اگر آپ کا یہ مطلب ہے کہ خاوند اور بیوی کو ازدواجی زندگی سے باہر بھی معاشقوں کی آزادی ہونی چاہیے تو ہم ایسی آزادی کے سخت مخالف ہیں۔ ایسی آزاد محبت یا معاشقے رومانی نہیں بلکہ انحطاط کی علامت ہے۔

نئی ازدواجی زندگی

مغربی اخبارات ہمیشہ سوویت یونین میں عورتوں کی سخت مشقت کے بارے میں لکھتے رہتے ہیں لیکن انہوں نے کبھی اپنے قارئین کو یہ بتانے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ وہاں عورتیں صنعت، سائنس، حکومت، طب اور زراعت میں اہم عہدوں پر فائز ہیں۔ بہر حال مردوں اور عورتوں کی اجرت میں مساوات ملاحظہ فرمایئے۔

کینڈا میں ہر شخص جانتا ہے کہ محنت کش عورت کو مرد سے کم تنخواہ ملتی ہے میکلینز میگزین (جولائی 1960ء) کے مطابق عام تنخواہ دار مرد کو سالانہ چار ہزار سات سو ڈالر ملتے ہیں اور تنخواہ دار عورت کو دو ہزار چار سو ڈالر۔ کینڈین عورتیں مردوں کی طرح اعلیٰ عہدے حاصل نہیں کر سکتیں۔

گزشتہ دس سالوں میں ہم نے سوویت یونین کا بڑا تفصیلی سفر کیا ہے اور ہم نے اتنی سوویت عورتوں سے

Scanned by CamScanner

گفتگو کی ہے جو شاید کسی مغربی صحافی نے نہ کی ہو۔ دیوار کی اینٹو سے چنائی کرنے والی عورت سے کام کرتے ملے۔ اسی طرح ایٹمی آلات چلانے والی عورت ہائی کورٹ کے جج، سیمنٹ کو مشین کے ذریعے بجری بنانے والی عورت، طبی تحقیق کی ڈائریکٹر، عطریات بنانے والی، کابینہ کی وزیر، فولاد کو پگھلانے والی اور اس طرح کئی اور پیشہ ور عورتوں سے ان کے کام پر گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ یہ حقائق واضح طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔

☆1 آپ کسی سوویت عورت کو اتنی مشقت والا کام کرتے نہیں دیکھیں گے جس سے اس پر جسمانی طور پر اثر ہو۔ کیمیکلز فیکٹریوں اور زمین دوز کانوں میں انہیں کام کرنے کی ممانعت ہے۔ دوسرے الفاظ میں انہیں کوئی ایسا کام نہیں دیا جاتا۔ جس سے ان کے بچے پیدا کرنے کی صلاحیت کو نقصان پہنچ سکے۔

☆2 ہنر کی ہر سطح پر سیکھنے والے سے لے کر منیجر کو کام کے مطابق معاوضہ ملتا ہے اس میں جنس کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا کام کے مطابق عورتوں کے معاوضے مرد کے مطابق ہوتے ہیں۔

☆3 کئی شعبوں میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے البتہ ریلوے میں مردوں کی تعداد زیادہ ہے لیکن طب میں ان کی تعداد مردوں سے کئی گنا زیادہ ہے۔ عموماً اکثر شعبوں میں عورتیں بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں کیونکہ سوشلسٹ نظام میں بڑے عہدے اعلیٰ تعلیم اور ہنرمندی کے مطابق ملتے ہیں۔

سوویت مرد اور عورت میں معاشی مساوات شادی پر اثر انداز ہوتی ہے مثلاً اکثر کینڈین مرد ان حقائق کو پسند نہیں کریں گے۔

☆عورتوں اور لڑکیوں کی اکثریت آج کل کام کر رہی ہے چونکہ عورتون کے لیے بھی زیادہ سے زیادہ ترقی کے مواقع ہیں جب وہ کسی اہم عہدے یا ذمہ داری پر پہنچ جاتی ہیں تو قدرتی طور پر معاشرے میں ان کی توقیر بڑھتی ہے مرد کی روائتی ''بالادستی'' متاثر ہوتی ہے اور یوں مرد اور عورت کے درمیان تعلقات بہتر ہوتے ہیں۔

☆چونکہ سوویت لڑکیاں مرد کے برابر کما لیتی ہیں اس لیے وہ معاشی دباؤ سے آزاد ہوتی ہیں انہیں معاشی امداد کے لیے کسی مرد کی ضرورت نہیں ہوتی دولت کا اثر ختم ہونے کے بعد رومانی پہلو زیادہ مضبوط ہوا ہے عورت اپنے ساتھی کو منتخب کرنے میں آزاد ہے جسے وہ واقعی محبت کرتی ہو۔

تاشقند میں ایک ازبک عورت جو سوشلسٹ قانون کی ماہر ہے اس نے ملاقات میں ہمیں بتایا:

Scanned by CamScanner

''آپ نے دیکھا کہ ہمارے ہاں ایسی شادیاں نہیں ہوتیں جیسا کہ مغربی ممالک میں ہوتی ہیں ہمارے شادی مال کے چکر سے آزاد ہوتی ہے یعنی ہمیشہ دولت حاصل کرنے کے دباؤ میں شادی نہیں ہوتی۔زندگی کے بارے میں ایسا ناشائستہ اور مادی نقطہ نظر ہم سے معدوم ہو رہا ہے جب نئی نسل پیدا ہو کر پروان چڑھے گی اور وہ نجی ملکیت سے مکمل طور پر آزاد ہوگی تو پھر شادی کے بارے میں ان کا نقطہ نظر خالص رومانٹک ہوگا یہ نئی شادی صرف محبت اور مسرت کے لیے ہوگی''۔

خوابوں کا باورچی خانہ

''کم علمی خطرناک چیز ہے'' یہ کہاوت ان کاروباری لوگوں پر صادق آتی ہے جو سوویت یونین کا سفر کرتے ہیں اور چند گرہستن عورتوں سے ملتے ہیں اور واپس کینڈا میں آ کر منصوبہ بناتے ہیں جس کے تحت وہ لاکھوں الیکٹرک چولہے، ریفریجریٹر، فریزر زدھونے کی مشین سوویت عورت کے ہاتھ فروخت کرنا چاہتے ہیں۔

لیکن ان کا منصوبہ کامیاب نہیں ہوسکتا کیونکہ بہت کم سوویت عورتیں شمالی امریکہ کے سے بے مثال باورچی خانہ کی خواہش مند ہیں۔حالانکہ فی الحال باورچی خانے کے جدید ترین ترقی کے سامان کی وہاں قلت ہے لیکن سوویت عورت اپنی موجودہ زندگی کو بدلنا نہیں چاہتی اور نہ ہی پھر وہ گھریلو ملازمہ کی طرح باورچی خانہ کی ہو کر رہنے کو تیار ہے خواہ وہ باورچی خانہ کتنا ہی کیوں نہ جدید ترین ہو۔

☆منافع بازی کا خاتمہ ہو چکا ہے اس لیے قیمتیں بتدریج کم ہو رہی ہیں اس لیے سوویت خاندان بہتر کھانا کم قیمت پر اپنے ریسٹورنٹوں اور کیفے ٹیریا میں حاصل کر سکتے ہیں۔

☆15 سینٹ سے لے کر 50 سینٹ تک بہترین کھانا سوویت روس کی ہر فیکٹری اور ہر چھوٹے بڑے قصبہ میں مل سکتا ہے۔

☆سوویت یونین میں ایسے 61 نئے کھانے کے مراکز بنانے کے منصوبہ پر عمل ہو رہا ہے۔

☆فیکٹری اور دفتروں کے ریستورانوں میں کھانے زیادہ مقدار میں تیار ہو رہے ہیں تا کہ وہاں سے کام کرنے والے مرد اور عورتیں کھانا اپنے گھر لے جا سکیں۔

کیا اس سے سوویت یونین میں ازدواجی زندگی متاثر ہوتی ہے ہم نے وہاں عورتوں سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا'' یہ بندوبست ہمارے ازدواجی زندگی میں خوشگواری کا باعث بنا ہے۔باورچی خانے میں

Scanned by CamScanner

سر کھپانے سے ازدواجی زندگی بہتر نہیں ہو سکتی بلکہ باورچی خانے سے خلاصی خاوند اور بیوی کو چند گھنٹے اور مل جاتے ہیں جس میں وہ تفریح اور دیگر ثقافتی سرگرمیوں میں حصہ لے سکتے ہیں۔

ہمیں معلوم ہے جو لوگ عورت کی جگہ باورچی خانہ میں سمجھتے ہیں وہ اسے اچھی نظروں سے نہیں دیکھیں گے لیکن سوویت یونین میں خاندانی زندگی میں ایک وسیع انقلاب آ رہا ہے۔

بچوں کی تعلیم و تربیت کا نیا بندوبست

مغربی ممالک میں نئی نسلوں سے اونچے طبقہ کے لوگ اپنے بچوں کو ''بورڈنگ بھیجتے ہیں تا کہ ان کے بچے دیگر بچوں کے درمیان اور اچھے استادوں کی نگرانی میں بہتر تربیت اور تعلیم حاصل کر سکیں اس بندوبست میں بدترین بات یہ ہے کہ مالدار خاندانوں کے بچے گھمنڈی ہو جاتے ہیں۔

اس کے برعکس سوشلسٹ دنیا میں بورڈنگ سکول ہمارے پرائیویٹ سکولوں جیسی تعلیم دیتے ہیں لیکن ان کے سکولوں میں طبقاتی امتیاز موجود نہیں کیونکہ کسی بچے کے والدین مالدار یا سرمایہ دار نہیں ہوتے سکولوں کی کوئی فیس نہیں ہوتی البتہ بورڈنگ سکولوں میں رہائش و طعام کی معمولی فیس لی جاتی ہے۔

چونکہ صنعتی مزدوروں کے بچوں کی تعداد دوسرے بچوں سے زیادہ ہوتی ہے اس طرح سوویت بورڈنگ سکول حقیقی معنوں میں سوشلسٹ معاشرے کا ''جونیئر ماڈل'' سکول ہوتا ہے جہاں بچے اور ان کے والدین رہتے ہیں۔

ہم نے طالب علموں، اساتذہ اور والدین سے ایسے اسکولوں کے بارے میں بات چیت کر کے یہ معلومات حاصل کیں۔

☆ ایسے اسکول جو حال ہی میں قائم کئے گئے ہیں۔ وہ اتنے مقبول ہوتے ہیں کہ سارے سوویت یونین میں ایسے اسکول کھولے جا رہے ہیں۔

☆ ان اسکولوں میں بچے بہت خوش ہیں بڑے پرشوق اور تمیز دار لیکن انہیں پابند نہیں رکھا جاتا۔

☆ بچوں کے لیے کئی اساتذہ موجود ہیں لیکن وہ سکول میں خاصا کام کرتے ہیں۔ کھانا پکانے اور کپڑے دھونے کے علاوہ سکول کے دیگر کام ان کے ذمہ ہوتے ہیں ان کے لیے کوئی خدمت گار مقرر نہیں ہوتا۔

☆ وہ سکول میں زیادہ مدت نہیں رہتے بلکہ اپنے والدین کے پاس ہر ہفتہ کے بعد جاتے ہیں لیکن کئی لوگ سارے ہفتہ اپنے بچوں کو پاس رکھنا چاہتے ہیں سوویت والدین کی بھی یہ خواہش ہو سکتی ہے لیکن انہوں

Scanned by CamScanner

نے ہمیں واشگاف الفاظ میں اس ضمن میں بتایا کہ سوشلزم میں بیویوں پر خاندوں کی ''ملکیت'' کا خاتمہ ہو چکا ہے اب اس نظریے کو ختم کیا جا رہا ہے کہ بچے والدین کی ذاتی ملکیت کا درجہ رکھتے ہیں۔

وہ یہ کہتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ والدین کے جذبات کا احترام کیا جائے لیکن بچہ بھی قابل احترام ہے ہمارے نظام میں کوئی شخص دوسرے پر انحصار نہیں کر سکتا۔ یہی بات والدین پر بھی صادق آتی ہے۔

ایک ماں نے ہمیں بتایا: ''آپ خود دیکھ سکتے ہیں کہ سکول نے میرے کنبے کو تباہ نہیں کیا۔ اس کے برعکس میرے تین بچوں کو بہتر زندگی دینے کے سبب ہم سے بوجھ ہلکا کر دیا ہے اس لحاظ سے بورڈنگ سکول نے ہماری خاندانی زندگی کو کئی طریقوں سے بہتر بنایا ہے۔''

اگر اب بھی آپ قائل نہیں ہوئے تو ماہرین نفسیات کے الفاظ یاد رکھیئے جو بچوں کی تربیت و تعلیم کے معاملات پر صائب رائے رکھتے ہیں وہ اکثر بچوں کی ذہنی اذیت کو جانتے ہیں اور ایسے بچے اچھے خاندانوں کے چشم و چراغ ہوتے ہیں کہیں تو بہت زیادہ محبت یا نظر انداز کرنے سے ان کی ذہنی نشو ونما پر بہت برا اثر ہوتا ہے دیگر بچوں سے الگ تھلک رکھنے سے بھی بچے کئی نفسیاتی امراض کا شکار ہو جاتے ہیں اور اگر ان کے والدین کوئی کام بھی کرتے ہوں تو ان کے بچوں کے لیے تعلیم و تربیت معیار کے مطابق نہیں ہو سکتی۔

ہم نے سکول یا بچوں کی تعلیم و تربیت کے بارے میں سوویت روس کے نظریات پیش کر دیئے ہیں اور اس سے مراد آپ کو ان نظریات کا قائل کرنا نہیں بلکہ آپ کو صرف مطلع کرنا ہے ہمارا خیال ہے کہ آئندہ چند سالوں میں آپ سوویت روس میں شادی اور محبت کے بارے میں بہت کچھ سنیں گے کیونکہ بورڈنگ سکول کا نیا نظام لاکھوں خاندانوں کے لیے ایک نئی زندگی مہیا کرتا ہے۔

Scanned by CamScanner

12

عورتوں کیلئے آزادی

آپ نے کئی بار یہ جملہ سنا ہوگا مردوں کے ذہن کے لیے جدوجہد، ہم نے جو آزاد دنیا (یا غیر سوشلسٹ دنیا) میں رہتے ہیں ہمیں یقین ہے کہ ہمیں اس جدوجہد میں سوشلسٹ ممالک کے باشندوں پر زیادہ فوقیت حاصل ہے مثال کے طور پر ہمارے ہاں آزاد اقتصادی نظام ہے آزاد انتخابات اور انفرادی آزادی حاصل ہے اس کے برعکس ہمارے ذمہ دار رہنما ہمیں خبردار کرتے ہیں کہ سوویت لوگوں کو بھی ہم پر فوقیت حاصل ہے۔ مثلاً بہترین تعلیم، مستحکم اقتصادی نظام اور متعدد تجربہ کار سائنس دان۔

لیکن اس تقابل میں کون سی چیز غائب ہے؟

''بنی نوع انسان کا نصف، مرد کا نصف بہتر یعنی عورتیں۔ میری انگراہم بٹنگ کہتی ہیں'' ہماری صلاحیتوں کا سب سے بڑا ضیاع عورتیں ہیں''۔

ڈاکٹر بٹنگ سائنسدان خاتون ہیں جو حال ہی میں مغربی دنیا کی بہترین یونیورسٹی اینڈ کلف کالج کی پریذیڈنٹ مقرر ہوئی ہیں۔ انہوں نے لائف میگزین (13 جنوری 1961ء) کے شمارے میں لکھا۔

''وہ تمام لوگ جو کالج نہیں جاسکتے ان میں اکثریت عورتوں کی ہے''۔

یہ وہ امریکہ کے بارے میں لکھتی ہیں لیکن آزاد دنیا کے بڑے ممالک، برطانیہ فرانس، اٹلی، جاپان اور کینیڈا میں کالج میں تعلیم حاصل کرنے والی لڑکیوں کی بہت کمی ہے۔

آدمیوں کے اذہان کے لیے جدوجہد کے سلسلہ میں ہمیں یہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ دنیا کی عورتوں کے اذہان میں کیا ہو رہا ہے ہم سب جانتے ہیں کہ عورتیں ووٹر نہیں انتخابات کے آخری نتائج پر اثر انداز ہوتی ہیں کیا یہ ممکن نہیں کہ لاکھوں کروڑوں عورتوں کے احساسات اور جذبات ہماری آزاد دنیا کے انداز زندگی کے خلاف جدوجہد میں نتیجہ خیز ثابت ہوں۔

ہم ایسے امکانات کو اس لیے پیش کرتے ہیں کیونکہ دوسروں کے دلائل اور باتیں سننے سے بہتر ہے کہ آپ خود حقائق کا جائزہ لیں اور ان امکانات کے بارے میں غور کریں اس لیے ہم نے جو سوشلسٹ نظام میں عورتوں کی حیثیت دیکھی ہے وہ پیش کرتے ہیں۔ ہم عام عورتوں کے بارے میں بات نہیں کر رہے جو ''کتابوں'' سے مخصوص ہیں بلکہ حقیقی اور جیتی جاگتی عورتوں کے بارے میں آپ کو بتا رہے ہیں جنہیں ہم

Scanned by CamScanner

خود مل چکے ہیں۔

دوسر براہوں سے ملیے:

ازبکستان جس کی سرحدیں پسماندہ افغانستان، ایران اور کشمیر کے قریب ہیں۔ وہاں ہم نے ایک ایسی جگہ دیکھی جس سے ہمیں بے انتہاء خوشی ہوئی اس جگہ کو مشرقی لوگوں کی یونیورسٹی کہتے ہیں۔ ازبک سوویت سوشلسٹ جمہوریہ کے دارالحکومت تاشقند میں یہ یونیورسٹی قائم ہے۔

یہ یونیورسٹی چالیس سال پہلے قائم ہوئی۔ اس وقت مشکل سے کوئی ازبک پڑھ سکتا تھا۔ کالج میں داخلے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا ازبک عورتیں صدیوں کی غلامی یا مردوں کی ملکیت سے آزاد ہوئیں۔ پہلے انہوں نے برقع سے آزادی حاصل کی اور یوں آزادانہ گھروں سے باہر جاسکتی تھیں اس کے بعد انہوں نے سب سے بڑی آزادی حاصل کی یعنی پڑھنے کی آزادی۔

یونیورسٹی میں ہمارا استقبال اساتذہ نے کیا لیکن ہمیں خصوصیت سے وہ عورتیں یاد رہیں جن سے ہماری ملاقات ہوئی۔ ڈاکٹر سرکا مولوا جو شعبہ اراضیات کی سربراہ ہیں اور ڈاکٹر مقصود سلطانوا جو شعبہ اراضی اور مکینکس کی سربراہ ہیں اس کالج میں بحیثیت مجموعی طالبات کی تعداد طلبہ سے 10 اور 7 کی نسبت سے ہے۔

خاتون اساتذہ اور تحقیق کرنے والی عورتوں کی تعداد ہم کینڈین لوگوں کے لیے تعجب خیز ہے۔

ڈاکٹر مرکا مولوا نے ہمیں بتایا۔ یہ ہماری جمہوریہ کی کوئی خصوصیت نہیں سوویت یونین میں تمام سائنسی مراکز میں مجموعی لحاظ سے عورتوں کی تعداد مردوں سے کچھ زیادہ ہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ سوویت تحقیقاتی کارکن 25 فیصد عورتیں ہیں کیونکہ عورتیں ہماری نصف صلاحیت ہیں۔

یہ خیال مت کیجئے کہ ہم ان محدود سے چند سیاحوں میں سے ہیں جو وہاں گئے ہماری طرح کے سیاحوں کے علاوہ یونیورسٹی میں 32 ممالک کے طلباز یر تعلیم ہیں اور کئی سالوں سے وہاں مقیم ہیں جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ تاشقند یونیورسٹی میں غیر ملکی طالبات کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

جب یہ طالبات اپنے وطن پہنچیں گی تو وہ محض سوویت کے پروپیگنڈا کا ذریعہ نہیں ہوں گی بلکہ وہ دوسروں کو صحیح معنوں میں متاثر کرنے کے لیے کالج سے حاصل کی ہوئی ڈگریاں دکھائیں گی۔

تعجب کی انتہاء

تاشقند سے بہت دور شمال میں لینن گراڈ کے ایک کیفے ٹیریا میں بیٹھے تھے۔ وہاں ''شمال بعید کے لوگوں کی

Scanned by CamScanner

یونیورسٹی'' کے طلبا اور اساتذہ بیٹھے تھے۔

''میں آپ کا کس سے تعارف کرانا چاہتا ہوں''۔ ہمارے میزبان ڈاکٹر لیو بلیکوف نے کہا اس نے ہمارا تعارف ایک درمیانی عمر کی عورت سے کرایا جس سے ہم اپنا تعجب چھپا نہ سکے۔

''یہ ہیں ڈاکٹر ویرا ستیسن یہ ہمارے شعبہ لسانیات کی سربراہ ہیں''۔

ڈاکٹر ویرا ستیسن زبانوں کی سائنس کی محقق ہیں۔ وہ 19 زبانوں کی ماہر ہیں جن میں اور چی، کیٹس اطلسمس اور یوڈیجز جیسی زبانیں بھی شامل ہیں۔

جب ویرا ستیسن، کی پیدائش ہوئی تو دنیا کا کوئی بھی ماہر لسانیات ان زبانوں کو نہیں جانتا تھا یہ زبانیں وہ ہیں جنہیں ہم کینیڈین اسکیمو لوگوں کی زبانیں کہتے ہیں۔

پروفیسر ویرا ستیسن ان لوگوں ہی میں سے ہیں ہم تعجب سے اس کے ذہین چہرے کو دیکھ رہے تھے تو وہ بڑی دل کش مسکراہٹ سے کہنے لگیں۔

''بدقسمتی سے ابھی تک ہماری یونیورسٹی میں کینیڈا کے اسکیموں کی کوئی عورت یا مرد ہمارا طالب علم نہیں''۔

معجزہ کرنے والی عورت

تمام دنیا کے ڈاکٹر اوڈیسا کے نیلا توف انسٹیٹیوٹ کو جانتے ہیں اس ادارے میں سرجن سائنسدان ولادیر فیلا توف مرحوم نے دنیا کے نابیناؤں میں ایک نئی امید پیدا کی تھی۔ انہوں نے بینائی کی بحالی کے لیے کئی معجزانہ آپریشن کیے تھے ان لوگوں کو بھی بینائی دی تھی جو کئی سال سے نابینا تھے۔

ہم جب اس انسٹیٹیوٹ میں گئے تو وہاں کی سربراہ خاتون مسز ناوژدا پشکو سکایا سے ملے تھے جو اس مشہور ترین ادارے کو زیادہ ترقی دے رہی تھیں انہوں نے خود ایسے آپریشن کیے تھے جن کی بینائی کی بحالی ناممکن خیال کی جاتی تھی۔

یہ خاتون جس کا نام دنیا کے عظیم سرجنوں میں شمار ہوتا ہے اس نے ہمارا اپنے کئی مریضوں سے تعارف کرایا۔ اس میں نینا لیڈسکورا قابل ذکر ہے جب اس کی عمر 32 سال تھی تو وہ فیلا توف انسٹیٹیوٹ میں داخل ہوئی وہ مکمل نابینا تھی۔

اب بارہ سال بعد نہ صرف وہ اچھی طرح دیکھ سکتی ہے بلکہ اس نے طبی تعلیم حاصل کی اور اب وہ ڈاکٹر کی حیثیت سے اس انسٹیٹیوٹ میں کام کرتی ہے۔

Scanned by CamScanner

سوویت یونین میں ہر 100 ڈاکٹروں میں 75 ڈاکٹر عورتیں ہیں امریکہ میں 77 کینڈا اور دیگر آزاد دنیا کے ممالک میں اس سے بھی کم تعداد ہے۔

آخر اس کی وجہ کیا ہے! سوشلسٹ دنیا میں عورتوں کو مردوں کے دوش بدوش زندگی کے ہر شعبہ میں شامل ہونے کی مکمل آزادی ہے اس لیے وہ اپنی خداداد قابلیت اور صلاحیت کے سبب ہر شعبہ اور ہر ذریعہ معاش میں ترقی کر چکی ہیں۔ اور اس سے تمام دنیا میں سوویت یونین کا وقار بڑھ رہا ہے۔

نوعمر بیلے رینا سٹار

شمالی امریکہ کے فنی اور کلچر حلقوں میں سوویت یونین کے بولشوئی بیلے موسیوف رقاص اور بیرزوفا لڑکیوں کے کمال فن کو لاکھوں لوگ ٹیلی ویژن میں دیکھ چکے ہیں وہ رقص کی انتہائی ترقی یافتہ ہستیوں کے معترف ہیں۔

سترہ سالہ یلینا ریابنکینا سوویت یونین کی بیلے سٹار ہے اتنی کم عمر میں مشہور عالم بیلے ''سوان لیک'' میں مرکزی کردار کی ادائیگی بڑی سے بڑی بیلے سٹار کو نصیب نہیں ہوئی۔

کیا اس مشہور فنکار کی مقبولیت اور کامیابی صرف اس کی اپنی ذاتی کوشش اور محنت کی مرہون منت ہے۔

ہم ''آزاد معاشرے'' میں رہنے والے یہ اندازہ ہی نہیں کر سکتے کہ سوویت لڑکیوں کو اپنی فنکارانہ صلاحیتوں کو ظاہر کرنے کے کتنے مواقع میسر ہیں آج سوویت جمہوریتوں میں 30 بیلے تھیٹر ہیں ان کے لیے ایسے بچے اور بچیاں تلاش کرنی ہیں جو واقعی سٹار بننے کی صلاحیتوں کے مالک ہوں آپ بیلے سیکھنے والے بچوں کو لینن گراڈ، پرم، المااٹا، خارکوف اور سٹالن گراڈ کے بیلے سکولوں میں مشق کرتے دیکھ سکتے ہیں۔ 16 کل وقتی بیلے سکول موجود ہیں اور ان میں 2 ہزار بچے زیر تربیت ہیں انہیں مکمل فنکار بننے میں کسی قسم کی رکاوٹ درپیش نہیں ان کے تمام اخراجات قوم برداشت کرتی ہے ضرورت ہو تو رہائش و طعام کا بھی بندوبست کیا جاتا ہے تاکہ فنکارانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لایا جائے سوشلسٹ معاشرے میں اتنی سہولتیں اور مواقع ہیں کہ ہم ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

حکومت میں عورتوں کا حصہ

سوویت یونین میں عورتوں کا تناسب آبادی میں تقریباً نصف ہے اسی لحاظ سے وہ زندگی کے تمام شعبوں میں موجود ہیں دو کروڑ سات لاکھ عورتیں مختلف محکموں میں ملازم ہیں اونادا (کینڈا) میں کابینہ میں ایک

Scanned by CamScanner

عورت موجود ہے اس طرح ازبک جمہوریہ کی کابینہ میں مسز ہاجرہ سلیمونا وزیر انصاف ہیں لیکن فرق یہ ہے مسز سلیمونا سیاسی امیدوار نہیں تھیں بلکہ وہ قانون کا وسیع تجربہ رکھتی ہیں۔ کئی سال تک وہ تاشقند یونیورسٹی میں قانون پڑھاتی رہی ہیں۔ ان کے تجربہ اور علم کی وجہ سے انہیں وزارت ملی ہے۔

کینڈا کی قومی پارلیمنٹ میں تین عورتیں ممبر ہیں اس کے مقابلہ میں سوویت کی پارلیمنٹ جسے سپریم سوویت کہتے ہیں ان کی تعداد تین سو چھیاسٹھ ہے۔ ان کی 15 جمہوریتوں کی پارلیمنٹوں میں عورت ممبران کی تعداد ایک ہزار سات سو اٹھارہ ہے ہم یہ معلوم نہیں کر سکے کہ کینڈا میں لوکل میونسپلٹیوں میں کتنی عورتیں اراکین ہیں ایک سرکاری افسر نے ہمیں بتایا کہ ان کی میونسپلٹیوں میں بہت کم تعداد ہے۔ اس کے برعکس سوویت یونین میں 900، 691 عورتیں ایسے اداروں کے لیے منتخب ہوئی ہیں۔

ازبک جمہوریہ میں وزیر انصاف کی دوست وزیر معاشرتی بہبود مسز صدیقہ ہے اور جمہوریہ کی صدر مسز یگدادنذ دا کدینوا ہیں۔

کامیاب شادیاں

ان تمام اعداد و شمار کے باوجود آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ پہلے رقاص، سرجن اور وزرا عورتیں ہیں۔ لیکن ان کے ہاں شادیوں اور ازدواجی زندگی پر کیا اثر پڑا ہے یا کون سی تبدیلی پیدا ہوئی ہے؟

ہمارا خیال ہے کہ کوئی غیر ملکی کسی ملک میں خواہ کتنا ہی عرصہ کیوں نہ رہے تو وہ ازدواجی اور خاندانی زندگی کے بارے میں مفصل معلومات حاصل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ نجی زندگی کا یہ پہلو نازک اور مقدس جذبات و احساسات کا حامل ہوتا ہے۔ ہم سوشلزم میں زندگی کے اس پہلو کو کما حقہ جاننے کا دعویٰ نہیں کرتے، صرف چند حقائق پیش کر سکتے ہیں۔

حالیہ چند سالوں میں ضروریات زندگی میں گرانی کے باعث کینڈا میں خاص تعداد میں عورتیں کام کرنے لگی ہیں۔ ہر سو کارکنوں میں تقریباً 25 عورتیں ہیں۔

سوویت یونین میں انہی سالوں میں سوویت عورتیں اور زیادہ تعداد میں کام کرنے لگی ہیں ہر 100 مزدور یا کارکنوں میں تقریباً پچاس عورتیں ہیں۔

صورت حال دیکھئے سوشلسٹ ممالک میں ہمارے نظام سے دوگنی تعداد میں عورتیں کام کرتی ہیں۔ اگر اتنا فرق ذاتی تعلقات پر اثر انداز ہوتا ہے تو وہ ظاہر ہو سکتا ہے۔

Scanned by CamScanner

ماہرین جسے ''شادی کی رفتار'' کا نام دیتے ہیں (یعنی 1000 کی ہر عمر میں شادیوں کی تعداد) کینڈا میں یہ رفتار خاصی مستحکم ہے یعنی 8 فی سال۔

سوویت یونین میں یہ رفتار 12 فی سال ہے قازخ جمہوریہ میں 14 فی سال اور اس سے بھی زیادہ سمگیٹ (آذربائیجان) میں۔

جس ملک میں عورت کارکنوں کی دگنی تعداد ہو تو کینڈا سے 50 فی صد زیادہ شادیاں ہوتی ہیں اس تعداد سے یہ بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہاں رومانس کا دائرہ وسیع ہے۔ لیکن اس مسئلہ کا کیا حل ہے جو ہمارے ہاں دردسر بنا ہوا ہے یعنی ''بے اولاد شادیاں'' جوان بیویاں بچے جننے پر کام کو ترجیح دیتی ہیں سرکاری اعداد و شمار سے یہ حقائق معلوم ہوتے ہیں۔

- کینڈا میں گزشتہ بیس سال میں بچوں کی شرح پیدائش 20 اور 29 کے درمیان رہی یعنی فی سال فی ہزار میں یہ شرح رہی انہی بیس سالوں میں سوویت یونین میں 25 اور 31 کے درمیان رہی۔

- اگر آپ پندرہ سال اور ایک ماہ کے بچوں کی تعداد کو شمار کریں تو کینڈا اور سوویت یونین میں فیصد شہریوں میں 30 بچے کی شرح ملے گی یہ ممکن ہے کہ ہر عورت اپنی صلاحیتوں اور قابلیت کو ترجیح دے لیکن شرط یہ ہے کہ اسے ہر طرح کے مواقع میسر کرے۔

کسی لڑکی کو شادی وار ملازمت یا ذریعہ معاش میں انتخاب کی ضرورت نہیں کسی بیوی کو اپنی خدمت یا اپنے بچوں کی قربانی دینے کی ضرورت پیش نہیں آسکتی بشرطیکہ معاشرہ عورتوں کو اقتصادی اور معاشرتی آزادیاں میسر کرے جس کی وجہ یہی ہے کہ بچوں کی پرورش اور کام، زندگی کا عملی طریقہ ہوسکتا ہے۔

سوشلسٹ نظام میں یہ حقائق زیر بحث نہیں یہ تو سب پر ظاہر ہو چکے ہیں۔

Scanned by CamScanner

13

جرائم سے آزادی

''پس ماندہ'' ممالک سے کوئی سیاح ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں آئے تو امریکی اخبارات اسے عجیب اور پریشان کن تضادات پیش کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر ہندوستان سے کوئی مسلم طالب علم جو انگریزی سیکھ رہا ہو۔ وہ صفحہ 4 کے اداریہ کو پڑھ کر متاثر ہوگا جس میں آزاد دنیا کی عیسائی تہذیب کی رومانی طاقت کا پیغام ہوگا۔ ایڈیٹر اس بات پر زور دے گا کہ سوشلسٹ دنیا کے خدا کے منکر لوگوں کی زندگی کے مقابلہ میں امریکی انداز زندگی کتنا اعلیٰ معیار ہے۔ لیکن فرض کیا جائے اگر ہندوستانی نوجوان اس اخبار کے صفحہ اول کو دیکھے تو اس کی شہ سرخی ''شہر کے بشپ جرائم کی رفتار سے سناٹے میں آ گئے'' اور دوسری سرخی ہوگی ''جرائم کی نئی لہر کو روکنے کیلئے جیل کی عمارت کو فوراً مکمل کیا جائے۔'' اس صفحہ کے نیچے یہ سرخی ''غنڈوں کی لڑائی میں تیسرا جوان چاقو زنی کا شکار ہو گیا۔''

آپ اس پر مشکل سے یقین کریں گے لیکن تازہ ترین رپورٹ (1961ء کا وسط) جو ایف بی آئی (فیڈرل بیرو اف انویسٹی گیٹنگ) دفاعی محکمہ انسداد جرائم کے سربراہ ایڈگر ہوور نے پیش کی ہے۔ آج کل امریکہ میں - ایک گھنٹے میں ایک قتل، ہر نصف گھنٹے میں زنا بالجبر اور ہر چھ گھنٹے میں ڈاکہ زنی اور ہر چار منٹ میں خطرناک مار کٹائی اور ہر پندرہ سیکنڈ میں خطرناک جرم کا ارتکاب ہوتا ہے آج کل امریکہ میں یہ جرائم کی رفتار ہے اور یہ ہر دن ہر رات اور سارا سال جاری رہتی ہے۔

1958ء میں مسٹر ہوور نے کہا کہ امریکہ میں جرائم کی رفتار پر خطر ہے اور 1960ء میں کہا کہ رفتار میں تیزی پریشان کن ہے اور 1961ء میں جرائم کی رفتار میں اور اضافہ ہوا انہوں نے کہا کہ ''خطرناک'' ہے۔ ظاہر ہے کہ ایف بی آئی کے سربراہ نے اس ضمن میں کچھ بھی نہیں کیا۔ ان کی تقاریر اکثر سوویت یونین کے لوگوں پر حملہ کرنے پر مبنی ہوتی ہیں۔ شاید آپ ان کے اس مقولہ سے واقف ہوں گے ''کمیونزم ہر رومانی قدر کی نفی اور اسے تباہ کرتی ہے۔''

اگر مسٹر ہوور اپنے آپ کو سوویت یونین میں جانے کی مخصوص اجازت نامہ عطا کریں تو وہاں یقیناً دیکھیں گے کہ اب بھی وہاں کوئی چیز تباہ کی جا رہی ہے ایسی کوئی چیز جو ایف بی آئی کے سربراہ کی دلچسپی کا باعث ہوگی۔

Scanned by CamScanner

نئے جیل گھر

1960ء میں ہم سوویت یونین میں ایسے مقامات پر گئے جو ہم نے گزشتہ دس سال سے نہیں دیکھے تھے ایک چیز ہم نے جو محسوس کی وہ پولیس کی نمایاں کمی تھی جب ہم نے اس کے متعلق تحقیقات کی تو ہمیں یہ حقائق حاصل ہوئے۔

- ماسکو کے تین بڑے جیل خانے بند کر دیئے گئے ہیں اور اب ان کی عمارتوں کو مسمار کیا جا رہا ہے۔
- ایسا ہی دارالحکومت سے دور مثلاً سٹالن گراڈ پنسک (بیلورستین جمہوریہ) میزن (شمالی بعید) نریان مار (مشرق بعید) تاشقند میں (جنوب) ہو رہا ہے۔
- ہم نے کچھ وقت دو نئے صنعتی شہروں میں گزارا۔ ولزہسکی بڑا صنعتی مرکز ہے اس میں 70 ہزار صنعتی مزدور کام کر رہے ہیں اور کیسپئن ساحل کا خوب صورت شہر سمگیت جس کی آبادی 80 ہزار ہے ان دونوں شہروں میں نہ جیل ہے اور نہ کوئی حوالات ہے۔
- کینیڈا کے شہروں میں جہاں پولیس کی نفری بڑھ رہی ہے (ٹورنٹو نے 1961ء میں جرائم کی روک تھام کیلئے 100 پولیس مین بڑھائے) اس کے برعکس سوویت یونین میں گزشتہ چار سالوں میں ہر سو میں سے چالیس پولیس کے سنتریوں کو برطرف کر دیا گیا ہے اور کئی پولیس کورٹ بند کر دیئے گئے ہیں۔

اتنا نمایاں فرق کیوں! قدرتی طور پر ہم یہ جاننا چاہتے تھے۔ ہم نے ہر سطح کے سوویت افسروں سے دریافت کیا اور ہر ایک کا تقریباً ایک جیسا ہی جواب تھا۔

- سٹالن گراڈ میں ایک درمیانی عمر کے سنتری نے ہمیں بتایا کہ آج کل وہ اس علاقے میں اکیلا گشت کرتا ہے جہاں پہلے تین سنتری گشت پر مقرر ہوئے تھے اور اب بھی اپنی گشت پر وہ سوائے شور وغل مچانے والے شرابیوں کو تنبیہہ کرنے کے علاوہ کچھ نہیں کرتا۔
- ازبک جمہوریہ کے وزیر انصاف نے ہمیں بتایا کہ کئی بڑے بڑے ڈسٹرکٹ میں عدالتوں کو بند کر دیا گیا ہے کیونکہ تمام جرائم میں کمی ہو گئی ہے اور خطرناک جرائم میں بھی خاصی کمی ہو گئی ہے۔
- سمگیت کے میئر اوان پتروف کے پاس صرف گیارہ سنتری ہیں جو 3200 مربع میل کی گشت کرتے ہیں اور وہ بھی کوئی زیادہ مصروف نہیں ہوتے۔
- یوکرائن اور آذربائیجان کے سنتریوں کو آخری ڈاکہ زنی کی واردات یاد کرنے کیلئے اپنے حافظے پر زور

Scanned by CamScanner

دینا پڑتا ہے ہم نے سوویت یونین کے کئی سنتریوں اور ججوں سے دریافت کیا لیکن بنک پر ڈاکہ کی کوئی واردات بتا نہیں سکے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ سوویت یونین میں جرائم سرے سے ہوتے ہی نہیں؟ وہاں جرائم ضرورت ہوتے ہیں اس سلسلے میں ہم نے سوویت یونین سپریم کورٹ کے پانچ ججوں سے ملاقات کی اور ہمیں یہ فخر ہے کہ انہوں نے کمال مہربانی سے ہمارے تمام سوالات کے جوابات دیئے۔

اجمالاً آپ کو بتایا جاتا ہے۔

دوسری عالمگیر جنگ کے فوراً بعد جرائم میں اضافہ ہوا اور یوں جنگ سے پہلے جرائم کی رفتار مابعد جنگ سے کم تھی۔

1950ء کے بعد سوویت یونین کی تمام جمہوریتوں میں جرائم کی رفتار سست ہوگئی۔

1959ء سے کل جرائم کے مقدمات میں 2ء19 فیصد کمی ہوئی (جو تقریباً پانچواں حصہ ہے)

اس سے جرائم کے بارے میں مکمل تصویر سامنے نہیں آتی کیونکہ سوویت یونین میں جرائم اور زیادہ کم ہو رہے ہیں کار کے ذریعہ ڈاکہ، پستول دکھا کر لوٹ کی واردات اور جنسی جرائم میں حیرت انگیز کمی ہو چکی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جیل خانے خالی ہو چکے ہیں اور آخر ان کی عمارتوں کو مسمار کرنا پڑا ہے۔

موجودہ جرائم

سوویت عدالتوں میں ایک کینڈین کو جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ ان کے ہاں جیسے مقدمات ہوتے ہیں ہم انہیں خطرناک جرائم کے زمرے میں شمار نہیں کرتے سوویت کے بڑے شہروں میں بھی ڈاکہ زنی، قتل، قاتلانہ حملہ، بڑی رقم کی چوری اور کاروں کی چوری کی وارداتیں نہیں ہوتیں حالانکہ ایسے جرائم کینڈا میں اتنی بہتات سے ہوتے ہیں کہ کینڈین پولیس مجرموں کے تعاقب میں دن رات مصروف رہتی ہے بہر حال سوویت یونین میں جو جرائم ہیں وہاں انہیں خطرناک شمار کیا جاتا ہے۔

شراب:۔

ان کے اکثر علاقوں میں جرائم کا باعث شراب نوشی ہے۔ تقریباً 75 فیصد چوریاں زیادہ شراب خریدنے کے لئے کی جاتی ہیں اس سے بھی زیادہ ''امن عامہ کے خلاف سرگرمیاں'' جسے ہم شرابی اور دنگا فساد کا نام

Scanned by CamScanner

دیتے ہیں یہ جرم بھی زیادہ شرابی کرتے ہیں لیکن سوویت یونین میں ایسے علاقے بھی ہیں جہاں شراب نوشی سے جرائم نہیں ہوتے۔ مثال کے طور پر ازبک جمہوریہ میں شراب نوشی نہیں ہوتی یہ مسئلہ یونین کی دیگر جمہوریتوں کو پیش ہے۔

غیر ذمہ داری:۔

سوشلسٹ نظام میں عوامی ملکیت کو نقصان، حادثہ، بے پرواہی وغیرہ بہت خطرناک جرم گردانے جاتے ہیں ایسے جرائم تو ہمارے آزاد معاشرے میں صرف تنبیہ کے سزاوار سمجھے جاتے ہیں لیکن سوویت یونین میں یہ خطرناک جرائم گردانے جاتے ہیں ان کے نزدیک جرائم ان معمولی باتوں ہی سے بڑھتے ہیں اور آخر وہ معاشرے کیلئے انتہائی خطرناک ہو جاتے ہیں۔

مزید برآں ان کا تجربہ بتاتا ہے کہ شراب نوشی ہی ایسے جرائم کی بنیاد ہے۔ اس ضمن میں ان کے قوانین و ضوابط کینڈا سے قطعی برعکس ہیں سوویت یونین میں آپ نشے کی حالت میں کوئی جرم کرتے ہیں تو قانون کی نظروں میں آپ کا جرم زیادہ قابل گرفت ہے۔

املاک کے جرائم:۔

صنعت، مواصلات، تقسیم، کاروبار، تجارت اور زراعت کا اکثر حصہ عوامی ملکیت ہے۔ سوشلزم میں ذاتی ملکیت نہیں ہوتی اس لئے "املاک کے جرائم" جو ہمارے نظام میں کسی ایک فرد یا نجی اداروں سے متعلق ہوتے ہیں سوویت یونین میں ان جرائم کو معاشرے کے خلاف سمجھا جاتا ہے سرکاری مال میں خورد برد کینڈا میں تو وسیع پیمانے پر ہوتی ہے اور شاذ و نادر ہی ذاتی گرفت میں آتی ہے لیکن اگر آپ سامان یا روپیہ میں خیانت یا خورد برد کرتے ہیں جو قوم کی املاک ہوتی ہیں تو آپ ایک بڑے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں اور یہ جرم وہاں کے ماہر نفسیات کیلئے سب سے بڑا مسئلہ بنا ہوا ہے۔

نتیجہ:۔

آپ کو اپنے نظریات پر قائم رہنے کا اختیار ہے بہر حال ہم سوویت جرائم کے سلسلے میں یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں۔

پہلا:۔ ہماری پولیس اور عدلیہ کے افسران سوویت یونین سے کچھ جرائم کے انسداد کے بارے میں کچھ سیکھ نہیں سکتے کیونکہ سوویت کے افسران کے پاس انسداد جرائم کا کوئی وسیع محکمہ نہیں۔

Scanned by CamScanner

دوسرا:۔ جرائم مجرموں کا عام مسئلہ سوشلسٹ نظام میں آزاد معاشرے سے زیادہ سادہ ہے۔اس لئے ان کے انسداد کے طریقے کینڈا سے قطعی مختلف ہیں۔

غیر پیشہ ور پولیس اور عدالتیں

مونٹریلی وارشکا گو میں کوئی شہری جو اپنے ہوش وحواس میں ہو وہ مجرموں کو گرفتار کرنے کیلئے بازاروں میں نہیں جاسکتا اس پر طرہ یہ کہ اس کے پاس بطور ہتھیار صرف پنسل اور نوٹ بک ہو لیکن آج کل سوویت یونین میں غیر پیشہ ور پولیس سرگرم عمل ہے وہ بغیر کسی قسم کے ہتھیار کے ہوتے ہیں بلکہ ان کی کوئی وردی بھی نہیں ہوتی ان میں اکثریت نوجوانوں کی ہے۔

-زارشاہی کے دور میں ''پولیس'' ہتک آمیز لفظ تھا چنانچہ آج کل سوویت پولیس کو ملیشیا کے نام سے پکارا جاتا ہے اور غیر پیشہ ور پولیس کے کارندوں کو مزدوروں کا ملیشیا کہا جاتا ہے۔

-یہ غیر پیشہ ور، رضا کار ہوتے ہیں انہیں کوئی معاوضہ نہیں ملتا اکثر وہ ٹریڈ یونین کے فعال رکن ہوتے ہیں وہ سڑکوں اور دیگر عوامی جگہوں کی باری باری گشت کرتے ہیں وہ قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو تنبیہہ کرتے ہیں اور اگر ضرورت ہو تو گرفتاری بھی عمل میں لائی جاسکتی ہے۔

-مزدور ملیشیا خطرناک مجرموں کو باقاعدہ پولیس کے حوالے کردیتے ہیں۔اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ رضا کار پولیس کیوں؟ ان کے نزدیک ان کی سوشلسٹ زندگی میں ارتقا کا ایک پہلو ہے۔ایسے معاشرتی امور میں عام شہری زیادہ سے زیادہ تعداد میں عملی حصہ لے رہے ہیں جو عموماً سرکاری ذمہ داری سمجھی جاتی ہے۔ جہاں تک مزدوروں کی ملیشیاء کا تعلق ہے سوویت لوگوں کا کہنا ہے کہ جرائم کے انسداد میں پیشہ ور پولیس سے زیادہ کارآمد ثابت ہوئی ہے ایسا کیوں ہے؟ اگر آپ دیکھیں کہ کسی ملزم کو جب وہ گرفتار کر کے اور اسے غیر رسمی عدالت میں پیش کرتے ہیں تو یہ کینڈین شہری کیلئے تعجب خیز ہے۔

یہ نئی رفیقانہ عدالتیں (کامریڈلی کورٹ) ہیں دراصل یہ عام آدمیوں کی کمیٹیاں ہوتی ہیں جو اکٹھے ہی کام کرتی ہیں اور ایک ہی بستی میں رہتے ہیں اور وہ اکثر ملزموں سے واقف بھی ہوتے ہیں۔

-آج کل سوویت یونین میں تقریباً تمام پہلی بار قانون کو توڑنے والے ملزم ایسی عدالتوں میں پیش کئے جاتے ہیں۔

-ان ساتھی عدالتوں کا مقصد ان ملزموں کو سزا دینا نہیں ہوتا بلکہ یہ معلوم کرنا ہوتا ہے کہ انہوں نے خلاف

Scanned by CamScanner

قانون حرکت کیوں کی اور پھر انہیں روزمرہ کے کاموں میں اس کی اعانت کر کے انہیں اچھا شہری بنایا جاتا ہے۔

ملزموں کی اکثریت کو ''ضمانتی دور'' کیلئے چھوڑ دیا جاتا ہے مقررہ عرصہ تک وہ اپنے پڑوسیوں اور کام کرنے والے ساتھیوں کی نگرانی میں ہوتے ہیں عدالتیں ایسے بھی قدم اٹھاتی ہیں جس سے جرم کی ترغیب کا انسداد ہو سکے مثال کے طور پر خاندان کو مالی مدد دی جاتی ہے اور ملزم کی تنخواہ ضبط کر لی جاتی ہے۔ان ''رفیقانہ عدالتوں'' میں ایک خاص تحفظ بھی رکھا گیا ہے اگر کوئی ملزم اقرار جرم نہ کرے تو پھر ایسی عدالت کو اس پر مقدمہ چلانے یا فیصلہ کرنے کی اجازت نہیں۔اس ملزم کا مقدمہ باقاعدہ عدالت میں پیش ہوتا ہے جہاں اسے پورا پورا قانونی تحفظ میسر ہوتا ہے۔

مزدور ملیشیا اور رفیقانہ عدالتیں، سزا اور اصلاح دونوں طریقے استعمال کرتی ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ یہ دونوں طریقے انتہائی موثر ثابت ہوئے ہیں لیکن یہ طریقے غیر ملکی باشندوں کیلئے یقیناً تعجب خیز ہیں۔ مثال کے طور پر ایک مرد یا عورت جو اکثر شراب کے نشے میں دھت ہو کر لڑتے جھگڑتے ہیں یعنی وہ عوام کے لئے دردسر بن جاتے ہیں اور اپنے طور طریقوں کو بہتر کرنے سے انکار کر دیتے ہیں تو پھر ان کا ایک بہت بڑا کارٹون اس جگہ آویزاں کیا جاتا ہے جس میں ایسے مرد یا ایسی عورت کو دکھایا جاتا ہے اور اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ وہ اور اس کے پڑوسی اس کارٹون کو آتے جاتے ضرور دیکھیں لوگوں میں مذاق کا ہدف بننے سے ایسے ملزموں کا شعور بیدار ہوتا ہے اور وہ اپنے کردار میں تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔جونہی ایسا مرد یا عورت اپنے طور طریقوں میں اصلاح کرنے لگتا ہے تو کارٹون اتار لیا جاتا ہے۔

آپ سوچ سکتے ہیں کہ کینیڈا میں ان نظریات پر عمل کیا جا سکتا ہے! ہمارا پیشہ ور قانون دان عدالتوں کو بند کرنے کی سخت مخالفت کریں گے اگر ہم پولیس عدالتوں کی جگہ رفیقانہ عدالتیں قائم کرنا چاہیں تو سب سے پہلے ہمیں اپنا تمام قانونی ڈھانچہ بدلنا پڑے گا۔

جرائم اور منافع

ہماری ''آزاد دنیا'' میں لوگوں سے جب کوئی نہ کوئی بڑی بدعنوانی سرزد ہوتی ہے تو لوگ حیران و ششدر رہ جاتے ہیں یہ بدعنوانی بڑے بڑے عہدے داروں اور بڑے لوگوں کے جرائم سے متعلق ہوتی ہیں گزشتہ چند سالوں میں امریکہ کی 127 اہم کمپنیوں (جن میں جنرل الیکٹرک اور ویسٹنگ ہاؤس جیسی وسیع کمپنیاں

Scanned by CamScanner

شامل ہیں) کو مجرمانہ سازش سے 2 ارب ڈالر خورد برد کرنے کا مجرم قرار دیا گیا۔ چند قائق ملاحظہ فرمائیں:

- 1960ء میں کمپٹرولرز انسٹی ٹیوٹ آف امریکہ نے ماہر نارمن جاسپن کا بیان لیا جس میں انہوں نے انکشاف کیا کہ ہر سال سینکڑوں بڑی کمپنیاں امریکہ میں دیوالیہ ہو جاتی ہیں اس کا باعث کاروبار میں خسارہ نہیں ہوتا بلکہ کمپنیوں کے سربراہ چوری اور خورد برد کرتے ہیں جس سے آخر کمپنیوں کا دیوالیہ پٹ جاتا ہے جاسپن کا کہنا ہے کہ کمپنیوں کے سربراہ روزانہ چالیس لاکھ ڈالر چوری کرتے ہیں۔

- 1960 میں یو ایس فیڈیلٹی اینڈ گرانٹ کمپنی (یہ ادارہ کمپنیوں کی ایسی اندرونی چوری یا خورد برد کی انشورنس کرتا ہے) نے اعداد و شمار کی تصدیق کی ہے اور بتایا کہ کاروباری دنیا کے یہ مجرم معزز شہری ہوتے ہیں۔ اور ان کے جرم ظاہر ہونے سے پہلے وہ اپنے حلقہ میں اور چرچ میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں اور عموماً مالدار ہوتے ہیں۔

- نامور علم جرائم کا ماہر پروفیسر ایف۔ ای انباؤ نے 24 ستمبر 60ء کو کینیڈا کے وکیلوں کو بتایا کہ ہماری عدالتیں کاروباری مجرموں کو بڑی معمولی سزائیں دیتے ہیں کیونکہ عوام ان مجرموں کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں انباؤ نے کہا کہ ایک سو امریکی شہریوں میں 85ء شہری چوری کر سکتے ہیں اگر انہیں چوری کا موقع ملے اور وہ قانونی گرفت سے بچ سکیں گے۔

اگر آپ یہ باتیں سوویت لوگوں کو بتائیں تو پھر آپ کے خیال میں وہ ہمارے انداز زندگی اور ہماری آزاد دنیا کی رومانی قدروں کے متعلق کیا کہیں گے جن قدروں کی پاسبانی بڑی شدومد سے ایڈگر ہوور کرتے ہیں۔

ہم نے انہیں ان حقائق پر تبصرہ کے لئے نہیں کہا بلکہ انہوں نے جو کچھ بتایا وہ زیادہ موثر ہے اکثر سوویت شہریوں نے سیدھے سادے الفاظ میں اپنے خیالات کا یوں اظہار کیا۔

''ہمارے ملک میں ابھی تک جرائم ہوتے ہیں۔ لیکن وہ تیز رفتاری سے کم ہو رہے ہیں۔ ہمارے ہاں جرائم کی پیدائش کیلئے کوئی معاشرتی سبب نہیں رہا نہ صرف ہمارے قوانین بلکہ ہمارا نظام جرائم کو ختم کر رہا ہے۔''

آپ ان کا مطلب سمجھے ہیں! جب تک ہم نے گہری نظر سے ان کے نظام کا جائزہ نہیں لیا ہم انہیں سمجھے تھے۔

Scanned by CamScanner

-اب سوویت یونین میں منظم جرائم نہیں ہیں انفرادی مجرم اب بھی روپیہ حاصل کرتے ہیں لیکن بڑے محدود پیمانے پر سوشلزم میں اعلیٰ افراد جرائم کے مرتکب نہیں ہوتے۔

-وہاں جرائم پیشہ منظم ادارے جو منافع حاصل کرنے کیلئے موجود کیوں ہوتے کیونکہ سوشلسٹ نظام میں منافع حاصل کرنے کا کوئی قانونی یا غیر قانونی ادارہ قائم کرنا ناممکن ہے۔

غیر سوشلسٹ ممالک کے نامور جج، وکلاء، معاشرتی کارکن اور پادری سوویت یونین میں یہ دیکھنے لگے کہ جرائم کے مسئلہ کے حل کا کوئی نیا طریقہ سوویت یونین سے حاصل کر سکتے ہیں ان میں اکثریت ایسے افراد پر مشتمل تھی جو واقعی اپنے مقصد میں سنجیدہ اور دیانت دار تھے اور وہ عموماً ان باتوں سے متاثر ہوئے۔

-سویت یونین میں بیروزگاری کا خاتمہ، جرائم کی کمی کا بہت بڑا سبب ہے۔

-کاروں کی کمی خصوصاً نوجوانوں اور غیر ذمہ دار لوگوں کے پاس کاریں نہیں ہوتیں یہ بھی جرائم میں کمی کا باعث ہے۔

-مجرموں کی اصلاح کا بندوبست جس کے تحت وہ جیل میں اپنے کام کا پورا معاوضہ حاصل کرتے ہیں۔

-نشہ آور اشیاء کی خرید و فروخت کا مکمل انسداد، اب نشہ بازوں کا وہاں وجود ہی نہیں۔

ہماری رائے میں سوویت کے انسداد جرائم کا بندوبست بے شک دلچسپ ہے لیکن اس کی حیثیت ثانوی ہے جرائم کے انسداد کیلئے انکا بنیادی نظریہ آزاد معاشرہ کے حامیوں کیلئے دہشت ناک ہے کیونکہ:

سوویت یونین میں لوگ مجرمانہ رجحانات کو ذاتی ملکیت کی ذہنیت کا سبب سمجھتے ہیں۔

ان کے ہاں مجرم وہ بدنصیب افراد ہیں جو سرمایہ پرست نظام کی تل چھٹ ہیں۔

ان کی پارلیمنٹ نے 1959ء میں اعلان کیا ''جرائم کا مکمل طور پر خاتمہ ہوسکتا ہے اور ہم نے ان کا خاتمہ کرنا ہے کیونکہ ان کے خاتمہ کے تمام امکانات ہمارے معاشرے میں موجود ہیں۔'' کیا وہ اس میں کامیاب ہوں گے بہرحال آج تک کسی قوم نے جرائم سے آزادی کیلئے اتنی وسیع اور بنیادی کوشش نہیں کی جتنی کہ سوویت یونین کر رہی ہے۔

Scanned by CamScanner

14

نابالغ جرائم سے آزادی

جب ہم نوعمر تھے تو ہمارے بڑے جب کبھی سنتے کہ کوئی لڑکا مصیبت میں پھنس گیا ہے تو وہ زیرلب ہنس دیتے کیونکہ ان دنوں مصیبت کھڑکیوں کے شیشوں کو غلیل سے توڑنا یا سکول سے بھاگ کر فٹ بال کا کھیل دیکھنا یا مچھلیاں پکڑنا اور تیرنا ہوتا یا مکانوں کے عقبی حصہ میں چھپ کر سگریٹ نوشی پر مبنی ہوتا۔

لیکن آج کل کس قسم کا انسان اخبارات میں نابالغ کے جرائم کی دہشت ناک خبریں پڑھ کر محظوظ ہوگا۔ آج کل ہزارہا بچے کینڈا اور امریکہ میں ''مصیبت'' میں مبتلا ہو رہے ہیں اور اس مصیبت کا مطلب مسلح ڈکیتی ،ہتھیاروں سے قاتلانہ حملہ، کاروں کی چوری، نشہ آور اشیاء کی عادت اور ناجائز منشیات کی خرید وفروخت اور کراہت آمیز جنسی بداخلاقی ہے۔

نیویارک ٹائمز کے ایڈیٹر مسٹر ہاریسن سالبری نے اپنی کتاب ''بھٹکی ہوئی نسل'' میں انکشاف کیا ہے کہ 10 اور 17 سال کی عمر کے درمیان ہر پانچ میں سے ایک بچے کا نام پولیس کے ریکارڈ میں موجود ہے لاس اینجلز کا ڈسٹرکٹ اٹارنی (سرکاری وکیل) ولیم مک کیسن کہتے ہیں کہ گزشتہ دس سال میں نوعمر بچوں کے جرائم میں ایک ہزار فی صد اضافہ ہوا ہے۔

اس ضمن میں اب دنیا کی صورتحال کو ملاحظہ کیجئے:

سٹاک ہوم میں 1958ء اور لندن میں 1960 کو بین الاقوامی معاشرتی تحفظ کی کانگریس منعقد ہوئیں تو ان میں ماہرین نے نوعمروں کے جرائم کے مسئلہ پر غور کیا ان کانگریسوں میں جو لوگ شریک ہوئے ان سے ہم ملے اور بات چیت کی انہوں نے ہمیں بتایا کہ امریکہ اور برطانیہ میں نوعمر مجرموں کی تعداد میں حیرت انگیز اضافہ ہو رہا ہے۔

بہرحال دو بار کانگریسوں میں شریک ماہرین سوویت یونین کے مندوبین کی تقاریر سن کر حیرت زندہ ہو گئے روسی مندوبین نے ان کانگریسوں کو بتایا کہ سوویت روس میں صورتحال قطعی برعکس ہے وہاں نوعمروں کے جرائم بڑھ نہیں رہے بلکہ تیزی سے کم ہو رہے ہیں۔

Scanned by CamScanner

براہ راست اضافہ

شاید آپ کو معلوم ہو کہ چند سال ادھر کی بات ہے کہ مغربی مبصرین سوویت نابالغوں کے جرائم کے مسائل کا مطالعہ کرتے رہے ہیں خصوصیت سے انہوں نے قابل ترین مصلح میکرنیکو کے طریقہ کار کا مطالعہ کیا جس کی کتاب ابدی شہرت حاصل کر چکی ہے اور جس پر ''زندگی کا راستہ'' فلم بھی بن چکی ہے لیکن ہم جانتے ہیں کہ دوسری عالمگیر جنگ اور حالیہ اقتصادی تبدیلیوں نے سوویت یونین میں کوئی اثرات چھوڑے ہوں گے کیا یہ واقعی ممکن ہے کہ وہاں نابالغ جرائم نہیں ہوتے جیسا کہ ہمارے ہاں ہر سال ان میں اضافہ ہوتا ہے۔ پولیس ریکارڈ کا جائزہ لینے کی بجائے ہم خود صورتحال دیکھنے گئے ہم نے اپنی تحقیقات کا آغاز شمال مشرقی (لینن گراڈ) سے کیا اور خوب مغرب میں چینی سرحد پر قازقستان تک گئے پہلے ہم پس منظر کے تین حقائق بیان کرتے ہیں۔

1۔ سوویت روس میں نابالغ جرائم کا بدترین دور انقلاب 1917ء سے خانہ جنگی 1923 تک تھا۔ لاکھوں یتیم بچوں سے اقتصادی تباہی اور غربت کی وجہ سے نابالغ جرائم وسیع پیمانے پر ہوتے تھے 1935ء تک اس صورتحال پر قابو پالیا گیا 1940ء تک اور زیادہ بہتری ہوگئی۔

2۔ فاشیزم کے خلاف جنگ (دوسری عالمگیر جنگ) سے بھی ایک بار پھر لاکھوں بچے یتیم اور بے گھر ہوگئے حالانکہ نابالغ جرائم کی رفتار میں بڑی سرعت سے اضافہ ہوا لیکن اس مرتبہ یہ کوئی بڑا مسئلہ نہ رہا۔

3۔ 1955ء سے لے کر آج تک وہ نابالغ مجرموں کے ''اصلاح خانوں'' کو بند کر رہے ہیں پولیس اور عوام نابالغوں کے جرائم کو کوئی سنجیدہ معاشرتی مسئلہ نہیں سمجھتے۔

اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شاید وہ اس مسئلہ پر آنکھ بند کر چکے ہیں۔ آپ خود ہی فیصلہ کیجئے روسی جمہوریہ کے تمام شمالی علاقے میں پورے ایک سال 1959ء میں عدالتوں میں صرف چھ مقدمات نابالغوں کے کاریں چرانے اور تین لڑکیاں اخلاقی جرائم میں عدالتوں میں پیش کی گئیں۔

۔ یہ تمام علاقہ گنجان آباد ہے اس میں صرف نابالغ مجرموں کے دو ''اصلاح گھر'' موجود ہیں 1960ء میں ان دونوں گھروں میں 500 لڑکے اور 50 لڑکیاں داخل ہوئیں ان کی گرفتاری صرف پوچھ گچھ کیلئے تھی ان میں اکثر کو رہا کر دیا گیا۔

۔ ہم نے جب ان ملزموں سے بات چیت کی تو ہمیں معلوم ہوا کہ ان میں چند مجرم ہیں ان میں بہتوں نے

Scanned by CamScanner

ایسے جرائم کا ارتکاب کیا ہے جنہیں کینڈا اور امریکہ میں انتہائی معمولی گردانا جاتا ہے۔

-سوویت یونین کے وسطی علاقہ میں بھی یہی صورتحال ہے جس طرح بالغوں کے جیل بند کئے جارہے ہیں اسی طرح نوعمروں کیلئے اصلاح گھر اور جیل خانے بند ہورہے ہیں اور اس کا صرف ایک ہی سبب ہے کہ ان گھروں میں بند کئے جانے والے مجرم ناپید ہیں۔

شاید آپ وہی سوال کریں جو ہم نے بھی کیا تھا مغربی اخبارات میں ان خبروں کے بارے میں کیا سوچا جائے جن میں سوویت اخبارات سے نوجوان غنڈوں کی داستانیں لے کر شائع کی جاتی ہیں۔

وہاں ہم ایسے واقعات زیر بحث لائے سپریم کورٹ کے ججوں سے بات چیت کرنے کے دوران ہم پر واضح ہوا کہ:

یہ درست ہے کہ گزشتہ چند سالوں میں سوویت شہروں میں نوعمر دنگے فساد کرتے رہے انہوں نے امن پسند شہریوں پر حملہ کیا اور چند قتل بھی ہوگئے۔

ان واقعات کا چرچا سوویت اخبارات میں ہوتا رہا لیکن ایسی خبروں کا شمالی امریکہ کی خبروں سے تقابل کیا جائے تو سوویت میں ایسے واقعات انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔

کیا آپ خیال کرسکتے ہیں کہ امریکہ کے سپریم کورٹ میں کیا ہورہا ہے 1959ء میں صرف نیویارک شہر میں 50 نابالغوں کے مسلح گروہوں سے نپٹنے کیلئے مزید 1075 پولیس مین بھرتی کئے گئے یہ مسلح نوعمر ہزاروں جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں۔

حقائق کے پس پردہ

آپ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ اگر ہماری ''آزاد دنیا'' کے مقابلہ میں سوویت یونین میں نابالغ جرائم کم ہیں تو اس کے عملی اسباب ہیں ہم ان تمام اسباب سے واقفیت کا دعویٰ تو نہیں کرتے لیکن ہم نے تو ایسی باتیں معلوم کی ہیں جنہیں پیش نظر رکھا جاسکتا ہے۔

جرائم کاروبار نہیں:

کیونکہ سوویت سوسائٹی میں اہم اسامیوں پر ایسے لوگ موجود ہیں جو جرائم مثلاً خلاف قانون منشیات کی فروخت قمار بازی چکلے بازی اور زبردستی کسی سے روپیہ وصول کرنے کا کاروبار نہیں کرتے۔اسی لئے سوویت یونین میں نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں کو ایسے کاروباری سلسلے میں بھرتی نہیں کیا جاتا۔

Scanned by CamScanner

نوعمروں کے حقیقی جرائم:

سوویت یونین میں نوعمر مجرموں کی اکثریت ان بچوں پر مبنی ہے جنہیں سکول راس نہیں آتا یا وہ مہم جوئی کیلئے گھر سے بھاگ جاتے ہیں اور یہ معمولی چوریاں کرتے ہیں عدالت یا پڑوسیوں کی تھوڑی سی توجہ اور مدد سے ایسے بچے درست ہو جاتے ہیں۔

اس لئے کینڈین پولیس اور عدالتیں سوویت نوعمر مجرموں کو اپنے نوعمر مجرموں کی نسبت دقیانوس پائیں گے۔

کاریں نہیں:

شمالی امریکہ میں نوعمروں کے جرائم کا زیادہ حصہ براہ راست کاروں سے متعلق ہے اور یہ مسئلہ سوویت یونین میں موجود نہیں کیونکہ ہم نے ان کی 15 جمہوریتوں میں دیکھا کہ وہاں ہمارے ہاں جیسا کاروں کا مسئلہ نہیں کیونکہ ان کے ہاں اتنی تعداد میں کاریں موجود نہیں۔

خلاف قانون منشیات نہیں:

ازبک جمہوریہ میں ہم نے بڑی زور کی ایک بدعنوانی کا چرچا سنا ایک بوڑھے آدمی نے سکول کے بچوں کو کوئی نشہ آور چیز فروخت کی سوویت یونین میں نہ کوئی نوعمر یا پختہ عمر کا شخص ایسی منشیات کا عادی ہے وہاں لوگ باربیٹوریٹز اور ایمفٹے مائنز (زہریلی منشیات ادویات) خرید نہیں سکتے کینڈا اور امریکہ کے نوعمروں کی اکثریت یہ منشیات خریدتی اور استعمال کرتی ہے سوویت یونین میں ایسی ادویات تیار کرنے والے کوئی وسیع ادارے موجود نہیں۔ جو مجرموں کے ہاتھوں انہیں فروخت کر کے بے انتہا منافع کماتے ہوں۔

ذہانت کی تعریف:

سوویت یونین کے نوعمر کھیلوں اور فلموں کے بڑے شائق ہیں لیکن وہ ان کی بہت عزت کرتے ہیں جو اپنے کام میں اول آتے ہیں ہمارے ہاں تو جماعت میں ذہین طالب علم ہو تو طلبہ اسے ''کتابی کیڑا'' جیسے حقارت آمیز لفظ سے یاد کرتے ہیں اور کھلنڈرے اور شرارتی لڑکوں کی عزت کی جاتی ہے لیکن سوویت میں ایسے نکمے لڑکے کو جو مغربی انداز کے لباس اور چال ڈھال کو اپنائے اسے حقارت سے دیکھا جاتا ہے چونکہ سوویت یونین میں بڑی عمر کے مجرم کبھی بھی مالدار نہیں ہو سکتے اس لئے نوعمر کئی گینگسٹر کو اپنا ہیرو نہیں بنا سکتے۔

Scanned by CamScanner

فلم، ٹیلی ویژن، ریڈیو، میگزین اور اخبارات:

سوشلسٹ نظام میں ان ذرائع کو تفریح یا تعلیم کیلئے استعمال کیا جاتا ہے ان سے منافع مقصود نہیں ہوتا اس لئے ان میں ''اشتہارات'' نہیں ہوتے نتیجۃً جنس، جرائم، شراب، گناہ، تشدد، دولت اور دیگر مادی اشیاء کی ملکیت جو دن رات ہماری آزاد دنیا میں ان ذرائع سے پیش کئے جاتے ہیں ان سے سوویت بچے محفوظ رہتے ہیں چونکہ وہاں بچوں کے اذہان پر کوئی ایسا دباؤ نہیں ہوتا لہٰذا فطرتی طور پر اخلاقی لحاظ سے بھی صحت مند ہوتے ہیں اور یوں معقول اور باعزت شہری بننے کی انہیں آزادی ہوتی ہے۔

معاشرہ اور گروہ:

شمالی امریکہ کے اکثر ماہرین نفسیات اس بات پر متفق ہیں کہ اکثر بچے ان خطرناک گروہوں میں اس لئے شامل ہوتے ہیں کہ انہیں معاشرے نے رد کر دیا ہوتا ہے اس کے برعکس سوشلسٹ معاشرے میں ان کی انفرادی اہمیت انہیں نرسری سکول ہی سے ذہن نشین کرائی جاتی ہے، اور معاشرے، دوستوں اور خاندان سے جو فرائض ان پر عائد ہوتے ہیں۔ انہیں تعلیم کے ہر مرحلے پر سکھائے جاتے ہیں یہ درست ہے کہ سوویت ذہنی امراض کے شفاخانوں میں ایسے بچے ضرور ہیں جو کسی سے متعلق نہیں ہوتے لیکن یہ واقعی نفسیاتی مریض ہوتے ہیں یہ بچے کثیر تعداد میں نہیں جنہیں معاشرتی خصوصیت قرار دیا جائے۔

بازاری زندگی نہیں:

ریاست میچیگن کے سپریم کورٹ کے جج جی ایڈورڈز نے 1960ء میں وائٹ ہاؤس میں بچوں اور نوجوانوں کے مسائل کی کانفرنس میں انتباہ کیا ''ہر پیشہ ور ماں اپنے بچے کو ہائی سکول میں داخل نہیں کراتی اور بچے کو بغیر کسی نگرانی چھوڑ دیتی ہے۔ وہ نوعمر جرائم میں اضافہ کرتی ہے۔'' مغربی مبصرین سوویت یونین کے ''بچوں کے محلات'' کی تعریف کرتے ہیں۔ یہ محل کھیلوں، مشغلوں، آرٹ، رقص اور ڈرامہ کے مرکز ہوتے ہیں۔ سکول کے بعد بچے یہاں اپنا وقت گزارتے ہیں۔ 1960ء میں ہم نے اس سے بھی زیادہ مفید ذریعہ دیکھا ''سارے دن کا سکول'' یہ ایسے سکول ہیں جہاں پڑھائی کے بعد بچوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ اور انہیں کھیلوں میں مصروف رکھا جاتا ہے شام کو ان کے والدین انہیں گھر لے جاتے ہیں، کینڈین یہ دیکھ کر ہمیشہ حیران ہوتے ہیں کہ سوویت نوعمر سڑکوں اور گلیوں میں نہ کھیلتے ہیں اور نہ ہی بے مقصد گھومتے ہیں یہ کیفیت خوش اور صحت مند زندگی کی طرف بچوں کو راغب کرتی ہے۔

Scanned by CamScanner

بیروزگاری اور فاقہ کشی نہیں:

اکثر سوویت خاندانوں کا معیار زندگی، کینڈا اور امریکہ کے متوسط طبقہ کے معیار زندگی سے کم ہے۔ یہ حقیقت متوسط طبقہ کے مغربی صحافیوں کو طویل عرصے تک اندھا کرنے کا باعث بنی۔ کیونکہ انہوں نے اس سے بھی اہم حقیقت پر توجہ دی۔ وہاں بے روزگاری اور فاقہ کشی کا مکمل خاتمہ ہو چکا ہے حالانکہ یہ دونوں لعنتیں ہمارے نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں کو جرائم اور نفسیاتی امراض کا شکار کرنے کا سب سے بڑے اسباب ہیں سوویت یونین میں کوئی والدین یا نوجوان بے کار نہیں وہاں کوئی ایسا خاندان نہیں جس کی گزر بسر خیرات پر ہو سب سے اہم اور بنیادی سبب یہی ہے کہ سوویت یونین میں نوعمروں کے جرائم نہیں ہوتے لیکن اس سبب کو مغربی ممالک میں نظر انداز کیا جاتا ہے۔

نوعمروں کی بے راہ روی کے سلسلے میں ہم دونوں معاشرتی نظاموں کا تقابل پیش کرتے ہیں ذہین قاری ان پر خصوصی توجہ دیں گے۔

''آزاد دنیا'' میں فرد کی کامیابی روپیہ کی تعداد کے معیار پر جانچی جاتی ہے یہ نہ صرف کاروباری لوگوں کا معیار ہے بلکہ ہمارے فلم سٹار، مشہور موسیقار، کھیلوں کے چیمپئن، ہمارے سرجن، مصنفوں بلکہ مجرموں کو بھی اس معیار پر جانچا جاتا ہے اس کے علاوہ مذہب کے محافظ پادریوں کو بھی چرچ سے حاصل شدہ آمدنی سے جانچا جاتا ہے۔

سوشلسٹ دنیا میں انفرادی کامیابی کو اس محنت کے معیار سے جانچا جاتا ہے جو معاشرے کے ارتقاء کیلئے کرتا ہے یہ معیار غیر معمولی افراد مثلاً بیلے سٹار اور خلائی سائنس دانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ ان افراد کیلئے بھی ہے جن کی شہرت اپنے مخصوص حلقے میں محدود رہتی ہے مثلاً ٹریکٹر ڈرائیور، خراد یئے اور حیوانوں کی افزائش نسل کرنے والے اور بڑھئی۔

ہمارے ہاں بچے دولت کی عزت و احترام کرتے جوان ہوتے ہیں۔

کیونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ ہر چیز دولت سے حاصل کی جاتی ہے کم از کم اشتہارات انہیں یہی بتاتے ہیں، وہاں سوویت یونین میں بچے محنت کو عزت و احترام سے دیکھتے ہوئے جوان ہوتے ہیں کیونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ ہر اچھی چیز محنت اور انسانوں کی صلاحیتوں سے پیدا ہوتی ہے دولت کامیابی خرید نہیں سکتی۔

آزاد معاشرے میں لوگ مالدار بننے میں کوشاں رہتے ہیں تا کہ وہ زندگی سے لطف اٹھا سکیں وہ اپنے

Scanned by CamScanner

مدمقابل کو شکست دینے میں مصروف رہتے ہیں (خواہ وہ ختم ہی کیوں نہ ہو جائے) ہم اس جذبے کی تعریف کرتے ہیں اور اسے ''انفرادی کوشش اور صلاحیت'' کا نام دیتے ہیں یہ بے شک خلاف قانون نہیں ہے لیکن اخلاقی لحاظ سے مجرم کے بنیادی جذبے سے صرف ایک ہاتھ دور ہے۔

سوشلسٹ نظام میں فرد ایک اچھی زندگی دوسرے انسانوں کے دوش بدوش محنت کر کے حاصل کر سکتا ہے دوسرے الفاظ میں جب ان کے اجتماعی ملکیت کے ادارے ترقی کریں گے اس کا معیار زندگی بھی بلند سے بلند ہو جائے گا ان کے ہاں کوئی ''کاروباری دنیا'' نہیں۔ جہاں قانونی اور اخلاقی لحاظ سے کسی دوسرے کو نقصان پہنچانا جرم ہے۔

حالانکہ نوعمر جرائم کے ہمارے محققین ان حقائق سے دوچار نہیں ہو سکتے کہ سوویت لڑکے اور لڑکیاں نوعمر جرائم سے اس لئے آزاد ہیں کہ ان کے معاشرتی نظام میں ایسے جرائم کی کوئی گنجائش نہیں۔

Khan Shaheed Library

Scanned by CamScanner

15

تعلیم کی آزادی

سوویت یونین کے عظیم ترین صنعتی مرکز لینن گراڈ کے قریب مشہور ریڈیو تیلون انجینئرنگ پلانٹ میں کوئی غیر ملکی مبصر خود دیکھ سکتا ہے کہ سوشلسٹ نظام میں تعلیم کا معیار کیا ہے ہمیں ابھی تک کوئی مغربی پروفیسر یا ماہر تعلیم نہیں ملا جس نے ان حقائق پر خصوصی توجہ دی ہو۔

-آپ جب سوویت یونین کے طلباء سے بات کریں جو سارا دن تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے گھروں کو جاتے ہیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان کی اکثریت محنت کشوں کے گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔

-سوویت لڑکے اور لڑکیوں کی بہت بڑی تعداد جو یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرتی ہے ان خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں ان کی آمدنی اتنی کم ہے کہ ایسی تعلیم وہ کینڈا میں حاصل نہیں کر سکتے۔

کیا یہ کوئی خاص بات ہے؟ جی حقائق ہی اس کا جواب ہیں کسی بھی ترقی یافتہ صنعتی ملک (خواہ وہ سوشلسٹ نظام یا آزاد معاشرے سے متعلق ہو) ذہین بچوں کی اکثریت ان خاندانوں کی بستیوں میں ملتی ہے یعنی مزدوروں کی بستیوں میں اس حقیقت کو عام طور پر نظر انداز کیا جاتا ہے اور بعض اوقات ان پیشہ ور ماہرین تعلیم جو دانشوروں کی بد دماغی کا شکار ہوتے ہیں وہ اس حقیقت سے انکار کرتے ہیں بہر حال یہ حقیقت ان صنعتی رپورٹوں میں عیاں ہو جاتی ہے جو ہماری اس آزادی دنیا میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہتی ہے۔

چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

کینڈا کی صنعتی فاؤنڈیشن برائے تعلیم نے انکشاف کیا ہے کہ ہمارے صوبہ اونٹاریو (جہاں اعلیٰ تعلیم دیگر صوبوں سے زیادہ ہے) میں ہائی سکول کے تین طلبہ میں ایک طالب علم کو یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کرنی چاہئے۔لیکن تیس میں صرف ایک طالب علم یونیورسٹی میں تعلیم کا آغاز کرتا ہے۔

کینڈین پریس کے جائزے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آج کل یونیورسٹی کے نصاب پر 5ہزار ڈالر (آرٹ)6ہزار ڈالر (انجینئرنگ) 8ہزار 5 سو ڈالر (میڈیکل) بعض کالجوں میں عام نصاب کیلئے 10ہزار ڈالر۔

امریکن کونسل برائے تعلیم کے مطابق ہائی سکول سے فارغ ذہین طلباء کی نصف تعداد کالج میں داخلہ نہیں لے سکتی کیونکہ تعلیم کے اخراجات کے لئے روپیہ کی کمی ہے۔

Scanned by CamScanner

امریکہ کا مشہور جریدہ سائنس کی رپورٹ کے مطابق صرف ایک سال میں ایک لاکھ پچاس ہزار طلباء جو ذہانت کے لحاظ سے اعلیٰ درجے کے تھے وہ کالج میں داخلہ اس لئے نہ لے سکے کہ ان کے والدین تعلیم کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے۔

سوویت یونین میں تمام تعلیم مکمل طور پر مفت ہوتی ہے ساری قوم میں ایک بھی ایسا شہری نہیں جس سے ایک پیسہ بھی براہ راست یا بالواسطہ بطور فیس لیا جاتا ہو ابتدائی ثانوی سکول، ٹیکنیکل کالجوں اور یونیورسٹی تک کوئی فیس نہیں ہوتی۔

سوویت یونین قوم کے تعلیمی اخراجات عوامی اقتصادی بندوبست سے حاصل کئے ہوئے منافع سے کرتی ہے۔

بہر حال صرف فیس نہ لینے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا کیونکہ محنت کش طبقہ کے لڑکے یا لڑکی کیلئے بغیر فیسوں کے چھ یا سات سال تک اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا از حد مشکل ہے اس کا حل سوویت یونین میں یوں پیش کیا گیا کہ کالج کے طلباء کو وظیفہ دیا جاتا ہے ہر مہینے کالج کے ان طلباء کو ادائیگی ہوتی ہے جو اپنی تعلیم میں تسلی بخش ترقی کر رہے ہوتے ہیں یہ وظیفہ کچھ زیادہ نہیں ہوتا لیکن اس سے طالب علم کے اخراجات پورے ہو جاتے ہیں۔

آپ کو اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ سوویت نظام تعلیم نے حیرت انگیز کامیابی حاصل کی ہے انہوں نے ہمارے ہاں سے بالکل مختلف حالات پیدا کر دیئے ہیں۔ کینڈا اور امریکہ میں ذہین طلباء کی اکثریت جو صرف سرمایہ کی کمی کے باعث کالج کی تعلیم سے محروم رہتی ہے سوویت روس میں کوئی ایسا طالب علم نہیں ملے گا جو مالی اسباب سے کالج میں داخل نہ ہو سکا ہو۔

برائے فروخت نہیں

گیارہ سال کے قلیل عرصہ میں ماسکو لومونوسو یونیورسٹی کے کیمپس نے جتنی ترقی کی ہے وہ مغربی ماہرین تعلیم کو بھی بے حد متاثر کر رہی ہے 1950ء میں مغرب سے محدود چند پروفیسر اس یونیورسٹی کو دیکھنے گئے تھے لیکن 1960ء میں سیکڑوں کی تعداد میں وہاں سے ہو آئے ہیں۔ اور جن مغربی پروفیسروں نے لومونوسو یونیورسٹی میں لیکچر دیئے یہ ان کے لئے درجہ افتخار ہے۔

ہم نے ان کینڈین اور امریکی پروفیسروں سے ملاقات کی جو لومونوسو یونیورسٹی دیکھ آئے تھے وہ سب

Scanned by CamScanner

وہاں کے بندوبست کی تعریف کرتے تھے خصوصاً فیسوں کی عدم موجودگی اور طلباء کے دیگر اخراجات کی ادائیگی کے انتظام کو تمام پروفیسروں اور ماہرین تعلیم نے بے حد پسند کیا لیکن یہ تعجب خیز بات ہے کہ ان میں سے ایک پروفیسر نے بھی سوشلزم میں تعلیم کے بنیادی اصول پر توجہ نہ دی۔

سوویت یونین میں یونیورسٹی اور ٹیکنیکل سکولوں کی تعلیم اس اصول کے تحت آزاد دنیا سے قطعی مختلف نوعیت کی ہو چکی ہے اور اس اصول کو آپ اپنے انداز زندگی سے اجنبی پائیں گے یہ اصول کینڈین اور امریکی انفرادی آزادی کی نفی کرتا ہے یعنی:

سوویت یونین میں کوئی شخص بھی تعلیم خرید نہیں سکتا۔ بادی النظر آپ کو یہ بات خصوصیت کی حامل نظر نہیں آئے گی اس پر غور کیجئے ہمارے ہاں یعنی آزاد معاشرے میں یونیورسٹیوں کو دو مسائل درپیش ہیں۔

ہمارے ہاں ہائی سکول پاس کر کے جو لڑکے اور لڑکیاں کالج داخل ہوتی ہیں ان کی اکثریت کا تعلیمی ریکارڈ ماضی کی نسبت کم تر ہوتا ہے۔

ثانوی اور ہائی سکول میں جو طریقہ تدریس رائج ہے (کھیل کھیل میں پڑھائی کا سہل ترین طریقہ) اس سے اکثر طلباء ذہنی طور پر کالج یا اعلیٰ تعلیم کیلئے تیار نہیں ہوتے۔

اس موضوع پر آپ کو متعدد کتابیں لائبریریوں میں ملیں گی لیکن آپ کو مشکل سے کوئی مغربی ماہر تعلیم اتنا جرأت مند ملے گا جو "روپیہ اور تعلیم" کی تلخ حقیقت کا سامنا کر سکے۔

ہمارے آزاد معاشرے میں ہمارے ذہین طلباء (30 میں 29) اعلیٰ تعلیم محض اس لئے حاصل نہیں کر سکتے کہ وہ تعلیم کی قیمت ادا نہیں کر سکتے۔

اس کے متوازی ہماری یونیورسٹیوں میں طلباء کی اکثریت ہائی سکول میں ذہانت کا اعلیٰ معیار پیش نہیں کر سکی بلکہ وہ محض اس لئے یونیورسٹی میں داخل ہوئے کہ کالج کی ڈگری سے فائدہ حاصل کر سکیں اور ان کے والدین ایسی ڈگری کے حصول میں خاصی رقم ادا کر سکتے ہیں۔

اس کے برعکس سوشلسٹ دنیا میں لڑکے یا لڑکی کیلئے صرف ایک ہی راستہ ہے جس سے وہ سکول سے یونیورسٹی جا سکتا ہے کہ وہ اپنے کو دیگر ہم جماعتوں کے مقابلہ میں اپنی ذہانت اور بہتر نظم وضبط کا اہل ثابت کر سکے۔ سوویت نظام میں تعلیم میں جدید طریقے اپنائے جاتے ہیں لیکن وہ امریکی حصول تعلیم کھیل کھیل میں حاصل ہونی چاہئے۔ کے سخت خلاف ہیں اس کا نتیجہ ہے کہ وہاں کے ہائی سکول سے فارغ طلباء عملی

Scanned by CamScanner

زندگی میں سنجیدگی سے داخل ہوتے ہیں امریکی طالب علم کی طرح سکول کی طرح عملی زندگی کو بھی ہنسی مذاق نہیں سمجھتے سوویت نوجوانوں کو سکول ہی میں ایسی تعلیم وتربیت میسر آتی ہے جس سے وہ اپنے ذہن سے کام لینا سیکھ جاتے ہیں اور اگر وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہیں تو ان کے راستے میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ہوتی۔

آج تک ہمارے کسی ماہر تعلیم نے اس حقیقت کو دیکھنے کی کوشش نہیں کی۔لیکن اب وقت آرہا ہے کہ انہیں اس طرف توجہ دینا پڑے گی ورنہ وہ تعلیم کے سلسلے میں سوویت چیلنج کو قبول نہیں کرسکیں گے۔

اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہوں کہ سوشلسٹ دنیا میں تعلیم ہماری دنیا سے اتنی ترقی یافتہ کیوں ہے۔تو اس کا جواب تعلیم پر بے انداز خرچ بہتر اور ماہر اساتذہ تعلیم سے سخت محنت کا مطالبہ وغیرہ نہیں ملے گا یہ باتیں اپنی جگہ اہمیت کی حامل ہیں لیکن اہم ترین بات یہ ہے کہ سوویت یونین میں تعلیم کی کوئی قیمتی شے نہیں جسے خریدا جاسکتا ہو جیسا کہ کیڈلک کار یا سمور کا کوٹ خریدا جاتا ہے۔ بلکہ معاشرے کے ان نوجوانوں کی عزت افزائی ہے جو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔

عملی ذہن

ہم جب سوویت یونین کی جنوبی جمہوریہ آذربائیجان میں تھے تو ہم اپنے ساتھ دو مشہور امریکیوں کو دیکھنے کے خواہاں تھے۔ یہ دو امریکی کوناٹ اور دوسرا رک آور ہیں ایک سائنس دان اور دوسرا امیر البحر ہے دونوں نے ایسی کتابیں لکھی ہیں جو متنازعہ فی مسائل پر مبنی تھیں۔ ''آج کل امریکی ہائی سکول'' اور دوسری ''تعلیم اور آزادی'' تھی ان دونوں مختلف کتابوں میں مصنفوں نے ''آزاد دنیا'' کو بتانے کی کوشش کی تھی کہ سوشلسٹ دنیا میں تعلیم کے ہم پلہ ہونے کیلئے امریکنوں کو کیا کرنا چاہئے۔

لیکن یہ کتنی دلچسپ اور افسوسناک بات ہے کہ ان دونوں نے جو سوویت نظام تعلیم پر تنقید وتبصرہ کرتے تھے انہوں نے امریکہ سے باہر نگاہیں ہی نہیں دوڑائیں اور اگر آپ سوشلسٹ نظام میں کوئی اہم بات دیکھنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے آپ کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہمارے آزاد معاشرے سے سوشلسٹ نظام سے بنیادی طور پر مختلف ہے ہم اس جگہ کا ذکر کرتے ہیں غالباً جس کا نام بھی آپ نے سنا نہیں ہوگا باکو سے دور بحر کے ساحل پر ''عزیز بکو'' ایک آئل انسٹی ٹیوٹ واقع ہے۔

-عزیز بکو انسٹی ٹیوٹ اس آدمی کے نام پر ہے جس کا نام سوویت یونین میں بڑے احترام سے لیا جاتا ہے

Scanned by CamScanner

وہ ان 26 کو سیاوروں میں سے ایک تھا جنہیں 20 ستمبر 1918ء کو ایک انگریز افسر نے تشدد سے ہلاک کیا تھا یہ ان دنوں کا واقع ہے جب وہاں سوشلزم قائم ہو رہا تھا۔

-یہ شاندار انسٹی ٹیوٹ مزدور عزیز بکو کی زندہ یادگار ہے یہ انتہائی ترقی یافتہ تعلیم اور تحقیق کا مرکز ہے۔اور اس میں ہر طالب علم مزدور ہے ہم ایک بار پھر کہتے ہیں کہ ہم پروپیگنڈا نہیں کرتے بلکہ ہم سوویت تعلیم کے ایک نئے پہلو سے آپ کو روشناس کراتے ہیں۔

چند حقائق یہ ہیں:

سوویت یونین میں کئی سال تک اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کی کمی تھی۔

-اس لئے ان دنوں ان کے ہائی سکول کے طلباء کو براہ راست کالجوں میں داخلہ مل جاتا تھا۔

-لیکن اس طریقہ پر وہاں کے لوگوں نے نکتہ چینی کرنا شروع کی کیونکہ اس سے کئی ایسے دانشور پیدا ہو گئے جنہوں نے اپنی زندگی میں ایک دن بھی ہاتھ سے کام نہیں کیا تھا دوسرے الفاظ میں ایسے لوگ جنہیں فیکٹریوں، ریلوے، کانوں، کھیتوں اور دفتروں میں عملی کام کا قطعی کوئی تجربہ نہ تھا۔

آپ پوچھ سکتے ہیں اس میں کیا برائی تھی ٹھیک ہے ہمارے آزاد معاشرے کیلئے تو ٹھیک ہے لیکن سوشلسٹ نظام میں لوگ اسے بہت برا سمجھنے لگے۔سوشلزم محنت کش لوگوں کا نظام ہے اور وہ اس کے واحد مالک اور اسے عملی جامہ پہنانے والے ہیں اس ضمن میں جو عام بحث ہوئی ہم اس کی تفصیلات میں نہیں جاتے لیکن بحث مباحث کے بعد ان فیصلوں پر پہنچا گیا۔

اب محنت ایک مقصد ہے:

تمام سوویت یونین میں بچے تعلیم کے ساتھ کام کرتے ہیں ابتداء میں سکول میں کام کرنا پڑتا ہے اس کے بعد فیکٹریوں اور کھیتوں میں عملی تجربہ سیکھنا ہوتا ہے ہائی سکول کے طلبہ کوئی نہ کوئی کام کر کے نہ صرف تجربہ حاصل کرتے ہیں بلکہ کچھ نہ کچھ کما بھی لیتے ہیں۔

یونیورسٹی کی تعلیم سے پہلے کام ملتا ہے:

سوویت لڑکے اور لڑکیوں کو یونیورسٹی میں داخلہ کے لئے ہائی سکول کے بہترین سرٹیفکیٹ کے علاوہ جہاں انہوں نے کام کیا ہوتا ہے اس شعبہ سے بھی سرٹیفکیٹ حاصل کرنا ہوتا ہے جہاں انہوں نے کل وقتی کارکن کی حیثیت سے دو یا دو سال سے زیادہ عرصہ کام کیا ہوتا ہے۔

Scanned by CamScanner

سوویت یونیورسٹیاں صرف محنت کشوں کیلئے ہوتی ہیں اس ضمن میں سوویت یونین کے وزیر تعلیم وی۔پی پیلوتن کا تبصرہ قابل توجہ ہے۔

-وہ طلباء جنہوں نے چند سال تک کہیں کام کیا ہو وہ جانتے ہیں کہ انہیں کس شعبہ کے لئے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا ہے۔

-ایسے طلباء اپنی تعلیم میں بہت سنجیدہ ہوتے ہیں وہ دیکھ سکتے ہیں کہ مستقبل میں ان کے کام سے سوشلزم کی کتنی ترقی ہوسکتی ہے اس سے ان کے اساتذہ کا کام بھی انتہائی موثر ہوجاتا ہے۔

اس کے بارے میں کونارٹ اور رک آور جیسے مغربی ماہرین کی رائے کچھ بھی ہو سوویت لوگوں کا پختہ یقین ہے کہ ''نرم اور سفید ہاتھوں'' کو اعلیٰ تعلیٰ سے ہٹانے سے انہوں نے ایک اہم قدم آگے بڑھایا ہے۔اور اس سے جو تعلیمی ترقی وہاں ہوئی ہے کسی سے پوشیدہ نہیں۔

عمر کی قید ختم:

سوویت یونین میں جہاں کہیں بھی ہم گئے وہاں ہم نے تعلیم کے لئے ایک نئی مہم دیکھی یہ مہم اتنی جرأت آمیز ہے کہ ان کی ترقی میں سب سے زیادہ موثر ثابت ہورہی ہے اس مہم کی تفصیلات تو خاصی پیچیدہ ہیں جو یہاں درج نہیں ہوسکتیں البتہ ہم اہم باتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

جتنی تیز رفتاری سے ہوسکتا ہے وہ رات کے ہائی سکول اور یونیورسٹیاں قائم کررہے ہیں ان سے خط و کتابت سے تعلیم حاصل کی جاسکتی ہے۔ان کے دروازے نہ صرف نوجوانوں کیلئے بلکہ ہر عمر کے مرد اور عورتوں کیلئے بھی کھلے ہیں۔

جیسا کہ کینڈا میں لوگوں کی اکثریت میں پختہ عمر میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی خواہش ہوتی ہے یہی معاملہ سوویت روس میں ہے۔

سوویت یونین میں ایسے لوگوں کو عملی امداد دی جاتی ہے ان معمر لوگوں کو بھی جن کے خاصے بڑے کنبے ہوتے ہیں تعلیم کے حصول میں ہر قسم کی مدد بہم پہنچائی جاتی ہے اپنی صلاحیت اور قابلیت کے مطابق ہر عمر کا شخص تعلیمی میدان میں حسب منشا ترقی کرسکتا ہے۔

یہ کیسے ہوتا ہے! ان کے لئے جب ہر شخص عوامی ملکیت کیلئے کام کررہا ہو وقت اور سرمایہ کا مسئلہ ان کیلئے مشکل نہیں انہوں نے یہ طریقہ کار اختیار کیا ہے۔

Scanned by CamScanner

محنت کش آدمی یا عورت جو طالب علم بن جاتا ہے تو اسے امتحان کی تیاری، امتحان دینے یا تجربہ گاہ میں کام کے وقت کی رخصت بمعہ پوری تنخواہ دی جاتی ہے۔ بعض اوقات سفر خرچ بھی دیا جاتا ہے۔

ٹیکنیکل نصاب میں محنت کش طالب علم کو آخری سالوں میں دو سے چار مہینوں کی بمعہ پوری تنخواہ رخصت ملتی ہے تا کہ وہ آخری امتحان کی اطمینان سے تیاری کر سکے۔

ان کیلئے اعلیٰ ٹیکنیکل کام تیار ہوتے ہیں اکثر ایسا محنت کش طالب علم ڈگری حاصل کرنے سے پہلے ہی اعلیٰ کام کا آغاز کر دیتا ہے۔

تعلیم کا یہ نیا نظام جیسے جنگل کی آگ کی طرح پھیل رہا ہے۔ دس لاکھ مرد اور عورتیں آج کل اس نظام سے مستفید ہو رہے ہیں۔ ماہرین تعلیم نے ہمیں بتایا کہ وہ پختہ عمر کے مرد اور عورتیں جو اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں مستقبل قریب میں وہ قوم کی صلاحیت کا سرچشمہ ہوں گے اور اس سلسلے میں وہ جوان نسل پر سبقت لے جائیں گے۔

یہ خیال حماقت پر مبنی ہے کہ سوویت کے نظام تعلیم کی کامیابی ریاستی کنٹرول میں مضمر ہے سوشلزم میں تعلیم اوپر سے احکام پر مبنی نہیں ہوتی۔ دنیا کے اس نئے نظام سے ان میں شوق و ولولہ پیدا ہوتا ہے جس کے تحت تاریخ میں پہلی مرتبہ کسی ملک کی کل آبادی کو اعلیٰ تعلیم دی جائے یہی سوویت کے نظام تعلیم کی کامیابی کا سب سے بڑا سبب ہے۔

Scanned by CamScanner

16

تخلیق کی آزادی

کوئی ایسا دن نہیں گزرتا جب اخبارات، ریڈیو اور چرچ ''آزاد دنیا'' کے باشندوں کو متنبہ نہ کرتے ہوں کہ ہمیں سوشلسٹ دنیا کے خلاف صف آراء ہونا چاہئے کیونکہ ہم انسانوں کے دل و دماغ کیلئے عظیم ترین جنگ لڑ رہے ہیں۔ اور اس جنگ کو غیر جانبدار دنیا میں لاکھوں لوگ دیکھ رہے ہیں۔

اس جنگ کی صورتحال کیا ہے؟

ہم جب سوویت یونین میں سفر کر رہے تھے تو یوکرائن طالبہ نے ہم سے ایک سوال کیا۔ پہلے تو ہم سمجھے کہ وہ مذاق کر رہی ہیں۔ لیکن نہیں۔ وہ تو انتہائی سنجیدہ تھی اس لڑکی نے ہم سے انتہائی انوکھا سوال کیا۔ یہ لڑکی سکول ہی سے انگریزی پڑھ رہی تھی اسے ہماری زبان (انگریزی) سے محبت تھی شاید اس نے انگریزی مصنفوں کی کتابیں ہم سے بھی زیادہ تعداد میں پڑھی ہوں گی اس نے پوچھا۔

''مغربی دنیا میں کتنی ہی بہترین ناول نویس، شاعر اور ڈرامہ نویس ہیں۔ لیکن ان میں کسی نے بھی کیوں نہیں آپ کے انداز زندگی کی تعریف میں کوئی فن پارہ پیش کیا ہو۔ آج تک میں نے کوئی ایسی ادبی کتاب نہیں پڑھی جس میں سرمایہ داری کی موثر تصویر کشی کی گئی ہو امریکی ادب میں بھی مجھے آج تک کوئی کامیاب کاروباری کردار نہیں ملا جسے آپ معقول اور موثر شخصیت کا مالک کہہ سکیں مجھے بتایئے کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے کوئی صحیح کتاب نہیں مل سکی؟ شاید ایسی کتابیں یا ڈرامے کینڈا میں موجود ہوں؟''

اس کے اس استفسار سے ہم واقعی دم بخود رہ گئے ہم اس کا جتنا جواب دینے کی کوشش کرتے اتنے ہی ہم حیران ہوتے، آپ اس کا جواب دینے کی کوشش کریں۔ کیا واقعی ہمارے ہاں کوئی ایسا عظیم ناول ہے جس میں سرمایہ کاروں کا صنعت کاروں کی تعریف کی گئی ہو کیا کوئی ایسی رزمیہ نظم یا چند رباعیات ہیں جو سٹاک ایکسچینج سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہوں کیا آپ نے بھی سنا کہ ایف بی آئی (خفیہ محکمہ) پر کوئی فنکارانہ ڈرامہ لکھا گیا ہو فن رقص کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا آپ نے کبھی بیلے رقص دیکھا یا سنا جس میں ''آزاد تجارت'' کی روح کو پیش کیا گیا ہو۔ حالانکہ ہمارے تخلیق کار لوگ ہمیں بتاتے ہیں کہ صرف آزاد معاشرے ہی میں فن کے شہ پارے تخلیق ہو سکتے ہیں اس مقولہ کو درست ثابت کرنے کیلئے وہ کیا کر رہے ہیں۔

Scanned by CamScanner

ثقافت کی گندگی

کینڈا کا مشہور ناول نویس مورے کلاگین جس نے 30 سال پہلے کامیابی حاصل کی تھی وہ اپنی کتابوں سے اپنی روزی حاصل نہیں کرسکتا! امریکہ میں مصنفوں کے گلڈ نے حال ہی میں بتایا ہے کہ تمام ملک میں صرف بارہ ادیب اپنی کتابوں سے اپنی روزی کمارہے ہیں۔ کینڈا اور امریکہ میں ایک ہزار میل کے سفر کے دوران آپ کو ایک بک سٹال نہیں ملے گا ایک امریکی اندازے کے مطابق اس عظیم قوم کے دس کروڑ شہریوں نے اصل تھیٹر میں کوئی ڈرامہ نہیں دیکھا۔ تمام شمالی امریکہ میں براڈوے (نیویارک) ڈرامے کی اسٹیج کا مرکز تسلیم کیا جاتا ہے "ایکٹروں کی معلومات" کے مطابق 9 ہزار ایکٹر اور ایکٹریس بے کار ہیں۔ صرف ایک ہزار دوسو سے کم تعداد میں اداکاروں کو کام ملتا ہے۔ موسیقاروں کی یونین کے مطابق یونین کے دس رکنوں میں آٹھ بے کار ہیں آج کل تمام شمالی امریکہ (کینڈا اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں) شاعر، مصور، بت تراش اور بیلے رقاص اپنے فن سے روزی نہیں کما سکتا۔

ہمیں آزاد دنیا کے تخلیق کاروں پر سخت نکتہ چینی نہیں کرنا چاہئے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر فن سے روزی نہیں کمائی جاسکتی تو پھر ہم تخلیق کار میں جوش وولولہ کی کیسے توقع کرسکتے ہیں؟

ہمیں غلط سمجھنے کی کوشش نہ کیجئے ہمیں معلوم ہے کہ تخلیق کار ذہن صرف روپیہ کے لئے کام نہیں کرتے۔ اگر ہمارے کلچر کا بحران صرف روپیہ کی وجہ سے ہے تو صلاحیت رکھنے والے اور قابل لوگ اس رکاوٹ کو دور کرسکتے ہیں۔ بدقسمتی سے جب آپ اس مسئلہ کی گہرائی میں جائیں گے تو آپ کو اس سے زیادہ پریشان کن رکاوٹیں نظر آئیں گی۔

آپ مشہور امریکی مصور راکول کینٹ کو جانتے ہیں کئی سال ہوئے کینٹ نے انمول تصاویر کا ذاتی مجموعہ کومین کے فارنس ورتھ میوزیم کو دینے کا فیصلہ کیا میوزم کے نگران بہت ہی خوش ہوئے اور کینٹ مجموعہ کے لئے عجائب گھر میں علیحدہ جگہ تعمیر کرنے کا بندوبست کیا۔

لیکن میں اس وقت بدنام زمانہ واشنگٹن کی غیر امریکی کمیٹی (ان امریکن کمیٹی) کے ایک محاسب نے کینٹ کو طلب کیا، تو فارنس ورتھ میوزیم والے بہت گھبرائے کہ اگر وہ کینٹ کی تصاویر کو قبول کرتے ہیں تو وہ اس سے "میل جول" کے مجرم بنتے ہیں وار اس طرح وہ تباہ ہوجائیں گے۔ اس لئے انہوں نے آرٹسٹ کو بتایا کہ انہیں اس کا تحفہ قبول نہیں۔ وہ اس کی تصاویر کو چھونا بھی پسند نہیں کرتے۔

Scanned by CamScanner

کیا یہ ثقافتی آزادی ہے؟

کینٹ عالمی شہرت کا مالک آرٹسٹ ہے ذرا خیال تو فرمایئے کہ غیر جانبدار ممالک کے آرٹ کے شیدائی جب یہ معلوم کریں گے کہ اس آرٹسٹ کو اپنی تمام زندگی کے اثاثہ کیلئے کہاں جگہ ملی تو وہ کیا سوچیں گے؟ کینٹ کی تمام تصاویر اپنے وطن میں رد کر دی گئیں اب وہ ماسکو کی اکیڈمی آف آرٹس کے پاس ہیں۔

آپ نے کبھی ٹان بوگارز کا نام سنا؟ اس صدی کے آغاز میں وہ شمالی امریکہ کے دانشوروں میں مشہور تھا ۔ بوگارز روسی مہم جو اور عالم شاعر تھا۔ اور وہ پہلا شخص تھا جس نے اسکیمو لوگوں کے لوک گیتوں کا مطالعہ کیا تھا وہ تین بار امریکہ میں سائنٹفک کانگریسوں میں شرکت کیلئے آیا لیکن 1929ء میں جب اس نے اپنی تقریر میں یہ بتایا کہ قطب شمالی میں سوویت حکومت شاندار کام کر رہی ہے تو امریکی حکام نے ایک خاص حکم سے سائنس دان ٹان بوگارز کو امریکہ میں داخلے کی ہمیشہ کیلئے ممانعت کر دی۔

کیا یہ دانشوروں کی آزادی ہے؟

شاید آپ سوچ رہے ہوں کہ ہم نے خاص طور پر غیر معمولی مثالیں دی ہیں۔ تو آپ کسی لائبریری میں جا کر ''اکادمی دانش'' از لازآرز فیلڈ اور ٹیلس (1958ء) دیکھئے یہ امریکی کتاب غیر ممالک کے دانشوروں اور محققوں کے لئے انتہائی پریشان کن تھی کیونکہ اس نے نہ صرف چند ترقی پسندوں کے بلکہ 2450 عام رجعت پسند کالجوں کے امریکی پروفیسروں اور لیکچراروں کے تلخ تجربات کو پیش کیا گیا ہے ان میں اکثریت کو ملک سے غداری کا مشکوک خیال کر کے ذہنی اذیت دی گئی۔

امریکہ کے عظیم اٹومک سائنس دان روبرٹ اوبن ہیمر جو پرنسٹن میں اعلیٰ تعلیم کے انسٹی ٹیوٹ میں البرٹ آئن سٹائن کے جانشین تھے، میک ارتھی کے غنڈوں نے انہیں اپنا شکار کیوں بنایا؟ یہ محاسب اوپن ہیمر کو غداری کا ملزم قرار دیتے تھے اور انہیں روکنے والا کوئی نہ تھا۔

ہم ان واقعات پر اپنی کوئی رائے یا فیصلہ نہیں دیتے ہم تو صرف آپ کو یہ جتلانا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں کی اکثریت جو ہماری ''آزاد دنیا'' سے دلچسپی رکھتے ہیں وہ ہمارے آزاد معاشرے میں ثقافت اور دانشوروں سے جو سلوک کیا جا رہا ہے اس سے پریشان ہے۔

آرٹ یا پروپیگنڈا

سوویت ثقافتی زندگی میں سرجی اوبرازتوف کا نام نمایاں ہے۔ وہ مشہور پتلیوں کے تھیٹر کے بانی اور

Scanned by CamScanner

ڈائریکٹر ہیں انہی کے نام سے یہ تھیٹر بھی منسوب ہے انہوں نے دنیا کا سفر کیا ہے اور ثقافتی آزادی کے مسائل پر مغربی ممالک کے نامور دانشوروں سے بات چیت کی ہے اور ''آزاد دنیا'' کے کلچر کی شاندار کامیابی پر ان کا زاویہ نگاہ پیش کرتے ہیں۔ شاید آپ کو معلوم ہوگا کہ نیویارک کے جدید آرٹ کے میوزم میں 68 ممالک سے 500 فوٹو ایڈورڈ سٹیچن نے جمع کی ہیں ان فوٹو کے مجموعے کا نام ''انسان کا خاندان'' رکھا ہے ان فوٹو پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں۔

-''تمام ممالک کے لوگ یکساں طور پر جنسی عمل کرتے ہیں محنت کرتے، مچھلیاں پکڑتے، جھگڑے، گاتے اور دعا کرتے ہیں''۔ ان تصاویر کے نیچے سرخی لکھی ہے اور کئی ایسے فوٹو ہیں جو اس سرخی کا مطلب ظاہر کرتے ہیں۔

-اس کے بارے میں او برازتوف کہتے ہیں کہ یہ صرف نصف حقیقت ہے بلکہ یہ کہنا جھوٹ ہے کہ پارک الیونیو (نیویارک) میں رئیس جوڑے کی محبت اس نوجوان لڑکے اور لڑکی کی مانند ہے جو نیویارک کے گندے علاقے اور خطرناک علاقے میں محبت سے آشنا ہوتے ہیں۔

-''نوزائدہ بچے کی پہلی چیخ چیکا گوارز موانگو (افریقہ) میں ایک جیسی ہے''۔ یہ الفاظ مشہور امریکی شاعر سینڈ برگ کے ہیں جن سے سٹیچن کی خوبصورت اور المیہ فوٹو کا تعارف کرایا گیا ہے۔

-سرجی او برازتوف کہتے ہیں یہ بالکل غلط ہے افریقہ میں نوزائدہ بچے کی چیخ موت کی چیخ ہوتی ہے۔ دس میں سے تین بچے اس دنیا میں سانس لے کر چل بستے ہیں فنکار کا کہنا ظلم اور غلط ہے کہ بچے کی پیدائش نوآبادیات اور ترقی یافتہ ملکوں میں ایک جیسی ہے۔

-سٹیچن کے فوٹوز میں مختلف ملکوں کے بچے اور بوڑھے بڑی خوشی سے سکول میں حاضری دیتے ہیں۔

-اس پر او برازتوف کا تبصرہ یہ ہے کہ ''اقوام متحدہ کا دعویٰ ہے کہ دنیا کی نصف آبادی کبھی بھی پڑھنے لکھنے کے قابل نہیں ہوئی''۔ اس کے لیے یہ بہت بڑی سچائی ہے اس سچائی کو لوگوں سے روشناس کرانا اصلی فن کار کا فرض ہے۔

-سٹیچن کے ایک فوٹو جس میں ہلاک شدہ سپاہی دکھائے گئے ہیں اس کے نیچے یہ الفاظ لکھے۔ ''قاتل کون اور مقتول کون؟'' اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ جنگ غیر انسانی ہے تو وہ سچ کہتا ہے اور برازتوف غصے میں پوچھتا ہے: ہٹلر کے خلاف جنگ میں 3 کروڑ آدمی ہلاک ہوئے لیکن فاسسٹ اسلحہ ساز آئی، جی،

Scanned by CamScanner

فاربن انڈسٹریز نے چھ ارب مارک کمائے۔ فنکارانہ سچائی تو یہ ہے کہ جنگ کرانے والے اور اس کے شکار کو بتانا چاہیے"۔

ان متضاد زاویہ نگاہ پر غور فرمایئے اور برازتوف کے الفاظ بنی نوع انسان کی اکثریت کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ہماری دنیا کے عوام فنکارانہ نصف سچائی سے مطمئن نہیں ہوں گے۔

فن کیا ہے اور پروپیگنڈا کیا ہے؟

پروپیگنڈا سچائی پر مبنی ہوسکتا ہے اور بالکل جھوٹ بھی۔ لیکن فن پارے جھوٹ کو برداشت نہیں کر سکتے۔

اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ آزاد معاشرے کے فنکار کیوں ہمیں مایوس کرتے ہیں وہ ایسا فن پارہ تخلیق نہیں کر سکتے جس سے ایسے آزاد معاشرے سے کسی ذہن یا دل میں اس کی قدر پیدا ہو سکے۔ جہاں پر منافع خوری زندگی پر حاوی ہو۔

آزاد ثقافت سچ کہتی ہے۔ مکمل سچ سوائے سچ کے اور کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔

Scanned by CamScanner

17

ثقافتی آزادی

سوویت یونین میں اپنے سفر کے دوران ہماری ملاقات ایک مغربی صحافی سے ہوئی جو وہاں ''مال بنانے'' کا ایک نسخہ لیے پھرتا تھا اس نے ہمیں بتایا کہ امریکی فحش ناول ''LOLITA'' کا روسی زبان میں ترجمہ نہیں ہوا اس مقبول ناول کے ترجمہ کے لیے وہ سوویت ناشروں سے بات چیت کرنا چاہتا تھا۔

اس نے ہمارے چہروں کے تاثرات سے اندازہ لگایا کہ ہم اس کی اس تجویز کو حماقت سمجھتے ہیں اس لیے اس نے کہنا شروع کیا۔ ''شاید آپ کا خیال ہے کہ سوویت ناشر مغربی کتابوں کے ترجمے شائع نہیں کرتے لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ گذشتہ سال انہوں نے دو ہزار غیر ملکی کتابیں شائع کی ہیں مگر ان کی کتابوں کی اکثریت بے زار اور ٹھس کتابیں ہیں۔ انہوں نے کبھی بھی ''لولیتا'' جیسی کتاب شائع نہیں کی''۔

چند ہفتوں کے بعد ہماری اپنے ایک ادبی دوست ایون میتولکن سے ملاقات ہوئی اور ہم اس مغربی صحافی کی باتوں پر خوب ہنسے۔ ایون میتولکن ماسکو میں غیر ملکی زبانوں کے ناشر خانہ کے سربراہ ہیں۔ انہوں نے 7 ہزار ادیبوں کی کتابیں شائع کی ہیں۔ انہوں نے دو حقائق بتائے۔

-سوویت یونین کا کوئی ناشر گندی اور جنسی بے راہ روی پر مبنی ''لولیتا'' کو پسند کرے گا تو اسے برطرف کر دیا جائے گا۔ سوشلزم میں فحش کتابیں شائع کرنے کی آزادی نہیں۔

-اس حقیقت سے قطع نظر انگریزی کی بہترین کتابیں جن کا ترجمہ ہوا ہے۔ اور ایسی متعدد کتابیں ہیں ان کے علاوہ کئی اور زبانوں کی معیاری کتابوں کا ترجمہ ہوا ہے وہ سوویت لوگوں میں بے حد مقبول ہوئی ہیں سوویت ناشروں کے پیش نظر ایسی کتابوں کو دریافت کرنا نہیں ہوتا جو بڑی آسانی سے بک سکیں، بلکہ انہیں بہتر کتابوں کے لیے کاغذ اور چھاپے خانوں کا بندوبست کرنا ہوتا ہے۔

اس سے ہم سوویت میں کاروباری زندگی کے ایک ایسے پہلو سے روشناس ہوئے جو ہمارے ہاں کے ذہین کاروباری آدمی بھی سوشلزم کے بارے میں نہیں جانتے اس پہلو کو سمجھنے کے لیے ہمیں سوویت یونین میں ٹیلی ویژن کا جائزہ لینا چاہیے۔

Scanned by CamScanner

اشتہاروں کے بغیر ٹیلی ویژن

1960ء میں ہم سوویت یونین کی ٹیلی ویژن پانچ ہفتوں تک مسلسل دیکھتے رہے اور ٹی.وی کے پروڈیوسروں، اداکاروں، مصنفوں، سٹیشن منیجروں اور عام ناظر سے ٹی.وی پروگراموں کے متعلق طویل بحث کرتے رہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ وہاں کا ٹیلی ویژن مالی لحاظ سے مختلف ہے۔

-شمالی امریکہ (کینیڈا اور امریکہ) کے ٹیلی ویژن اسٹیشنوں کی تفریح کو وہاں کے صنعت کار اور بیوپاری پیش کرتے اور اس کی ادائیگی کرتے ہیں وہ اس کے عوض اپنی مصنوعات کی ٹی.وی پر اشتہار بازی کرتے ہیں اور اس طریقے سے انہیں بے انتہا منافع ہوتا ہے۔

-اس کے برعکس سوویت یونین میں ٹی.وی کا خرچ کا کچھ حصہ ناظرین ادا کرتے ہیں ہر ٹیلی ویژن سیٹ کی ایک ڈالر ماہانہ فیس ہوتی ہے اور اخراجات کا بقیہ قوم ادا کرتی ہے اس لیے وہاں کسی نجی ادارے کی کوئی پیش کش نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی اشتہار بازی۔ اس لیے کوئی بھی ٹیلی ویژن سے کوئی منافع نہیں کما سکتا۔

ٹیلی ویژن کے پروگراموں کو لیجئے:۔

کینیڈا میں ہم ٹیلی ویژن پر اکثر امریکی اسٹیشنوں کی تیار کردہ فلمیں دیکھتے ہیں۔ اور اس سے شمالی امریکہ کے اکثر ماہرین جن میں اشتہار بازی سے متعلق بڑے بڑے بیوپاری بھی شامل ہوتے ہیں وہ ٹیلی ویژن کی تفریح کے ہلکے معیار کو بری طرح محسوس کر رہے ہیں۔ ہم نے سوویت یونین میں بھی لوگوں کو اپنے ٹیلی ویژن پر نکتہ چینی کرتے دیکھا ہے لیکن یہ ناظرین اس بات پر بھی متفق ہیں کہ ٹیلی ویژن کے کمزور پروگرام تیزی سے بہتر ہو رہے ہیں۔

آپ اس کا سبب بتا سکتے ہیں ہمارے ہاں منافع اندوزی کا زبردست مقصد کارفرما ہے اور ٹیلی ویژن کی سرپرستی کرنے والے تاجر اور صنعت کار ہیں جو اچھے اور دلچسپ پروگراموں سے نواز نہیں سکتے لیکن آپ خود دیکھ رہے ہیں کہ یہاں کوئی ایسا رجحان نہیں۔ سوشلسٹ دنیا میں جہاں ٹیلی ویژن عوامی ادارہ ہے اور کوئی بھی اس سے منافع حاصل نہیں کر سکتا تو ٹیلی ویژن سے متعلق عملے اپنے ناظرین کو اعلیٰ معیار کی تفریح مہیا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور وہ اس میں خاصے کامیاب بھی ہو رہے ہیں۔

اس سلسلہ میں ہم اپنے مشاہدات مختصراً پیش کرتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

کاروباری اشتہاری فلمیں نہیں:۔

سوویت یونین میں ٹیلی ویژن کو ایک افضلیت حاصل ہے نہ صرف وہ اشتہاری فلموں سے محفوظ رہتے ہیں بلکہ جب ایسی فلمیں ہی نہیں تو کسی پروگرام میں جھنجھلانے والی روکاوٹ نہیں ہوتی۔(دلچسپ فلم یا پروگرام کے دوران اچانک اشتہار آ جاتا ہے) لہٰذا ٹیلی ویژن کے پروگراموں میں ایک نیا نکھار اور تھیٹریکل انداز پیدا ہوتا ہے۔ مسلسل پروگرام یقیناً بہترین ہوتے ہیں۔

کوئی مقابلہ نہیں:۔

چونکہ تفریح سوشلزم میں عوامی خدمت کا درجہ رکھتی ہے اس لیے ٹیلی ویژن کو نغموں یا سٹیج کے ڈراموں سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے بلکہ اس کے الٹ ہم نے سوویت ٹیلی ویژن والوں کو ان پروگراموں کے لیے کوئی رقم ادا نہیں کرنا پڑتی بلکہ معمولی اخراجات دینے پڑتے ہیں۔

سلسلہ وار پروگرام نہیں:۔

سوویت ٹیلی ویژن پر ہماری طرح ایک ہی پروگرام مسلسل پیش نہیں کیا جاتا بلکہ ہر شام کو نئے اداکاروں پر نئے پروگرام ہوتے ہیں اور ناظرین اس میں بہت دلچسپی لیتے ہیں۔ ہماری طرح نہیں کہ ٹھس قسم کے پروگرام ہفتہ وار دیکھنے پڑتے ہیں۔

مغربی بیوپاری لوگ جب سوویت ٹیلی ویژن کی کامیابی دیکھتے ہیں تو بے چین ہو جاتے ہیں آپ یقین کریں کہ سوویت کی پندرہ جمہوریتوں میں ٹیلی ویژن دیکھنے والوں میں بیس ہزار یومیہ اضافہ ہو رہا ہے اشتہار دینے والوں کیلئے کتنا سنہری موقع ہے کہ وہ لوگوں کو نت نئے صابنوں کو خریدنے پر مجبور کر سکیں۔

''ہاؤس فُل''

کئی لوگوں کے خیال میں آزاد معاشرے میں ٹیلی ویژن کے پست پروگراموں کا الزام اشتہار بازی پر عائد نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو وہی پروگرام پیش کرتے ہیں جو لوگ چاہتے ہیں اگر ہمارے ہاں ''ریاست کا کنٹرول'' ہو تو پھر افسران بالا کے رحم و کرم پر ہماری تفریح ہوگی اور ناظرین ٹیلی ویژن دیکھنا چھوڑ دیں گے۔

کالجوں میں اقتصادیات کے پروفیسر اکثر یہی دلیل دیتے ہیں ان کے نزدیک آزاد معاشرے میں جو

Scanned by CamScanner

منافع کے لیے مقابلہ ہوتا ہے تو اس سے زیادہ رقم خرچ کرنے کے بغیر بہترین اور معیاری تفریح مہیا کی جاسکتی ہے بہرحال یہ پروفیسر یہ نہیں بتاتے ان کا بتایا ہوا اصول بغیر منافع والے سوویت ٹیلی ویژن پر صاد کیوں نہیں آتا۔

-فلموں کو لیجیے: لوگوں کو جو ''وہ چاہتے ہیں'' کے مطابق مدت سے فلمیں تیار ہورہی ہیں اور ہالی ووڈ نے بے انتہا منافع حاصل کیا اب ہالی ووڈ دیوالیہ ہورہا ہے اور فلموں کی تیاری میں کمی ہوگئی ہے تماشائیوں کی تعداد بھی کم ہوتی جارہی ہے۔

-ہم ماسکو، لینن گراڈ، کیف، تاشقند اور الماآتا کے وسیع سٹوڈیوز میں گئے اس سال وہ ہالی ووڈ سے زیادہ فلمیں تیار کررہے ہیں سوویت کی بغیر منافع کی فلمی صنعت بہت ترقی کررہی ہے وہ ٹیلی ویژن پر اپنی نئی فلمیں بھی دکھاتے ہیں۔ لیکن اس سے ان کے سینماؤں پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ وہ اتنی تیزی سے سینما ہال تعمیر نہیں کرسکتے۔ جتنی تیزی سے تماشائیوں کی تعداد بڑھ رہی ہے ہر سال روزانہ ایک کروڑ تماشائی سینما ہالوں میں فلمیں دیکھتے ہیں۔

-ہال ''ہاؤس فُل'' کے بورڈ سوویت سٹیج تھیٹروں میں اکثر ملتے ہیں ہم نے خود ان تھیٹروں کی انتظامیہ سے دریافت کیا تو معلوم ہوا ہر نیا ڈرامہ خواہ نو آموز ڈرامہ نویسی کا لکھا ہو سٹیج ہونے سے پہلے ہی کئی ہفتے تک اس کے ٹکٹ فروخت ہوجاتے ہیں وہ سٹیج ڈرامہ بغیر معاوضہ لیے ٹیلی ویژن پر بھی دکھاتے ہیں لیکن پھر بھی تھیٹروں کی نشستوں کی مانگ برابر بڑھ رہی ہے۔

-یہی حالت ان کے اخبارات اور جرائد کے دفاتر کی ہے اگر آپ نئے سال کے لیے جنوری سے پہلے اپنا چندہ خریداری روانہ نہیں کرتے تو آپ کو اس سال میں جریدہ یا اخبار ارسال نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ قارئین کی مانگ کے مطابق ایڈیشن شائع نہیں کرتے اور یہ بھی ذہن نشین رکھیے کہ نشر واشاعت کا تمام کام وہ لوگ کرتے ہیں جنہیں صرف معاوضہ ملتا ہے کسی کو منافع نہیں ملتا وہ اشتہاروں کے لیے معمولی جگہ دیتے ہیں یا بالکل ہی نہیں دیتے اس کے باوجود ان کے ہاں سینکڑوں کامیاب اور وسیع اشاعت کے مصور جرائد ہیں۔

اس سے لوگوں میں کلچر کے شعور کا علم ہوتا ہے اور یہ شعور معیاری کتابوں کو زیر مطالعہ رکھنے ہی سے پیدا ہوتا ہے اب ذرا تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمایئے:

Scanned by CamScanner

-فائنشل رپورٹ (شمارہ یکم اپریل 1960ء) میں لکھا ہے کہ کینیڈا میں لائبریریاں فی کس دس سینٹ خرچ کر رہی ہیں اس رقم سے سالانہ جرائد اور کتابیں خریدی جاتی ہیں دوسرے الفاظ میں ایک سینٹ سے بھی کم ماہوار اٹھتا ہے۔

-اب اس کا تقابل اس رقم سے کیجئے جو ہم پولیس، جیل اور حوالات پر ''برائے تحفظ خرچ کرتے ہیں۔ 18 ڈالر فی کس یعنی یہ رقم 180 بار زیادہ ہے جو ہماری لائبریریاں کتابوں اور رسائل پر خرچ کرتی ہیں جب کینیڈا کے مشہور لائبریری ڈائریکٹر سی. ڈی کینت نے سوویت روس کا دورہ کیا تو اس نے لفٹوں کو چلانے والے اور ٹیکسی ڈرائیوروں کو ٹالسٹائی اور دوستووسکی جیسے ادیبوں کی کتابوں کا مطالعہ کرتے دیکھا انہوں نے کونل اینڈ کوائر (شمارہ فروری 1960ء) میں لکھا کہ اعلیٰ ادب سے یہ لگاؤ سوویت لوگ علم اور دانش کے ذریعہ سب پر فتح حاصل کریں گے۔

لیکن اس عظیم طاقت کی کیا حالت ہے جو سوویت یونین کی مخالفت پر کمر بستہ ہے تمام دنیا کو آزادی کا راستہ دکھانے کے لیے اپنا فرض اور حق سمجھتی ہے۔

-رائے عامہ کا امریکی ادارہ (1956ء) نے انکشاف کیا کہ 100 بالغوں میں صرف 17 بالغ کتابیں پڑھتے ہیں۔ 100 میں سے 7 سے بھی کم ادبی یا سائنس کی کتاب، لائبریریوں سے پڑھنے کے لیے لیتے ہیں۔

-ہر سو امریکی گھروں میں سے 42 گھروں میں کسی قسم کی کتاب نہیں ہوتی۔

-بڑی آمدنی والے امریکیوں سے انٹرویو کے بعد معلوم ہوا کہ وہ بڑی بڑی کتابیں اور انسائیکلوپیڈیا خریدتے ہیں ایسے سو گھرانوں میں 84 گھرانوں میں کوئی فرد ایسی کتابوں کو کھول کر نہیں دیکھتا۔

-مشہور امریکی ناشر رینڈم ہاؤس پبلشنگ کے سربراہ پینٹ کرن نے پیش گوئی کی ہے کہ آئندہ چند سالوں میں پانچ اور چھ ناشروں کی کمپنیاں امریکہ کی نشر و اشاعت کی واحد اجارہ دار ہونگی۔

-نیوز ویک (شمارہ 14 نومبر 1960ء) نے پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ بڑے ناشر صرف منافع کے لیے کتابیں شائع کر رہے ہیں اور جنسی بے راہ روی اور تشدد کی کتابوں پر توجہ دے رہے ہیں۔

شاید کینڈین لائبریرین مسٹر کینت نے صحیح کہا ہے کہ سوویت یونین کو مادیت خطرات پیدا کر رہی ہے اور شمالی امریکہ کی نظریہ پرستی اشیا پیدا کر رہی ہے۔

Scanned by CamScanner

آج کل کینیڈا اور امریکہ میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو یہی سوال کر رہے ہیں کہ ہم حقیقت سے کتنے قریب ہیں؟

لوگ، ثقافت اور مغرور

ہم جب تیسری بار اپنے پسندیدہ شہر سٹالن گراڈ گئے تو ہمیں مایوسی ہوئی ہم ایک تھیٹر میں ڈرامہ دیکھنے کی امید سے گئے تھے اس تھیٹر کی تعریف میں ہم نے بہت کچھ سن رکھا تھا لیکن اس شام تھیٹر میں کھیل دیکھنا ناممکن تھا کیونکہ کمپنی ماسکو گئی تھی وہاں انہیں اپنا فن پیش کرنے کی دعوت ملی تھی اور ناظرین تمام سوویت کے ناقدین تھے۔

ہم اس واقعہ کو اس لیے بیان کر رہے ہیں کہ یہ خاص اہمیت کا حامل ہے کیونکہ ہم جن ایکٹر اور ایکٹرسوں کا فن دیکھنا چاہتے تھے وہ کوئی پیشہ ور ایکٹر نہیں تھے بلکہ شوقیہ اداکار تھے اور وہ تمام سٹالن گراڈ کی فیکٹریوں میں مزدور تھے۔

-سٹالن گراڈ بھاری صنعت کا شہر ہے اور اس میں ساٹھ ''ثقافتی محلات'' ہیں جو ٹریڈ یونینوں کی ملکیت ہیں۔

-ثقافتی ڈائریکٹر وی این سپریڈنوف بہت قابل اور انتہائی معروف آدمی ہیں انہوں نے اپنے فرائض بتائے جن میں شہر کے بڑے بڑے تھیٹروں کی نگرانی کے علاوہ بیلے رقص کے تربیتی سکول کی نگرانی بھی شامل ہے۔

-سٹالن گراڈ میں بڑے عظیم الشان تھیٹر ہیں وہاں آپ دنیا کے عظیم ڈرامے کی اتنی تعداد ان تھیٹروں میں دیکھ سکتے ہیں جو آپ شمالی امریکہ کے کسی شہر نیویارک سمیت نہیں دیکھ سکتے۔

-ان تھیٹروں کے ناظرین کی بہت بڑی اکثریت صنعتی مزدور، مرد، عورت اور نوجوانوں پر مشتمل ہے۔

کیا سٹالن گراڈ کی یہ خصوصیت ہے؟ نہیں۔ لینن گراڈ کے ٹریڈ یونینوں کے ''ثقافتی محلات'' میں ہم نے کئی سو نوجوان مزدور دیکھے جو بیلے رقص سیکھتے اور ڈرامے سٹیج کرتے ہیں ان کے یہ ڈرامے ایسی نوعیت کے حامل ہوتے ہیں کہ جنہیں ہم غیر پیشہ ور نہیں کہہ سکتے ان کے کئی اداکار سٹار فیکٹریوں سے کام چھوڑ کر سٹیج کمپنیوں میں شامل ہو چکے ہیں یہی بات دیگر سوویت شہروں پر بھی پوری اترتی ہے۔

سوشلسٹ دنیا میں ثقافتی سرگرمیاں ایک تاریخی اہمیت کی حامل ہیں یہ سرگرمیاں آپ کے نزدیک واضح اور منطقی ہو سکتی ہیں لیکن ''آزاد دنیا'' کے بہت کم ''ثقافتی رہنماء'' اس عظیم تبدیلی کو سمجھ سکتے ہیں۔ شاید وہ اسے

Scanned by CamScanner

حقارت سے دیکھتے ہوں۔

-سوویت یونین میں منافع اندوزی کا خاتمہ ثقافتی آزادی کا صرف ایک پہلو ہے ہماری آزاد دنیا میں سی.بی (کینڈین براڈ کاسٹنگ سروس) اور بی.بی.سی بغیر منافع پر چل رہی ہیں لیکن ان کی محدود مقبولیت پر سخت نکتہ چینی کی جارہی ہے اور آپ کو یہ ثبوت نہیں ملے گا کہ یہ ادارے کینیڈا اور برطانیہ میں ''ثقافتی صحت'' لائے ہیں۔

-سوویت یونین میں منافع اندوزی کے خاتمہ کے ساتھ لوگوں نے ''مغرور لوگوں'' کے نازک ہاتھوں سے کلچر کی اعلیٰ ترین ہیت کو بھی چھین لیا ہے اور اسے معاشرے کے وسیع اور زیادہ ذہین اور ترقی پسند طبقوں صنعت اور زراعت میں کام کرنے والے لوگوں کی زندگی میں شامل کر دیا ہے۔

Khan Shaheed Library

Scanned by CamScanner

18

اشتہار بازی سے آزادی

کیا آپ کسی ایسے شخص کو جانتے ہیں جو انکم ٹیکس ادا کرنا پسند کرتا ہے؟ ایک منٹ کے لیے فرض کیجئے کہ اگر ہماری حکومت اعلان کردے کہ 50 فیصد زیادہ انکم ٹیکس ہمیں ادا کرنا ہوگا تو اس صورت میں ہم کینڈین کیا کریں گے؟ آپ کا یہ خیال درست ہے کہ کوئی حکومت ہماری آمدنی پر ایسی دھاندلی کر کے آئندہ الیکشن کے بعد قائم نہیں رہ سکتی کوئی سیاستدان ایسے اقدام کی حمایت کرنے کی جرات نہیں کرسکتا ہے۔

لیکن پہلے ہی آپ ایسی صورت حال سے دوچار ہیں۔ 50 فیصد آپ کی آمدنی سے انکم ٹیکس ادا کیا جارہا ہے۔

-اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ وہ لوگ جن کی آمدنی کم ہے وہ بہت کم ٹیکس ادا کرتے ہیں یا سرے سے کچھ بھی ادا نہیں کرتے لیکن ہر شخص جس میں پنشن پانے والے بے روزگار بلکہ سکول کے طلباء کو اشتہار بازی یا ایڈورٹائزنگ کے لیے ادائیگی پر مجبور کیا جاتا ہے۔

اس حقیقت سے کینیڈا اور امریکہ میں لوگوں کی کوئی زیادہ تعداد آگاہ نہیں وہ بااثر افراد جو ایڈورٹائزنگ انڈسٹری (اشتہار بازی کی صنعت) کے کرتا دھرتا ہیں وہ اتنے ہوشیار اور چالاک واقع ہوئے ہیں کہ عوام کی نگاہوں سے اخراجات کو چھپاتے ہیں بہرحال سرکاری اعداد و شمار مل سکتے ہیں ان پر نگاہ ڈالیئے۔

-گذشتہ دس سال میں آزاد دنیا کے دل (شمالی امریکہ) میں ہم 90 ارب ڈالر اشتہار بازی کے لیے ادا کرچکے ہیں دوسرے الفاظ میں فی کس چار سو پچاس ڈالر (ان میں ہر مرد، ہر عورت اور ہر بچہ شامل ہے)۔

-انہی دس سالوں میں ہم نے انکم ٹیکس 900 ڈالر فی کس ادا کیا۔

-ٹیکسوں کے خلاف ہمیشہ ہم شکایت کرتے رہتے ہیں جبکہ ٹیکسوں میں رفتہ رفتہ اضافہ ہوتا ہے لیکن اشتہار بازی کے اخراجات جسے ہم سے پوشیدہ رکھا جاتا ہے 500 فیصد بڑھ چکے ہیں۔

-تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق ہم شمالی امریکن اشتہار بازوں کو 12 ارب ڈالر سے زیادہ سالانہ ادا کرتے ہیں یعنی 3 کروڑ یومیہ۔

Scanned by CamScanner

شہد کی مکھیاں اور بھیڑیں

امریکہ میں حالیہ صدارت کی انتخابی مہم میں ڈیموکریٹک ایڈوائزی کونسل نے پمفلٹ شائع کیا اس نے ایک قابل غور حقیقت کی نشاندہی کی ہے اکثر امریکن اپنے اعلیٰ تعلیم کے نظام کے بارے میں تشویش کا اظہار کرتے ہیں جو سوویت یونین سے پیچھے رہتا جارہا ہے ان میں بہت کم یہ محسوس کرتے ہیں کہ جہاں وہ اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کی کالج میں تعلیم کے لیے ایک ہزار ڈالر خرچ کرتے ہیں وہاں وہ تین ہزار ڈالر امریکہ کے اشتہار بازوں کو دیتے ہیں اب لوگ اس کے بارے میں سوالات کرنے لگے ہیں دیگر الفاظ میں وہ پوچھتے ہیں کہ یہ کیا ہورہا ہے؟

-اس میں کوئی شک نہیں کہ ٹیکس بوجھ ہیں اور ہم ان کے خلاف کتنا ہی بڑبڑائیں پھر بھی ہمیں احساس ہے کہ ہم ٹیکس کی رقم کے عوض کچھ حاصل کرتے ہیں مثلاً سکول، سڑکیں پولیس، آگ سے تحفظ وغیرہ۔

-لیکن اشتہار بازی کی صنعت کیا پیدا کرتی ہے اور اشتہار باز جو روزانہ عوام کی جیبوں سے 37 کروڑ ڈالر وصول کرتی ہے اس کے عوض لوگوں کو کیا دیتے ہیں؟

اشتہار بازی کے حق میں اور اس کے خلاف لکھا جاچکا ہے۔ دونوں فریق اپنے آپ کو حق بجانب اور ضروری ثابت کرنے کے لیے دلائل پیش کرتے ہیں ہم ان دونوں کے نقطہ نظر کا جائزہ لیتے ہیں۔

-کئی اشتہار باز یا مشتہر دھوکہ باز سے کچھ آگے ہی ہوتے ہیں وہ خریداروں کو فریب دیتے ہیں اور یوں صارفین دوبار لٹتے ہیں وہ ناقص مال خریدتے ہیں اور دھوکہ باز کے اشتہار کی قیمت بھی ادا کرتے ہیں۔

بہرحال مشتہروں کا یہ کہنا درست ہے کہ ماضی کی نسبت اب اشتہار بازی میں دھوکہ بازی بہت کم ہوتی ہے کیونکہ آج کل اشتہار بازی بڑی بڑی کمپنیاں کرتی ہیں اور وہ دیانتدار اور قانونی ضابطے کی پابند ہوتی ہیں۔

-بڑے بڑے اشتہار باز، بڑی بڑی رقوم خرچ کر کے لوگوں کو ایسی اشیا کی خریداری کی ترغیب دیتے ہیں جن کی انہیں ضرورت نہیں ہوتی اس کی ایک مثال بہت بڑی کار دی جاسکتی ہے جس کی تشہیر مدت سے کی جاتی رہی ہے۔

اس کا جواب اشتہار باز یہ دیتے ہیں کہ انہوں نے شمالی امریکہ میں وسیع ترین کاروں کی صنعت پیدا کی ہے جس نے روزگار مہیا کرنے اور ''آزاد دنیا'' کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے میں بڑا حصہ لیا ہے۔

Scanned by CamScanner

-کروڑ ہا ڈالر، کاروں، خانہ داروں کے سامان اور کپڑوں کے نئے فیشن پر صرف کئے جا رہے ہیں اشتہار بازی اچھی اور رائج چیزوں کو پرانی اور بے کار بنا دیتی ہے۔

اشتہار باز اس سے انکار نہیں کرتے لیکن وہ کہتے ہیں کہ چند پرانی چیزیں ختم کی جاتی ہیں کیونکہ کئی لوگ انہیں پرانی حیثیت سے خریدتے ہیں جو نئی چیزیں خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

-صارفین کی بہت بڑی رقم شراب کی اشتہار بازی پر صرف ہوتی ہے جس سے ذہنی امراض پیدا ہوتے ہیں اور سگریٹوں کی اشتہار بازی کی جاتی ہے جن سے پھیپھڑوں کا کینسر پیدا ہوتا ہے اس سے آبادی کی صحت کو سخت خطرہ لاحق ہے۔

اکثر اشتہار باز اسے تسلیم کرتے ہیں ان میں چند ایسے ہیں جو اشتہار بازی کی صنعت امراض پیدا کرتی ہے اس پر وہ خوش ہیں لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ اس بنا پر تمام اشتہار بازی کو برا کہنا درست نہیں۔

-وسیع پیمانے پر سٹوروں کے سلسلے کی اشتہار بازی (خصوصیت سے اخبارات میں) اتنی مہنگی ہے کہ خوراک کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں حالانکہ جدید ترین سپر مارکیٹ میں ایسی خوراک کم قیمت پر دستیاب ہو سکتی ہے۔

اشتہار باز دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر اخبارات زیادہ سے زیادہ اشتہار شائع نہ کریں تو وہ جاری نہیں رہ سکتے۔

-کھانوں اور خانہ داری سامان کے نت نئے ''برانڈوں'' کی اشتہار بازی پر لاکھوں ڈالر خرچ کئے جاتے ہیں لیکن ''صارفین یونین'' یہ انکشاف کرتی ہے کہ ایسے برانڈ ناقص لیکن زیادہ قیمتی ہوتی ہیں۔

اس کا جواب اشتہار باز یہ دیتے ہیں کہ مشہور کمپنیاں اپنی مصنوعات کی فروخت کی رفتار کو قائم رکھنے کے لیے اشتہار بازی کو ضروری سمجھتی ہیں۔ چونکہ اس سے لاکھوں آدمیوں کو روزگار ملتا ہے اس لیے اسے برا نہیں کہا جا سکتا۔

-امریکی وفاقی مواصلاتی کمیشن کی رپورٹ (1960ء) کے مطابق ٹیلی ویژن پر اشتہارات کے منافع میں اضافہ ہو رہا ہے لیکن اس دوران ٹیلی ویژن پروگراموں کے معیار میں کمی ہو رہی ہے۔

-اس کے متعلق ٹیلی ویژن اسٹیشنوں کے کرتا دھرتا لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ ٹیلی ویژن پر انتہائی تشدد کے مناظر پر کنٹرول رکھنا چاہتے ہیں بہر حال اشتہار باز ہیرو کو اپنے دشمن کی گولیوں سے چھلنی کرنے کا منظر پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی اس سلسلے میں اشتہار بازی کے جریدے ''پرنٹرز انک'' (8 جولائی

Scanned by CamScanner

1960ء) کے شمارے میں لکھا ہے ٹیلی ویژن کو تضادات اور تشدد کو جو دنیا میں ہو رہا ہے اسے پیش کرنا ہی پڑتا ہے۔

اشتہار باز صنعت کے حق اور خلاف دلائل کو پڑھنے کے بعد آپ خود ہی اندازہ لگائیے۔ اس تمام بحث کا حاصل یہ ہے۔

الف:۔ ہمارے اشتہار باز معاشرتی بھیڑیں ہیں جو عوام کی محنت سے کمائی ہوئی دولت پر زندگی بسر کرتی ہیں وہ آزاد کاروبار کی ترقی کے لیے کچھ بھی نہیں کرتے حالانکہ وہ روزانہ 30 لاکھ ڈالر خرچ کرتے ہیں۔

ب:۔ اشتہار باز ہمارے نظام میں شہد کی مکھیاں ہیں جو استعمال کی چیزوں کی بہت بڑی صنعت تعمیر کرتی ہیں جس سے ہماری آزاد دنیا میں کاروباری مقابلہ جاری رہتا ہے اس لیے اشتہار بازوں کا وجود ناگزیر ہے۔

Khan Shaheed Library

نظر فریبی

حال ہی میں آزاد معاشرے کے ماہر اقتصادیات اشتہار بازی کی صنعت کا جائزہ لے رہے ہیں۔ معروف ماہر اقتصادیات وی۔ ایل۔ بیسی الینوس بزنس ریویو (مئی 60ء) میں لکھتے ہیں۔

"جب ایک کمپنی اشتہار بازی شروع کرتی ہے۔ اس سے دوسری کمپنی کو بھی مجبوراً اشتہار بازی کرنا پڑتی ہے۔ اس طرح چند کمپنیاں ہو جاتی ہیں۔ اس طرح جب کمپنیوں کی تعداد کم ہو جاتی ہے اور مارکیٹ تنگ ہو جاتی ہے اور قیمتوں میں مقابلہ نہیں رہتا۔ اشتہار بازی کا اثر کاروبار محدود سے چند کمپنیوں کے ہاتھ میں جا رہا ہے۔"

سیدھے سادے الفاظ میں یہی بات یوں کہی جا سکتی ہے کہ ہماری اشتہار بازی کی وسیع صنعت، کاروباری مقابلہ میں کوئی مدد نہیں دیتی بلکہ دراصل اشتہار بازی، کاروباری مقابلہ کو ختم کر رہی ہے اور یوں اجارہ داریوں کے قیام میں مدد دے رہی ہے۔

موجودہ زندگی کی یہ حقیقت ہے لیکن ہمارے اشتہار باز اسے تسلیم کرنے پر تیار نہیں۔

ان نظر فریبوں کا کیا حال ہے؟ برا نہیں۔ کیونکہ وہ بہت چالاک ہیں، اب انہوں نے نئے اور جدید ترین پروپیگنڈا کا انداز اختیار کیا ہے۔ اسے جولائی 1960ء میں پیش کیا گیا۔ جب انٹرنیشنل کانگرس آف آؤٹ ڈور ایڈورٹائزنگ کے اجلاس ٹورنٹو (کینیڈا) میں ہوئے۔ 24 ملکوں کے مشہور اشتہار بازوں نے

Scanned by CamScanner

اس میں شرکت کی۔ ٹی.ایس ریپلیئر جو امریکہ کی ایڈورٹائزنگ کونسل کے صدر ہیں انہوں نے اصل موضوع کو کانگرس میں پیش کیا۔

ہمارے کاروباری اور عام لوگوں کا خیال، جدید ایڈورٹائزنگ اشتہار بازی کی قباحتوں سے ہٹانے کے لیے ریپلیئر نے متنبہ کیا کہ ہماری آزاد دنیا کا جہاز سوشلزم کے نظریات سے سخت ہلکورے لے رہا ہے۔

''اگر آزاد دنیا ان نظریات کی پیش بندی نہیں کرتی۔ یعنی نظریات کو نظریات سے شکست دی جاسکتی ہے تو ہم اس تصادم میں ہار جائیں گے۔''

سوشلزم کے خلاف کون سا نظریہ ریپلیئر پیش کرتے ہیں۔ شاید آپ نے اس کا اندازہ کرلیا ہو یعنی کروڑہا ڈالر اشتہار بازی پر خرچ کئے جائیں۔

اخبارات بھی اس نظریہ کی گرم جوشی سے تائید وحمایت نہیں کر سکے کیونکہ

-ہمارے بے روزگار لوگ روزگار کے نظریے کو کیسے لبیک کہہ سکتے ہیں جب لاکھوں افراد کوئی روزگار حاصل کر ہی نہیں سکتے۔

-امریکہ کے نیگرو کانگو میں مساوات کے نظریہ کو کیسے خوش آمدید کہہ سکتے ہیں جبکہ ٹیکساس میں ایسا کوئی نظریہ موجود نہیں۔

-اعلیٰ تعلیم کا نظریہ ہمارے عملی طور پر کم ترین سکولوں کی کارکردگی کو بہتر بنا سکتا ہے۔

-کونسا نظریہ ہماری آزاد دنیا کو خلا کی دوڑ میں کامیاب کرسکتا ہے جبکہ حقیقتاً ہم یہ دوڑ ہار چکے ہیں۔

اسے بھی جانے دیجئے۔ ریپلیئر کے اعلان کا اصل مقصد، اشتہار بازوں کا سوشلزم کے خلاف اعلان جہاد ہے۔

خوف زدہ صنعت

وہ افراد جو شمالی امریکہ کے عوام کی جیبوں سے روزنہ 30 لاکھ ڈالر لیتے ہیں۔

انہیں ایک نئے خوف نے آلیا ہے۔ ان میں چند ریپلیئر کی مانند سوویت یونین دیکھ آئے ہیں۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے سوشلزم کو دیکھا ہے اگر تمام کاروباری لوگ جو اشتہار بازی کی صنعت سے متعلق ہیں۔ سوویت یونین میں جائیں۔ حالانکہ ان کی اکثریت وہاں اپنے مشاہدات کو پسند نہیں کرے گی۔ تاہم ان مشاہدات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

Scanned by CamScanner

-15 سوویت جمہوریتوں میں لوگ اب بھی آزاد دنیا کی ضروریات کی اشیاء یعنی صنعتی پیداوار سے پیچھے ہیں لیکن انہوں نے اس ضمن میں بڑے بڑے اقدام کرنے ہیں اور جلد ہی وہ آزاد دنیا کے پہلو بہ پہلو آجائیں گے۔

-جدید زندگی کے چند شعبوں (تعلیم اور ثقافت) میں وہ امریکہ سے بہت آگے ہیں۔ وہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے کئی شعبوں میں بہت زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔

-آج سوویت یونین میں مستحکم اور ترقی پذیر اقتصادی نظام قائم ہے جو عوام یا انفرادی قرضوں سے پاک ہے جہاں افراط زر اور بیروزگاری کا کوئی خدشہ نہیں اور مستقبل میں کساد بازاری کا بھی کوئی خطرہ نہیں۔

-سوویت یونین کے لوگوں نے یہ سب کچھ بغیر اشتہار بازی کے حاصل کیا ہے۔

ان واقعات نے اشتہار بازی کی صنعت سے متعلق سوچنے والے لوگوں کو خوفزدہ کر دیا ہے بلاشبہ انہیں یہ تو خوف نہیں کہ ان کے مالدار بیوپاری گاہک سوشلزم کو پسند کرنے لگیں گے۔ لیکن انہیں اس بات سے ضرور خوف آرہا ہے کہ آج کل متوسط طبقہ کے بہت سے لوگ سوویت روس کی سیر کے لیے جارہے ہیں اور وہ جو خود سوشلزم کی کامیابی اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو انہیں اپنے ہاں اشتہار بازی (ایڈورٹائزنگ) روپیہ اور وقت کا ضیاع معلوم ہوتا ہے اور یوں آزاد دنیا میں اشتہار بازی کی ''ہوا اکھڑ'' رہی ہے۔

ہم اپنے مشاہدات کی چند مثالیں دیتے ہیں۔ سوویت یونین کے کسی علاقے میں جایئے تو آپ کو ''کتنے دام'' پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ معمولی گاؤں سے لیکر بڑے شہر تک قیمتیں یکساں ہیں۔

فرض کیا کہ آپ کسی بچے کو کونے کے سٹور سے روٹی، دودھ کی بوتل اور کورن فلیک خریدنے کے لیے بھیجیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان کے دام کیا ہیں۔ سوویت یونین میں ہر چیز کی قیمت کا آپ کو علم ہوگا کیونکہ سوشلزم میں قیمتیں بڑھتی نہیں اور یہ بات کسی خاص علاقے سے مخصوص نہیں بلکہ تمام ملک میں یہی اصول کارفرما ہے کھانے پینے کی اشیاء کے علاوہ دیگر چیزوں کا بھی یہی حال ہے۔ ٹیکسی کرایہ ٹرام کا ٹکٹ، جوتوں کی مرمت، بال کٹائی غرض تمام ایسے کاموں کی اجرت یکساں ہے۔

-سوویت یونین میں یکساں قیمتوں کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اشتہار بازی نہیں۔ کوئی رعایتی قیمتوں کا موسم نہیں ہوتا۔ کوئی کمیشن نہیں ہوتا۔ کیونکہ کاروبار میں قیمتوں کا اتار چڑھاؤ نہیں ہوسکتا۔

-اس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ اس طرح آپ کا وہ وقت بچ جاتا ہے جو قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کی پریشانی

Scanned by CamScanner

میں صرف ہوتا ہے۔

۔قیمتوں کے بارے میں مسلسل اشتہار بازی کے فقدان سے آپ کے ذہن کو عجیب سکون میسر آئے گا۔

خریداری کا بندوبست

ہم یہ تاثر دینا نہیں چاہتے کہ سوویت یونین میں قطعی طور پر اشتہار بازی ہوتی نہیں لیکن وہ ہماری نسبت سے اتنی کم اور مختلف ہوتی ہے کہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ آج کل وہاں چار قسموں کی اشتہار بازی ہوتی ہے۔

روزگار

سوویت یونین میں سوشلسٹ نظام اتنی تیزی سے ترقی کر رہا ہے کہ وہاں ہر شعبہ میں روزگار کھلے ہیں اس لیے نئی آسامیوں اور روزگاروں کے لیے وہاں کے اخبارات، جرائد اور بورڈوں کے ذریعے اعلان یا اشتہار دیئے جاتے ہیں ہمارے ہاں تو بیروزگار اپنی خدمات کے لیے اخبارات میں اشتہار دیتے ہیں۔ وہاں ایسا نہیں ہوتا۔

تفریح اور کلچر

تھیٹر، فلمیں، موسیقی ہال، کتابوں کی دوکانیں، سوویت یونین کے ہر کونے میں اشتہار دیتی ہیں۔ حالانکہ وہاں خریداری کا مسئلہ نہیں۔ اشتہار بازی سے صرف لوگوں کو نئی فلمیں، نئے ڈرامے، نئی موسیقی اور نئی کتابوں سے مطلع کیا جاتا ہے۔

نئے اقدامات

صارفین کے لیے کوئی نئی چیز تیار کی جاتی ہے تو اس کی اشتہار بازی کی جاتی ہے اس کے لیے دوکانوں کے ''شوکیس''، چھوٹی چھوٹی فلمیں اور کتابچے شائع کیے جاتے ہیں۔

سوشلزم کی ترقی

ان کی تمام تر اشتہار بازی اس بات پر مبنی ہے۔ یہ بیجوں (بلوں) پوسٹروں، جدید نیون لائٹ کے بڑے بڑے بورڈ اور شاندار پریڈوں سے کرتے ہیں۔ عموماً سوشل اشتہار بازی یا تشہیر کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو بتایا جائے کہ سوشلزم میں قومی یا مقامی طور پر کس شعبہ میں کتنی ترقی ہوئی ہے۔ مزید براں اس تشہیر سے

Scanned by CamScanner

جنگ کے خلاف نفرت بھی پھیلائی جاتی ہے اور بتایا جاتا ہے کہ سوشلزم دنیا میں امن اور خوشحالی لانے کا واحد ذریعہ ہے۔

آپ سوال کر سکتے ہیں کہ اسے اشتہار بازی یا ایڈورٹائزنگ کیسے کہا جا سکتا ہے؟ ہم کینیڈا میں اشتہار بازی کو اس سے قطعی مختلف سمجھتے ہیں۔ آپ درست کہتے ہیں۔ دونوں نظاموں میں تشہیر بنیادی طور پر مختلف ہے۔

سوویت یونین میں اشتہار بازی پر جو ہمارے مقابلہ میں قلیل رقم خرچ کی جاتی ہے وہ کاروباری مقابلے میں ضائع نہیں کی جاتی ان کے اشتہار لوگوں کو صرف مختلف اور نئی مصنوعات سے مطلع کرتے ہیں اور پسند یا ناپسند خریدنا یا نہ خریدنا لوگوں پر چھوڑ دیتے ہیں وہ انہیں ایسی مصنوعات کو خریدنے کی زبردستی سے ترغیب نہیں دلاتے۔

اشتہار بازی سوویت یونین میں نجی کاروبار نہیں لہٰذا اس سے کوئی فرد منافع نہیں کما سکتا۔ چونکہ منافع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے اشتہار بازی وہاں صنعت کا درجہ حاصل نہیں کر سکتی۔

آزاد معاشرے اور سوشلسٹ نظام کے درمیان جو جدوجہد جاری ہے اس جدوجہد میں سوویت یونین کے لوگوں کو ہم پر ایک ایسی فوقیت حاصل ہے جسے یہاں پسند نہیں کیا جا سکتا۔ وہ روزانہ لاکھوں ڈالر بچاتے ہیں (جو ہم اشتہار بازی پر صرف کر رہے ہیں) اور اس طرح کئی ہزار تخلیق کاروں کی خدمات حاصل کرتے ہیں کیونکہ اشتہار بازی سے آزادی سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

Scanned by CamScanner

19

صحافت کی آزادی

فرض کیجئے کہ کسی شام معاشرتی تقریب کے بعد آپ کسی مشہور اخبار کے ایڈیٹر سے ملاقات کریں اور آپ ایک دوسرے سے خاصے بے تکلف ہو جائیں اور آپ اس ایڈیٹر سے سوال کریں۔

جہاں تک آپ کی ذات کا تعلق ہے۔ سوشلسٹ دنیا اور ''آزاد دنیا'' کی روزمرہ زندگی کے اختلاف کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔

زیادہ قرین قیاس جواب یہ ہوگا کہ وہ ایڈیٹر صاحب برملا کہیں گے۔ ''ہمارا پریس (اخبارات) آزاد ہیں لیکن ان کے اخبارات آزاد نہیں، ہم جو صحیح سمجھتے ہیں۔ اسے ہی شائع کرتے ہیں لیکن انہیں جو بتایا جاتا ہے وہ شائع کرتے ہیں۔''

حیرت کا کیسا مقام ہے؟

یہی سوال ہم نے دوبار کیا۔ ایک بار کینیڈا کے کثیر الاشاعت روزنامے کے ایڈیٹر اور پھر سوویت یونین کے سب سے بڑے ایڈیٹر سے یہی سوال کیا۔

ان دونوں ایڈیٹروں نے ہمیں ایک جیسا جواب دیا۔

ہم مذاق نہیں کر رہے یہ دونوں فرد ذہین ہیں دونوں نے ایک دوسرے کے اخبارات دیکھے ہیں تاہم ہر ایڈیٹر کا یہ پختہ یقین ہے کہ اس کی دنیا میں لوگ صحیح معنوں میں آزادی صحافت سے محفوظ ہوتے ہیں۔

اگر آپ یہ محسوس کریں کہ یہ عجیب بلکہ حیرت ناک بات ہے تو آپ ٹھیک ہی محسوس کرتے ہیں واقعی بہت ہی اہم بات ہے جب آپ ان دونوں ایڈیٹروں کے یقین کو سمجھ لیں گے، تو موجودہ دنیا کے متعلق آپ کی واقفیت میں وسعت پیدا ہوگی۔ آپ زیادہ وضاحت سے دونوں دنیا کے درمیان جدوجہد کا نقشہ دیکھ سکیں گے یعنی آزادی معاشرے اور سوشلسٹ معاشرے کے درمیان تضاد اور مخاصمت۔

حقیقت یہ ہے کہ دونوں ایڈیٹر اپنے زاویہ نگاہ سے درست ہی کہتے ہیں۔

''یہ کیسا اخبار ہے؟''

جب کینڈین سیاح سوویت یونین پہنچ کر کوئی اخبار اٹھاتا ہے تو وہ اسے تعجب سے دیکھتا ہے۔ جب سوویت لوگ کینیڈا جا کر ان کے اخبار دیکھتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

تو تقریباً یہی تعجب ان کی آنکھوں سے ظاہر ہوتا ہے جب وہ ہمارے کسی بڑے روزنامے کی ورق گردانی کرتے ہیں تو انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آتا۔

ہم نے دونوں فریقوں کے اخبارات کا کئی سال تک مطالعہ کیا ہے اور دونوں قسم کے اخبارات کے قارئین سے اس مسئلہ پر بات چیت کی ہے دونوں کا اہم تقابل ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

-ہمارے ہاں اخبارات اتنے اشتہاروں کو شائع کرنے میں آزاد ہیں جتنا کہ وہ چھاپ سکتے ہوں۔ دوسرے الفاظ میں ہمارے اخباروں کے ناشر اس ذریعہ سے منافع حاصل کرتے ہیں وہ اخبار کی کم قیمت سے منافع حاصل نہیں کر سکتے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے بڑے اخبار مضامین وخبروں کی بجائے زیادہ اشتہارات شائع کرتے ہیں۔

-سوویت یونین میں اخبارات اشتہاروں سے آزاد ہیں۔ وہاں اخبارات عوامی ملکیت ہیں۔ وہ کوئی منافع نہیں کماتے ان پر سرمایہ عوامی روپیہ سے لگایا جاتا ہے۔ نتیجۃً ان کے اخبارات اشتہاروں سے قطعی طور پر آزاد اور چند صفحات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ان میں مضامین اور خبریں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔

-ہمارے اخبارات زیادہ سے زیادہ تعداد میں قارئین حاصل کرنے میں آزاد ہوتے ہیں۔ (تا کہ مالک اشتہار دینے والوں سے زیادہ سے زیادہ روپیہ حاصل کر سکے) اور وہ اپنی اشاعت بڑھانے کے لیے سنسنی خیز باتوں پر مبنی خبریں شائع کرتے ہیں۔ اس لیے قتل، ڈاکہ زنی، جنسی جرائم ''جنسی اپیل'' اور قدرتی تباہی، اقتصادی خوف، جنگ کا اٹل وغیرہ ہمارے اخباروں کی کل کائنات ہوتی ہے اور ہمارے اکثر ایڈیٹر اور قاری یہ سمجھتے ہیں کہ اس قسم کی خبریں ہماری آزاد صحافت کو دلچسپ اور ولولہ انگیز بناتی ہے۔

-چونکہ سوشلسٹ دنیا میں اخبارات کے انفرادی مالک کوئی نہیں ہوتے اس لیے منافع اندوزی کا سوال ہی نہیں۔ چنانچہ ان کے اخبارات کو سنسنی خیز اور ہنگامہ انگیز باتیں لکھ کر قارئین کو متوجہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس لیے آپ ان کے اخبارات میں ایسی خبروں کو نہیں دیکھیں گے۔ کینڈا کے اخبار کے چار صفحوں میں تین صفحات جن خبروں سے پُر ہوتے ہیں اس کے برعکس سوویت کے لوگ ہمارے اخبارات کو دیکھ کر متعجب اور متنفر بھی ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک جنسی بے راہروی کے واقعات، جرائم، دہشت ناک اور سنسنی خیز باتوں سے آزادی صحیح معنوں میں آزاد صحافت کے لیے اشد ضروری ہے اور اس کے ساتھ ہی

Scanned by CamScanner

اخلاقی اور معاشرتی قدروں کے لیے انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔

-آزاد دنیا کے اخبارات (چند مستثنیٰ ہیں) عالمی واقعات بہت کم دیتے ہیں۔شاید انگلینڈ کا ''نیوز آف دی ورلڈ'' بدترین مثال ہے۔اس اخبار کی اشاعت 70 لاکھ ہے جس میں 3/1 حصہ قتل، زنا بالجبر، ڈاکہ زنی، اور 3/1 افواہیں، گپیں۔3/1 حصہ کھیلیں۔ پچاس میں سے ایک حصہ عالمی خبروں پر مبنی ہوتا ہے جب امریکی فوج نے رائن لمائن (جرمنی) میں ہٹلر کی لائن کو عبور کیا (3 مارچ 1945ء) تو شکاگو ٹریبون کے پہلے صفحہ پر یہ سرخی تھی ''بیوی کو قتل کر کے لاش جلادی۔''

-سوویت یونین کے اخبارات عالمی واقعات و حالات پر تفصیل سے خبریں شائع کرتے ہیں ہم کینیڈین ہونے کی حیثیت سے یہ اعتراف کرتے ہوئے شرمندگی محسوس کرتے ہیں کہ عام سوویت شہری جب اپنے کام پر جاتے ہوئے راستہ میں اخبار کا مطالعہ کرتا ہے تو دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کی واضح تصویر اس کے سامنے ہوتی ہے اس کی نسبت عام کینیڈین کو کچھ معلوم نہیں ہوتا۔

-ہمارے اخبارات میں جو کچھ شائع ہوتا ہے اسے ایڈیٹر یا پیشہ ور صحافی مرتب کرتے اور دیکھتے ہیں اور اس سے ہمیں ایک خاص صحافی انداز سے پڑھنے کی خبریں ملتی ہیں اور واقعی مطالعہ کرنے میں آسان ہوتی ہے لیکن ساتھ ہی یہ خبریں، معلومات، تعلیم اور ثقافتی لحاظ سے محدود ہوتی ہیں مزید براں ''اوپر سے'' ہر خبر ہم تک پہنچتی ہے۔

-سوشلسٹ اخبارات میں ان کے اہم مضامین، اخبارات کے عملہ کے باہر ان لوگوں نے لکھے ہوتے ہیں جو اپنے اپنے شعبہ مثلاً سائنس انجینئرنگ، طب، صنعت، کھیتی باڑی، آرٹ، تھیٹر، ادب اور تعلیم میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔اس سے ان کے اخبارات دلچسپ معلومات میں اضافہ کرنے کا باعث ہوتے ہیں۔آج کل سوویت اخبارات کے 50 لاکھ نامہ نگار ہیں۔عام آدمی، عورتیں اور جوان اپنے اپنے علاقہ کے اہم واقعات کی رپورٹیں اخبارات کو بھیجتے ہیں اس طرح ان کی خبریں لوگوں کی عملی زندگی کی عکاسی کرتی ہیں۔

اس تقابل کو جرنلزم کا پروفیسر رد کر دے گا۔اگر وہ واقعی دیانتدار ہے تو وہ غالباً ان الفاظ میں جواب دے گا۔

''ہماری آزاد صحافت میں یقیناً کمزوریاں ہیں۔ بہرحال یہ آزاد ہے اگر آپ اپنا مقامی اخبار پسند نہیں کرتے تو آپ اپنا اخبار شائع کرنے میں آزاد ہیں۔اگر لوگ آپ کے اخبار کو پسند کریں گے تو آپ

Scanned by CamScanner

کامیاب بھی ہو جائیں گے۔"

جب کالج کے نوجوان طلبا ایسے بیانات سنتے ہیں تو آزاد معاشرے کی دنیا کی صحافت کی تائید وحمایت میں ان میں جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ اس ضمن میں چند حقائق ملاحظہ فرمائیں۔

پریس (اخبارات) کے چند حقائق

ہالی ووڈ اور ٹیلی ویژن نے کئی درجن ایسے ڈرامے دیئے ہیں جن میں یہ دکھایا گیا ہے کہ ایڈیٹر بدمعاشوں اور سیاستدانوں کا مقابلہ کرتا ہے جو اسے خریدنا چاہتے ہیں لیکن آج تک آپ نے کوئی ایسا ڈرامہ نہ دیکھا ہوگا جو اُن افراد کے بارے میں ہو جو اخبارات اور نیوز سروسوں کے مالک بن جاتے ہیں۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ دیکھئے جہاں صحافت کی آزادی تمام آزادیوں سے زیادہ ضروری خیال کی جاتی ہے۔

۔"سکرپپلس ہووارڈ" امریکہ کے 23 اخبارات کے مالک ہیں اور ان کی اشاعت لاکھوں تک پہنچتی ہے ان اخبارات کے ایڈیٹر وہی نقطہ نظر پیش کرتے ہیں جو ان کے مالک انہیں بتاتے ہیں۔

۔ہرسٹ خاندان 18 بڑے اخبار اور کئی جریدوں کا ملک ہے ہرسٹ کا ان پر سخت کنٹرول ہے اور مختلف ایڈیٹر از خود کچھ بھی نہیں کرتے ماسوائے اس کے کہ جو انہیں ہدایات ملتی ہیں ان کی نقل کرتے ہیں۔

۔"مک کورمک" پیرسن گروپ کے اتنے اخبارات ہیں جن کی مالیت کا اندازہ دس کروڑ ڈالر لگایا جاتا ہے اور ان کے اخبارات اعتدال پسندی کے خلاف لکھتے ہیں۔

۔گینٹ پگ، 23 روزنامے اور کئی ریڈیو اور ٹیلی ویژن سٹیشنوں کے مالک ہیں ان کا کل سرمایہ وسیع صنعتوں جتنا ہے۔

۔ایڈیٹر اینڈ پبلشر (شمارہ 17 دسمبر 1960ء) کے مطابق امریکہ کے 130 بڑے شہروں کا ایک پبلشر ہے یعنی اخبارات کا صرف ایک ناشر ہے۔ دیگر 30 شہروں میں بھی اخبارات کا ایک دوسرے سے مالی رابطہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ گزشتہ کئی سالوں سے امریکہ اور کینیڈا میں کوئی نیا اخبار شائع نہیں ہوا۔ جہاں تک برطانیہ کا تعلق ہے آپ کو شاید معلوم ہوگا کہ اکتوبر 1960ء میں لارڈ روتھرمیئر نے مشہور "نیوز کرانیکل" کو خریدنے کا فیصلہ کیا ہے۔

Scanned by CamScanner

اسے اخبار خریدنے کی آزادی ہے کیونکہ وہ پچاس لاکھ ڈالر سے زیادہ رقم ادا کر سکتا ہے۔ لارڈ روتھر میئر کا کاروباری رقیب سیل کنگ جو پہلے ہی اتنے اخبارات کا مالک ہے جو کسی امریکی سرمایہ کار کے پاس نہیں اس نے اوڈھمز پریس کا وسیع ترین ادارہ خرید لیا ہے وہ بھی آزادی سے یہ اخبار خرید سکتا تھا کیونکہ وہ 80 لاکھ ڈالر ادا کر سکتا تھا۔

کینیڈا میں اخبارات کی قیمت کم ہوتی ہے لیکن عام صورت حال یہی ہے ہمارے اخبارات کی آزادی کے باوجود اگر آپ لکھ پتی ہیں تو کسی اخبار کو خریدنے یا نیا اخبار نکالنے کی آپ کو آزادی نہیں۔

ہماری آزاد دنیا کے مرکز امریکہ میں کئی بڑے شہروں میں لوگ اخبار کے انتخاب میں بھی آزاد نہیں رہے کیونکہ وہ صرف ایک ہی اخبار خرید سکتے ہیں (یا دو اخبار، لیکن ان کا مالک ایک ہی ہوتا ہے) اور یہی رجحان کینیڈا میں پیدا ہو رہا ہے۔

بہرحال یہ پوری حقیقت نہیں۔ اگر آپ آزاد دنیا میں اخبار نکالنا چاہتے ہیں تو آپ کو خبریں خریدنا ہوں گی۔ امریکہ میں دو نیوز سروسوں میں سے ایک کا انتخاب آزادی سے کر سکتے ہیں۔

-امریکہ کے 1700 اخبارات کی تقریباً تمام خبریں صرف ایک ذریعہ سے آتی ہیں یہ ذریعہ ایسوسی ایٹڈ پریس ہے جس کے مالک سرمایہ داروں کا ایک گروہ ہے اور اس گروہ کا سربراہ نیویارک ٹائمنر کا مالک ہے۔

-دوسری نیوز سروس ''یونائیٹڈ پریس انٹرنیشنل'' ہے یہ ادارہ خبروں کے علاوہ مضامین ہزاروں اخبارات کو بہم پہنچاتا ہے۔

-امریکہ میں بے شمار ''آزاد'' چھوٹے ہفت روزہ رسائل کا جہاں تک تعلق ہے ان میں مقامی چند خبروں کے علاوہ ''اشاعت کیلئے تیار'' مضامین شائع ہوتے ہیں اور انہیں ویسٹرن نیوز پیپر یونین کا واحد مالک جان پیری تیار کرواتا ہے۔

-اس ضمن میں کینیڈا میں ہم زیادہ خوش قسمت واقع نہیں ہوئے۔ ہمارے ہاں ملکی نیوز سروس (کینیڈین پریس) موجود ہے لیکن تقریباً تمام عالمی خبریں، غیر ملکی ایڈیٹروں کی تیار کردہ ملتی ہیں اور یہ ایڈیٹر امریکہ میں ہوتے ہیں۔

اس کے باوجود ہمارے اخبارات ہمیں دیانتداری سے خبریں بہم پہنچانے کا فرض بجا نہیں لاتے؟

TURZAN LIBRARY
توورزن خانکوی کتابتون
Scanned by CamScanner

آزادی اخبارات کے تین نمونے

آزاد دنیا کا کوئی بھی اخبار نویس آپ کو حیران کن مثالیں دے گا۔ ہم ذیل میں جو مثالیں دے رہے ہیں وہ اس لیے منتخب کی ہیں کہ ان میں اخبارات کی آزادی کے مختلف پہلو ظاہر ہوتے ہیں۔

1۔ کیوبا پر جارحانہ حملہ

اپریل 1960ء میں آزاد دنیا کے اکثر اخباروں نے کیوبا میں کاسترو کے خلاف بغاوت کی سنسنی خیز خبریں شائع کیں۔ وہ اسی وقت امریکہ کا بدنام اور ناکام کیوبا پر جارحانہ حملہ 24 گھنٹوں کے بعد یہ معلوم ہوگیا کہ امریکی نیوز سروسوں نے خبریں خود گھڑی تھیں ان میں صداقت نام کو نہ تھی اس پر ایڈیٹروں کو بڑا طیش آیا لیکن کیا انہوں نے کوئی شکایت کی؟ انہیں معلوم تھا کہ وہ اپنے اخبارات میں جھوٹ اور افترا شائع کررہے ہیں کیونکہ کئی اخباری نامہ نگار کاسترو کی زبردست حمایت کی خبریں بھیج چکے تھے۔ آزاد دنیا کے ایڈیٹر اپنے اخبارات سے ایسی جھوٹی خبر کو نکالنے میں آزاد نہیں جو طاقتور اجارہ داروں کی نیوز سروس نے دی ہو۔

2 پسٹرناک کی سیکرٹری

1960ء کی ابتداء میں ہمارے اخبارات نے مشہور روسی مصنف بورس پسٹرناک مرحوم (جس کے ناول ڈاکٹر زیواگو پر سوویت روس میں سخت نکتہ چینی کی گئی تھی) کی سیکرٹری اولگا اونیسکایا کے بارے میں کہانیاں شائع کرنا شروع کیں۔ اخبارات کے ایڈیٹر یہ کہتے تھے کہ اس عورت کو پوشیدہ طور پر قید کر رکھا ہے کیونکہ وہ پسٹرناک کی وفادار تھی، حالانکہ بڑی نیوز سروس والے حقیقت جانتے تھے کہ اونیسکا پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا اور وہ مجرم ثابت ہوئی تھی اس کا جرم یہ تھا کہ اس نے مرحوم پسٹرناک کی رائلٹی کی بہت بڑی رقم کو خرد برد کیا جو پسٹرناک کی بیوہ کے لیے مخصوص تھی۔

3 ورگا اور فارچون

جب امریکن بڑے کاروباری افراد کا جریدہ ''فارچون'' جس کا مالک لوک ہے اور جو لائف اور ٹائم میگزین میں شائع کرتا ہے اس نے سوویت کے مشہور ماہر اقتصادیات یوجین ورگا سے ایک مضمون کی فرمائش کی اور جب انہیں مضمون ملا تو مصنف کی اجازت کے بغیر مضمون کے وہ حصے حذف کردیئے جو نفس مضمون کے

Scanned by CamScanner

لیے بنیادی حیثیت رکھتے تھے یوں فارچون کے لکھ پتی قارئین کو بھی معلوم نہیں ہوسکا کہ مضمون میں کیا کمی ہے اور ورگا نے ان کے لیے کیا لکھا تھا اور پھر اس پر ورگا کے پرزور احتجاج کا بھی ان قارئین کو علم نہیں ہوا۔ اخبارات کی آزادی، اہم ایڈیٹروں کے حلقے میں ایسی بددیانتی سے اپنے قارئین کی ذہنی تطہیر کی جاتی ہے۔

دو ممالک۔ دو آزادیاں

شاید آپ کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ دو ایڈیٹر ایک سوویت یونین میں اور دوسرا کینیڈا میں اپنے ہاں کے انداز زندگی میں آزادی صحافت کا دعویٰ کرتا ہے ان دونوں کے متضاد نقطہ نظر کو وضاحت سے پیش کیا جاتا ہے۔

ہماری آزاد دنیا میں تمام بڑے اخبارات، سرمایہ دار ناشروں کی ملکیت ہیں جن کا واحد مقصد منافع حاصل کرنا ہے جو خبروں کے انتخاب اور اپنے قارئین کو متاثر کرتے ہیں ان کے دو مقاصد ہوتے ہیں وہ اپنے اشتہار دینے والوں کی مدد یوں کرتے ہیں کہ ان کی اشیاء زیادہ سے زیادہ تعداد میں فروخت ہوں۔ اس کے ساتھ وہ ہر ممکن طریقے سے آزاد معاشرے میں منافع اندوزی کے نظام میں عام لوگوں کا یقین پختہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس کارروائی میں وہ چونکہ آزاد ہیں اس لیے ہمارے اخبارات کے مالک اور ان کے ایڈیٹر آزاد صحافت کا یہی مطلب لیتے ہیں۔

سوشلسٹ دنیا میں ہر چھوٹا بڑا اخبار پڑھنے والوں کی ملکیت ہوتا ہے ان کے ایڈیٹروں کے پیش نظر دو بڑے مقاصد ہوتے ہیں خبروں اور اداریوں میں وہ اپنی پوری صلاحیت صرف کرتے ہیں تاکہ ان کے قاری کو معلوم ہو کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے اور اس کے علاوہ عوامی ملکیت کے نظام سوشلزم وہ لوگوں کی کوشش میں اضافہ کرنے کی سعی کرتے ہیں ان کے نزدیک ان دو معاشرتی مقاصد کے حصول لیے کام کرنے کی آزادی ہی اصل آزاد صحافت ہے۔

یہ تو ہے اصول اب عملی پہلو کیا ہے؟ آپ کینیڈا اور امریکہ کے اخبارات تو روزانہ ہی دیکھتے ہیں لیکن بہت کم لوگ ہماری اس آزاد دنیا میں خصوصیت سے ایڈیٹر صاحبان جو اکثر سوشلسٹ اخبارات کو برا بھلا کہتے ہیں سوویت اخبارات کے بارے میں ذیل کے حقائق جانتے ہیں ان حقائق کی جانچ پڑتال ہر شخص خود سوویت روس جا کر کرسکتا ہے جیسا کہ ہم نے خود کی ہے۔

1- سوویت روس کے لوگوں کے پڑھنے کے لیے متعدد اخبارات ہیں مثلاً سٹالن گراڈ جیسے شہر میں ایک بڑا

Scanned by CamScanner

اخبار ہے لیکن فیکٹری مزدور 75 اخبارات شائع کرتے ہیں ان میں چھ روزنامے اور باقی ہفتے میں دو یا تین بار شائع ہوتے ہیں ہر اخبار دوسرے سے مختلف ہوتا ہے اور جو موقع پر تیار کیا جاتا ہے۔

2-مغربی ایڈیٹروں کے یقین کے برعکس سوویت یونین میں 9550 اخبارات شائع ہوتے ہیں اور ان کے قارئین کی تعداد 7 کروڑ ہے ان میں اکثر اخبار اپنے مضامین وخبروں کی وجہ سے بڑی جلدی فروخت ہوجاتے ہیں۔

3-خاص قومی اخبار ٹروڈ (محنت) ہے جو ٹریڈ یونینوں کی ملکیت ہے اس اخبار کے 2000 مزدور نامہ نگار ہیں جو ملک کے ہر حصے ہر فیکٹری یا تعمیری کاموں کے متعلق خبریں ارسال کرتے ہیں یہ مزدور نامہ نگاروں کا اپنا اخبار بھی ہے جس کا یہ مخصوص کام ہے کہ وہ ان نوآموز نامہ نگاروں کو لکھنے کی تربیت دے تاکہ وہ ماہر اخبار نویس بن سکیں۔

4-ایڈیٹر کی ڈاک۔ایڈیٹر کے نام خطوط کی تعداد حیران کن ہے سٹالن گراڈ کے ایک روزنامے میں 50 سے 100 خطوط روزانہ وصول ہوتے ہیں اور ''ٹروڈ'' جیسے قومی روزنامے میں 500 خطوط قارئین روزانہ بھیجتے ہیں اور اصول یہ کارفرما ہے کہ ہر خط کا جواب پانچ دنوں کے اندر اندر شائع ہونا چاہیے۔

5-ہم نے دیکھا اکثر خطوط تنقید یا تجاویز کے حامل ہوتے ہیں کئی معاملات پر قارئین کے خطوط کی نشان دہی پر اخبار کے رپورٹر موقع پر جاکر جانچ پڑتال کرتے ہیں سوویت اقتصادی منصوبہ کے بارے میں قارئین کے خطوط جن میں تجاویز تھیں ایسے خطوط 3 لاکھ کی تعداد میں شائع ہوئے۔

یہ حقائق ''آزاد دنیا'' کے ایڈیٹروں کے لیے خاص وقعت نہیں رکھتے وہ کہیں گے ''کیا یہ درست نہیں کہ کوئی بھی سوویت اخبار سرمایہ داری کے حق میں نہیں لکھ سکتا''؟

اس ضمن میں ہم صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ مغربی دنیا میں آزاد صحافت ہونے کے باوجود کوئی اخبار سوشلزم کی حمایت میں نہیں لکھتا بلکہ اس کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔

اس کا جواب شاید آپ کو پسند نہ آئے بہرحال اگر آپ سوویت اخبارات کی آزادی کو سمجھنا چاہتے ہیں تو یہ ایک بنیادی بات ہے سوویت لوگ سرمایہ دارانہ نظام کو جانتے ہیں کیونکہ اس صدی کی ابتداء میں وہاں ایسا ہی نظام رائج تھا انہوں نے اسے ختم کردیا آج وہ اس نظام کو اقتصادی اور سیاسی لحاظ سے ایک بیماری سمجھتے ہیں ان کا خیال ہے کہ جس طرح ماضی کے مہلک ترین بیماریاں مثلاً ہیضہ، ٹائیفائڈ اور طاؤن کے حق میں

Scanned by CamScanner

لکھنے کی کسی کو آزادی نہیں دی جاسکتی۔ اس طرح سرمایہ داری جو سب سے زیادہ مہلک بیماری ہے اس کی تعریف میں لکھنے کی آزادی نہیں دی جاسکتی۔

Khan Shaheed Library

Scanned by CamScanner

20

بے تحاشہ آبادی سے آزادی

ہر ایک منٹ میں دنیا کی آبادی میں 60 افراد کا اضافہ ہو رہا ہے اس ہفتے آبادی میں چھ لاکھ کا اضافہ ہوا ہے۔

آپ نے ''آبادی کے سیلاب'' کے بارے میں پڑھا ہوگا تمام دنیا میں بچوں کی موت کی شرح کم ہو رہی ہے لوگوں کی عمریں زیادہ ہوگئی ہیں چند ملکوں میں تو آبادی حد سے زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔

ماہرین کا خیال ہے کہ چند صدیوں بعد کرۂ ارض کے ہر مربع گز پر پانچ لوگ ہوں گے۔ اس لیے اناج پیدا کرنے کے لیے ایک انچ زمین نہ ہوگی کھڑا ہونے کے لیے جگہ نہ رہے گی۔ اب ہم اس مسئلہ کے سیاق و سباق کر لیتے ہیں۔

- آبادی کا سیلاب دراصل 200 سال پہلے شروع ہوا جب یورپ میں ترقی کا آغاز ہوا۔
- ہر سال لاکھوں آدمی جو بھوک یا امراض سے مر جاتے تھے اب ان کی زندگی محفوظ ہوگئی ہے۔
- آج طبی سائنس ایشیاء، افریقہ اور جنوبی امریکہ کے پسماندہ ملکوں میں بھی شرح اموات کو بڑی تیزی سے کم کر رہی ہے جہاں لوگ فاقوں کے کنارے زندگی گزار رہے ہیں۔
- ہر ہفتے نئے 6 لاکھ نفوس کو خوراک مہیا کرنا ہوتی ہے آئندہ دس سال میں 30 کروڑ نفوس کا اضافہ ہوگا۔

آبادی کے اس بے تحاشہ اضافے سے آخر کیا ہونے والا ہے ماہرین تو دہشت ناک پیش گوئیاں کرتے ہیں۔

- چند سائنسدانوں کا انتباہ ملاحظہ فرمائیے

برطانوی ایسوسی ایشن برائے ترقی سائنس کے صدر ڈاکٹر اے. ہل نے اپنے ہمعصر سائنسدانوں کو بتایا کہ شاید انہوں نے ان لوگوں کی زندگیاں بچا کر غلطی کی ہے جو اب آبادی میں اضافے کا باعث بنے ہیں کم ترین انسانوں (بے شک برطانوی لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں) کو اگر طبعی موت مرنے دیا جاتا تو بہتر ہوتا۔

سر چارلس جی ڈارون (مشہور عالم ڈاران کے پوتے) جب بھی اس موضوع پر بولتے ہیں تو انہیں بے انتہا پبلسٹی ملتی ہے بلکہ وہ لوگوں کو بتاتے ہیں کہ انہیں متوقع ایٹمی جنگ سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

Scanned by CamScanner

ہم خرگوشوں کی مانند شرح پیدائش کو برقرار رکھتے ہوئے ہم خود ہی اپنے آپ کو ختم کر دیں گے۔

تھامس مالتھس نے 1798ء میں جب اس نے اپنا نظریہ آبادی دریافت کیا تھا تو یہ کہا جنگوں میں قتل عام، طاعون، قحط سے زیادہ آبادی کے خاتمے کے بعد ہی بنی نوع انسان باقی رہ سکتی ہے اور اس لیے تعلیم یافتہ اونچے درجے کے لوگ عوام کو اس تباہی سے محفوظ رکھنے کے لیے کچھ نہ کرنا چاہیے۔

کینڈا کے اپنے مالتھس ڈاکٹر بروک کش ہوم جو عالمی صحت کے سابق سربراہ بھی ہیں فرماتے ہیں، تین میں سے جو دو بچے آج کل پیدا ہو رہے ہیں وہ اپنی ساری زندگی بھوکے رہیں گے۔ بنی نوع انسان کو ایٹمی بموں سے خطرہ نہیں اصل خطرہ اس آبادی کے بم'' سے ہے۔ ورلڈ بنک کے صدر یوجین اربلیک ان سب سے زیادہ سخت واقع ہوئے ہیں۔ انہوں نے مجلس اقوام متحدہ (24 اپریل 1961ء) میں تقریر کرتے ہوئے کہا آبادی میں اضافہ ہماری ان تمام کوششوں پر پانی پھیر رہی ہے جو ہم مفلس ملکوں کے معیار زندگی کو بلند کرنے کے لیے کر رہے ہیں اس لیے ہمیں ایشیاء اور مشرق وسطیٰ کی اقتصادی ترقی کے منصوبوں کو ترک کر دینا چاہیے۔

یہ بلیک کا پیغام آزادی ہے۔

مختلف دنیا اور مختلف سائنس

سوویت یونین میں لوگ ان سائنسدانوں کے نظریات کو درست تسلیم نہیں کرتے۔

-سوویت سائنسدانوں کے ہلی ڈارون، کش ہوم کے زاویہ نگاہ کو غلط سمجھتے ہیں اور وہ مصر ہیں کہ کرہ ارض پر بے تحاشہ آبادی نہیں ہوگی۔

-مغربی ایڈیٹر اور چند سائنسدان دیدہ دانستہ لوگوں کو آبادی کے مسئلہ پر گمراہ کرتے ہیں۔ خصوصیت سے پسماندہ ممالک کے لوگوں کو فریب دیتے ہیں۔

اس موضوع پر سوویت سائنسدان ڈاکٹر سٹانسلوڈ مسٹرو میلین نے سوویت میگزین ''نیو ٹائم'' میں تفصیل سے لکھا۔ جگہ کی کمی کی وجہ سے ہم مختصر بیان کرتے ہیں۔

نظریات اور لوگ

ہم انسان، خرگوش یا برساتی مینڈک نہیں۔ ہم انسانی معاشرے میں رہتے ہیں اور انسانوں کے لیے سائنٹفک نظریات تمام ممالک کے لیے یکساں نہیں ہوتے۔

Scanned by CamScanner

مثال:۔ برطانوی سامراجی نظام کے تحت ہندوستان سے دوسو سال تک دولت لوٹتے رہے ہیں اس سے برطانوی لوگ اچھی خوراک کھاتے تھے (3900) کیلوریز جس سے ان کی طبعی عمر میں اضافہ ہوا) اوسطاً 70 سال تک ان کی عمر تھی لیکن ہندوستانی مفلس رہے وہ فاقہ زدہ (یا 190 کیلوریز یومیہ) اور ان کی اوسطاً زندگی 32 سال تھی۔

نظام میں تبدیلی:۔

روس بھی ہندوستان کی مانند مفلس تھا وہاں بھی اوسط عمر 32 سال تھی جب انہوں نے سرمایہ پرست نظام کی جگہ سوشلسٹ نظام اپنایا تو ان کی عمر میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوا اب برطانوی لوگوں جتنی عمر یعنی 70 سال ہے اور یہ برابر ترقی کر رہا ہے یہ سائنٹفک حقائق ہیں یہ پروپیگنڈا نہیں یہ حقائق ہماری آزاد دنیا کے سیاستدانوں اور ایڈیٹروں کو پریشان کرتے ہیں۔

مالتھس اور مارکس:۔

آج سے 150 سال پہلے مالتھس نے اپنے نظریہ کی رو سے کہا تھا کہ برطانیہ میں آبادی میں جس رفتار سے اضافہ ہو رہا ہے 1950ء میں برطانیہ کی آبادی ایک ارب ہو جائے گی حالانکہ وہ قحط، طاعون یا جنگ میں ختم نہیں ہوئے پھر بھی ان کی کل آبادی 5 کروڑ تک ہوئی اس لیے مالتھس کا نظریہ آبادی حماقت آمیز ثابت ہوا۔

کارل مارکس، جو سائنٹفک سوشلزم کے بانی ہیں انہوں نے ایک سو سال پہلے نیا ہی نظریہ دریافت کیا حالانکہ مغرب میں مارکس کا نام لینا ہی خطرے سے خالی نہیں۔ لیکن اس نظریہ کو لوگ زیادہ سے زیادہ تعداد میں سمجھنے لگے ہیں

-مارکس نے بتایا کہ مفلس آدمیوں کے کنبے بڑے ہوتے ہیں جب معیار زندگی بہتر ہوگا تو لوگوں کی عمر میں اضافہ ہوگا اور کم بچے مریں گے اس طرح کنبے چھوٹے ہوتے جائیں گے۔

-مارکس کے نظریات سوشلزم ہی پر منطبق نہیں ہوتے بلکہ سرمایہ پرست ممالک اور کینیڈا، امریکہ اور برطانیہ میں بھی ہو رہے ہیں بہتر معاوضہ حاصل کرنے والے مزدور اور اچھی آمدنی والے متوسط طبقہ کے اوسطاً چھوٹے کنبے ہوتے ہیں سوویت یونین میں "آبادی کے بے قابو" ہونے کا کوئی خوف نہیں کیونکہ:

-چالیس سال پہلے جب ان کا نیا نظام شروع ہوا بچہ جننے والی عورتیں (15 سے 24 سال عمر) کی تعداد

Scanned by CamScanner

دو کروڑ چالیس لاکھ سے پانچ کروڑ بیس لاکھ ہوگئی ہے۔

-چونکہ ان کے معیار زندگی میں ترقی ہوئی بچوں کی پیدائش ''فی کس'' کم ہوئی ہے سوشلزم سے پہلے 100 عورتوں کے اوسطاً 22 بچے ہوتے تھے۔اب 100 عورتیں صرف 10 بچے پیدا کرتی ہیں۔

-اگر آپ ان کی مجموعی آبادی کو لیں تو فی ہزار میں 50 بچے کی بجائے 25 بچے فی ہزار ہیں۔

اکثر لوگ جانتے ہیں کہ گذشتہ چند سالوں میں سوویت یونین کی آبادی میں اضافہ ہوا ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کے ہاں بچوں کی پیدائش کی شرح کم ہے تو آبادی میں کیسے اضافہ ہوا۔اس کا جواب یہ ہے کہ جدید طب اور بہتر غذا سے بچوں کی اموات میں حیرت انگیز کمی ہوئی ہے اور اس تناسب سے بڑے لوگوں کی عمر میں اضافہ ہوا ہے اس لیے ان کی کل آبادی میں اضافہ ہوا ہے۔

لیکن یہ اضافہ خطرناک نہیں وہ آبادی کے سیلاب تک نہیں پہنچے کیونکہ:

-معیار زندگی میں ترقی اور بہتر طبی امداد سے عمر میں خاصا اضافہ ہوا ہے۔

-لیکن بچہ پیدا کرنے کے سالوں میں اضافہ نہیں ہوا ہے یہاں ان لوگوں (مرد و عورتوں) کی تعداد بہت زیادہ ہے جو بچے پیدا نہیں کر سکتے۔

-دیگر الفاظ میں تہذیب کے ارتقا کے ساتھ ساتھ فی ہزار کم تعداد میں بچے پیدا ہوں گے۔

بعینہٖ مارکس نے بھی یہی کہا تھا کہ آبادی کے سیلاب کی بجائے آبادی کی رفتار کم ہو جائے گی اور ایسا وقت بھی آ سکتا ہے کہ رفتار بند ہی ہو جائے۔

ایک صدی سے زائد عمر

سوویت یونین کے بعض علاقوں میں آپ کو اکثر لوگ ملیں گے جو ایک صدی عمر گزار کر دوسری صدی میں قدم رکھ چکے ہیں خصوصاً کاکیشیا کے پہاڑوں پر 660 لوگ ایسے ہیں جن کی عمر ایک سو بیس سال سے تجاوز کر گئی ہے بیس ہزار افراد کی عمر سو سال سے زائد ہے سوویت ڈاکٹروں نے ان معمر لوگوں کا طبی معائنہ اور جائزہ لگا کر یہ امید ظاہر کی ہے کہ عام انسان ایک سو پچاس سال تک عمر پا سکتا ہے۔

600000 افراد کا اضافہ ہر ہفتہ ہو رہا ہے اور یہ سب 150 سال تک زندہ رہیں گے یہ دیکھ کر مالتھس تو اپنی قبر میں تلملا جائے گا لیکن اس حساب سے ہم اس کرہ ارض پر ایک دوسرے کے سر پر کھڑے ہونگے۔

لیکن ہم مارکس کے نظریہ کو بھول رہے ہیں اس نظریہ کی صداقت عملی طور پر سوویت یونین میں ہو رہی ہے

Scanned by CamScanner

لوگوں کی عمریں زیادہ ہوں گی اتنی ہی شرح پیدائش میں کمی ہوگی۔ (یہ تناسب بالکل درست ہے) لیکن زیادہ عمر کے مرد اور عورتیں بچے پیدا نہیں کر سکتے اور یہ بھی ذہن نشین رکھیے کہ آدمی ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر لاکھوں کروڑوں 75 سال تک زندہ رہتے ہیں یا زیادہ تعداد 150 سال تک عمر پائے گا تو سب نے کہا ہے لہٰذا ایک ایسا مقام آ جائے گا جب بوڑھے آدمیوں کی سالانہ طبعی موت کی شرح بچوں کی سالانہ پیدائش کے برابر ہو جائے گی۔

مارکس نے کہا تھا کہ تمام ترقی یافتہ ملکوں میں ایسا ہونا ناگزیر ہے سائنس کی ترقی سے ہماری شرح اموات میں کمی ہوئی ہے اس لیے جوں جوں تہذیب ترقی کرے گی توں توں ہماری شرح پیدائش میں کمی ہوگی اور آخر میں آبادی میں اضافہ بند ہو جائے گا۔

ڈاکٹر سترومیلین اس نتیجے پر اپنے ملک (سوویت یونین) کی آبادی دیکھ کر پہنچے ہیں جب ان کے ملک میں آج سے کہیں زیادہ آبادی ہوگی جب سالانہ تقریباً بیس لاکھ بچے پیدا ہوں گے۔ جب یہ وقت آئے گا تو ایک سو پچاس سال عمر پانے والے تیس لاکھ لوگ سالانہ طبعی موت مریں گے اس طرح موت اور پیدائش میں توازن پیدا ہوگا۔

چھوٹے کنبے کیوں!

آپ جانتے ہیں کہ جب آبادی کے بے قابو سیلاب'' کا ذکر ہوتا ہے تو اس سیلاب کا خطرہ پسماندہ ممالک میں مفلس لوگوں میں شرح پیدائش سے لاحق ہوتا ہے حالانکہ ان کے بچوں کی اکثریت مر جاتی ہے البتہ اگر ڈاکٹر (علاج کی ترقی) اور کسان (اناج کی پیداوار) سے ان بچوں کو زندہ رکھنے میں کامیاب ہو جائیں گے تو پھر دنیا آبادی کے سیلاب سے ختم ہو سکتی ہے۔

مارکس کا نظریہ درست ہو تو ڈاکٹر اور کسان ایسا نہیں کر سکتے اور سوویت سائنسدان کہتے ہیں کہ سوویت روس میں مارکس کا نظریہ یا قانون آبادی بالکل درست ثابت ہوا ہے سوشلزم کی ترقی کے ساتھ وہاں یہ ہو رہا ہے۔

-نوجوان اعلیٰ تعلیم کی طرف راغب ہیں وہ جلد شادی نہیں کرتے۔

-مغربی ممالک کا علم الجسم نے والدین کو خاندانی منصوبہ بندی کا راستہ دکھایا ہے۔

-سوویت یونین میں ضبط تولید کا پراپیگنڈا نہیں کرتے (حقیقت یہ ہے کہ وہاں اب بھی زیادہ بچوں والی

Scanned by CamScanner

ماؤں کوانعام دیا جاتا ہے) لیکن جب والدین زیادہ تعلیم یافتہ ہورہے ہیں وہ چھوٹا کنبہ پسند کرتے ہیں۔ اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ ترقی پذیر ممالک کے لوگ سوویت کے سائنٹفک نظریہ سے کتنے متاثر ہورہے ہیں پسماندہ ممالک کے لوگوں کو ضبط تولید کے سستے آلات، ادویات اپنے ملک میں فروخت کرنے کی تعلیم نہیں دی جاتی۔ بلکہ انہیں اس بات کا پختہ یقین ہوجاتا ہے کہ انہیں اپنی آبادی کا مسئلہ صرف ایک صورت میں حل ہوسکتا ہے کہ وہ معیار زندگی کو اتنا بلند کریں جو ترقی یافتہ ملکوں جتنا ہو۔

کروڑوں کیلئے کھانا

آپ ڈاکٹر چش ہوم کے اس مقولہ کے متعلق پوچھ سکتے ہیں کہ ''دنیا کے دو تہائی بچے فاقہ کشی کی زندگی گزاریں گے'' فرض کرو کہ سوویت سائنسدان درست کہتے ہوں ہم خرگوشوں کی مانند افزائش نسل نہیں کرسکتے پھر بھی مستقبل قریب میں کرہ ارض پر کروڑوں نفوس کا اضافہ ہوگا اور یہاں نئے آنے والوں کے کھانے کا کیا بندوبست ہوگا۔

آپ کے لیے شاید یہ کوئی پریشان کن بات نہ ہو لیکن بنی نوع انسان کی اکثریت کے لیے یہ انتہائی دہشت ناک بات ہے چش ہوم ڈارون اور بلیک جیسے مغربی سائنسدان اپنے بیانات سے ان کے اذہان کو کیسے سکون ملتا ہے۔

-سب سے پہلی اہم بات یہ ہے کہ ہمارا یہ کرہ ارض 33 کروڑ ایکڑ اراضی ہے اس میں صرف 3 کروڑ ایکڑ زمین پر کاشت ہوتی ہے باقی 30 کروڑ ایکڑوں میں زیادہ ایسی زمین ہے جس پر کاشت ہوسکتی ہے۔

-اس وقت سوویت یونین کی سائنس، زمین کی پیداوار میں دو سے تین گنا اضافہ کررہی ہے اس دوران میں اس میں غذائیت کے اجزا کو بہتر بنارہی ہے۔

-دنیا میں زیر کاشت اراضی کی اکثریت پر اب بھی پرانے طریقے سے کاشت ہوتی ہے اس سے بہت کم فصل ہوتی ہے اگر جدید طریقے استعمال کئے جائیں تو پیداوار میں بہت اضافہ ہوسکتا ہے۔

-آج لاکھوں آدمی فاقہ کشی سے مررہے ہیں یہ المناک صورت حال ایک طریقے ہی سے بدل سکتی ہے کہ پسماندہ اقوام کو ترقی یافتہ اقوام بنایا جائے۔

زندہ رہنے کی آزادی

سوویت یونین کس ملک میں زائد آبادی کو ختم کرنے کے لیے اپنی فوج نہیں بھیجتی نہ ہی ایسی دکانیں کھولتی

Scanned by CamScanner

ہے جس پر ضبط تولید کی اشیاء سستے داموں فروخت ہوتی ہیں تا کہ آبادی میں اضافہ رک جائے۔ ہمیشہ سوویت یونین ترقی پذیر ممالک میں اپنے ماہرین بھیجتی ہے یہ ماہرین لوگوں کو جدید علاج معالجے کے طریقے، نیز کھیتی باڑی اور کارآمد صنعتیں نصب کرنے کے طریقے بتاتے ہیں تا کہ لوگوں کو بہتر خوراک بہتر لباس اور بہتر مکانات مل سکیں۔

''بنی نوع انسان کو بے تحاشہ آبادی سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ معاملہ مقدار کے تناسب سے بہتر اور ترقی یافتہ ہوسکتا ہے اور بہتری اور ترقی کی کوئی حدود مقرر نہیں کی جاسکتیں۔

Khan Shaheed Library

Scanned by CamScanner

آخری بات

آزادی وطن کے حصول کے لیے جو قافلہ نکلا وہ بہت طویل تھا اس قافلے کے بے شمار افراد راستے ہی میں شہید ہو گئے اور جب منزل آزادی پر قافلہ پہنچا تو ان میں کئی افراد ایسے بھی تھے جنہوں نے اپنے آپ کو گم کردہ راہ سمجھا کیونکہ اس منزل کے بعد بھی زندگی اجتماعی اور قومی زندگی میں کوئی نمایاں فرق نہیں تھا۔

ایسے افراد جنہوں نے غیر ملکی اقتدار کے خلاف طویل جدوجہد کی تھی جنہوں نے تشدد اور جیلوں کی مشکلات کا سامنا کیا تھا وہ یوں محسوس کرنے لگے کہ قافلہء آزادی کی منزل مبہم تھی وہ جو چاہتے تھے واقعات و حالات نے اسے غلط ثابت کر دیا ان میں جو پرخلوص افراد تھے انہوں نے آزادی کے بعد کی زندگی میں اپنے آپ کو مدغم کرنے سے اجتناب کیا ان کے پیش نظر سب سے بڑا سوال یہ پیدا ہوا کہ آخری آزادی ہے کیا؟

آزادی ملک کے بعد جو طبقہ آسودہ زندگی سے ہمکنار رہا ان کے نزدیک یہی آزادی ہے لیکن ملک کی اکثریت آسودہ زندگی سے اس طرح محروم رہی جیسے انگریزوں کے دور اقتدار میں تھی قافلہ آزادی میں شریک لوگ تو ایسی آزادی کے متمنی تھے جس میں لوگوں کی اکثریت کی خزاں زدہ زندگی میں بہار آئے لیکن آزادی کی موجودہ منزل تو ایک سراب ثابت ہوئی، کم از کم ان لوگوں کے لیے قطعی طور پر سراب ہے جنہوں نے مفلسی، ناداری، جہالت اور ماحول کے قہر میں آنکھیں کھولیں اور اس قہر آلود زندگی سے انہیں صرف موت ہی نجات دلا سکتی ہے۔

قافلہ آزادی کے پرخلوص افراد کے لیے یہ سب سے بڑا مسئلہ تھا انہیں یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے ان کی زندگی کی تمام تگ و دو اور جدوجہد بےکار گئی ہے۔

اس قافلہ آزادی کا ایک فرد جس نے بلوچستان کی پہاڑیوں میں جنم لیا 1930ء میں قافلہ آزادی میں شامل ہوا شمولیت کے ساتھ ہی انگریز حاکموں نے انہیں ایک سال کے لیے جیل بھجوا دیا۔

ان کا جرم یہ تھا کہ انہوں نے بلوچستان میں پہلی سیاسی جماعت ''انجمن وطن'' کی بنیاد رکھی انجمن وطن کا مقصد بلوچستان کے لوگوں کی معاشرتی اور معاشی پسماندگی کو دور کرنا تھا غیر ملکی حکمران کوئی ایسا اقدام جس سے زیر اقتدار لوگوں میں شعور پیدا ہو سکتا ہو اسے سختی سے کچلنے کی کوشش کرتے تھے چنانچہ قید کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ جب تک انگریز ملک پر حکمران ہے کسی قسم کے سیاسی اور فلاحی پروگرام پر عمل نہیں ہو سکتا ہے۔

Scanned by CamScanner

بلوچستان کا یہ فرزند
عبدالصمد خان اچکزئی کے نام سے مشہور ہے
قافلہ آزادی کے دیگر رہنماؤں کی طرح انہیں بار بار جیل جانا پڑا۔ 1933ء میں دوسری بار گرفتار ہوئے اس مرتبہ ڈھائی سال جیل کی چار دیواری میں رہنا پڑا۔
قیام پاکستان کے بعد بھی عبدالصمد اچکزئی ان سیاسی رہنماؤں میں سے تھے جو آزادی کے بعد حالات سے مطمئن نہ تھے چنانچہ اس وجہ سے انہیں پھر جیل میں جانا پڑا آخر میں مارشل لاء کے نفاذ کے بعد 19 اکتوبر 1958ء کو گرفتار کیا گیا اور بلوچستان سے پنجاب کی جیلوں میں منتقل کر دیئے گئے۔
اس مرتبہ انہیں دس سال تک قید رہنا پڑا یہ سیاسی رہنما اس بزرگ نسل سے تعلق رکھتے ہیں جن کے ہاں سہل انگاری گناہ ہے وہ زندگی کے ہر لمحہ کو انفرادی اور اجتماعی جدوجہد سمجھتے ہیں۔
قید کے طویل دس سال کے دوران انہوں نے بی اے کا امتحان دیا انہوں نے کل آٹھ امتحان دیئے پہلے ادیب پشتو پھر عالم پشتو پھر فارسی کے تینوں امتحان میٹرک کیا، پھر ایف اے، بی اے انگریزی میں پاس کیا پچاس سال کی عمر میں تعلیم کے حصول کی لگن بہت کم دیکھنے یا سننے میں آتی ہے۔
قید کے آخری ایام میں انہیں ''فیوچر آف فریڈم'' مصنف چارلٹ اور ڈائی سن کارٹر کے پڑھنے کا اتفاق ہوا وہ کتاب کے بارے میں اپنے تاثرات ان الفاظ میں ادا کرتے ہیں۔
''مجھے کینڈا کے اس مشہور ادیب میاں بیوی چارلٹ اور ڈائی سن کارٹر کی تصنیف فیوچر آف فریڈم ملی۔ جب میں انسان کی سب سے پہلی ضرورت ''آزادی'' سے محروم تھا یعنی اپنی جائے پیدائش سے دور اور پنجاب کی جیلوں میں قید کاٹ رہا تھا''۔
''آزادی کا مستقبل'' نام ہی سے متاثر ہوا جب میں نے کتاب کا مطالعہ کیا تو مجھے پہلی مرتبہ سوشلسٹ نظام میں زندگی سے تعارف حاصل ہوا حالانکہ اس سے پہلے سوشلزم کے بارے میں کئی دوستوں سے بحث و مباحثہ ہو چکا تھا، لیکن برصغیر کا کوئی سوشلسٹ مجھے سوشلزم کے متعلق ایسی باتیں نہ بتا سکا تھا۔
اس کتاب کا پہلا تاثر یہ تھا کہ لوگ سوشلزم کے بارے میں مبہم خیالات رکھتے ہیں جو اس کے مطالعہ سے دور ہو سکتے ہیں اس لیے میں نے اپنے ہم وطنوں کے لیے اسے اردو میں ترجمہ کرنے کا فیصلہ کیا حالانکہ اردو میری مادری زبان نہیں اور نہ ہی میں ادیب ہوں لیکن اس کتاب کے سچے تاثر نے مجھے ترجمہ پر اکسایا

Scanned by CamScanner

اور میں نے اس کا ترجمہ کرنا شروع کر دیا۔

مجھے امید ہے کہ اس کتاب کے ترجمہ سے میرے ہم وطنوں کے اذہان میں جو آزادی اور سوشلزم کے بارے میں انتشار موجود ہے وہ ایک حد تک دور ہو جائے گا۔

''آزادی'' ایک ایسا لفظ ہے جس کے معنی اور مطلب ہر طبقہ اور فرد اپنے زاویہ نگاہ سے نکالتا ہے ایک بے روزگار، ایک مفلس کے لیے ''آزادی'' کا صرف ایک ہی مطلب ہے کہ اسے روزگار ملے اور مفلسی کی بے بسی سے نجات ملے لیکن ایک اور صاحب املاک ایک دانشور کے نزدیک آزادی کا مطلب اس کی املاک میں اضافہ کے ذرائع پر کسی قسم کی پابندی نہ ہو۔ دانشور کو مال و دولت کے علاوہ معاشرے میں عزت کا مقام حاصل ہو۔

انفرادی آزادی کے اس زاویہ کے بعد قومی اور ملکی آزادی لیجئے اس کے مطلب میں بھی تضاد ہے تو آزاد ملک جنہیں اب ترقی پذیر ممالک کے نام سے پکارا جاتا ہے ان کے برسر اقتدار طبقہ کے نزدیک آزادی کا مطلب یہ ہے کہ وہ صنعت کاری کے لیے مالدار ممالک سے قرض یا امداد لے اور ایسے طبقہ کو مستحکم کرے جو ملک کی معاشیات پر مکمل گرفت رکھ سکے ایسے ممالک میں مفلس، بے روزگار اور مزدور لوگوں کے نزدیک آزادی کے معنی ان کی معاشی حالت میں نمایاں بہتری ہے۔ ان ممالک میں تیسرا گروہ بھی موجود ہے جسے عام طور پر سیاستدان کہتے ہیں ان کے نزدیک آزادی کا مطلب نئی سیاسی پارٹیوں اور گروہ کی تشکیل کی آزادی ہو۔ عوام کی نمائندگی کا دعویٰ کرنیکی آزادی ہو اور برسر اقتدار طبقہ سے مفاہمت کرنے اور اقتدار میں حصہ لینے کی آزادی ہو۔

آزادی کے ان متضاد معنی کے پس منظر میں ملکی اور بین الاقوامی سطح پر سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی جدوجہد جاری ہے یہ جدوجہد اتنی ہمہ گیر صورت اختیار کر چکی ہے کہ اس سے کوئی شخص بھی بالواسطہ یا براہ راست متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

''آزادی کا افق'' اس جدوجہد کا پس منظر اور موجودہ کشمکش کو ظاہر کرتی ہے۔ ''آزادی'' کو خواہ کوئی معنی پہنائے جائیں بنی نوع انسان کی اکثریت، آزادی کو جس عملی صورت میں دیکھنا چاہتی ہے بالآخر وہی معنی ساری دنیا تسلیم کرے گی۔

''آزادی کا افق'' کا بنیادی نظریہ سوشلسٹ ممالک اور مغربی ممالک میں آزادی کا جو مفہوم لیا جاتا ہے

Scanned by CamScanner

اسے تقابل کے ساتھ پیش کرنا ہے قابل مصنفین نے آزاد نیا (مغربی ممالک) اور موشلسٹ دنیا سوویت روس کا موازنہ، آزادی کے زاویہ نگاہ سے کیا ہے کیونکہ دونوں عالمی فریق یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے ہاں حقیقی معنوں میں آزادی موجود ہے ان دعوؤں کی کیا حقیقت ہے اور پھر سب سے اہم کہ کسی کا دعویٰ صداقت پر مبنی ہے۔!

اس سوال کا جواب آپ سے اور آپ کی آئندہ نسل سے براہ راست تعلق رکھتا ہے کیونکہ زندگی کے اجتماعی زاویے بڑی تیزی سے یکسر بدل رہے ہیں انسان جو پہلے معاشرے کو اپنے تابع سمجھتا تھا اور اس کا یہ خیال تھا کہ وہ معاشرے کو نظر انداز کر کے بھی زندہ رہ سکتا ہے یہ خیال باطل ہو چکا ہے۔

تہذیب کی ابتداء سے بنی نوع انسان کی جدوجہد ایک محور پر جاری ہے کہ انسان اپنے گردو پیش کے حالات یا قدرتی تباہ کاریوں مثلاً سیلاب، طوفان، خشک سالی پر قابو پا سکے، تا کہ اسے زندہ رہنے میں یہ قدرتی تباہ کاریاں رکاوٹ نہ ڈال سکیں۔ اور انسان نے ہزاروں سال کی مسلسل جدوجہد کے بعد ایسا مقام حاصل کیا کہ اب اس کے انداز زندگی پر قدرتی حادثے اثر انداز نہیں ہو سکتے۔

انسان کی اس کامیابی اور فتح میں اجتماعی کوششوں یا معاشرتی زندگی کا بڑا دخل ہے قدرتی آفات پر انسان مل جل کر کامیاب ہو سکا وہ قدرتی حادثات سے آزاد ہو تو ہو گیا لیکن اس کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ وہ جس چیز کا بانی تھا اب وہ خود ہی اس کا شکار ہو کر رہ گیا ہے۔

معاشرہ کچھ ایسے ٹیڑھے میڑھے خطوط پر استوار ہوا کہ اس میں قدرتی آفات سے آزادی اکثریت کے لیے غلامی بن گئی اقلیت نے معاشرے کو اپنی گرفت میں لے لیا اور آج یہ گرفت معاشرے کی اکثریت کو معنوی لحاظ سے کچل رہی ہے۔

یہ غلامی اس وقت محسوس کی جا سکتی ہے جب اپنے ہاتھ سے روزی کمانے والے شخص کو ضروریات زندگی میسر نہ ہوں اس کی محنت، جان لیوا محنت بھی اس کے لیے آسودہ زندگی کا سامان مہیا نہ کر سکے۔

اولاد کی تعلیم، علاج معالجے کے لیے اسے ایسی غلامی یا مجبوری کا احساس ہو جس کا وہ اظہار نہیں کر سکتا۔ اعلیٰ تعلیم اس کی دسترس سے دور، بیماری کی حالت میں بہتر علاج یعنی (مہنگا علاج) بھی اس کی پہنچ سے دور ہے دونوں چیزوں کی موجودگی میں جب وہ انہیں حاصل نہیں کر پاتا تو اسے احساس ہوتا ہے کہ وہ آزاد نہیں ہے حتیٰ کہ جب اسے روزگار سے جواب مل جائے تو اس سے روزی کمانے کی آزادی بھی

Scanned by CamScanner

چھن جاتی ہے۔

اب یہ باتیں نظریات کے دائرے میں نہیں آتیں کہ ان پر فلسفیانہ بحث ہو بلکہ یہ زندگی کے حقائق ہیں ان تلخ حقائق کو شہریوں کی اکثریت غیر شعوری طور پر محسوس کر رہی ہے لیکن شعور ان حقائق کو اپنے احاطہء فکر میں لینے سے قاصر ہے۔

''آزادی کا افق'' غیر شعوری محسوسات کو شعوری طور پر ان مسائل کو سمجھنے کا ایک ذریعہ ہے جو ہماری انفرادی اور ملکی زندگی کے مستقبل سے براہ راست تعلق رکھتا ہے امید ہے کہ اس کتاب کو توجہ سے پڑھا جائے گا بلکہ دوسروں کو اس کے مطالعہ کی ترغیب دی جائے گی۔ ترغیب اس لیے کہ آج کل ہمارے ہاں زندگی کی پریشانیوں سے تنگ لوگ ذہنی تفریح کے دلدادہ ہیں۔ سنجیدہ کتابیں پڑھنے کا شوق تقریباً ختم ہو چکا ہے ہم جس نہج پر تفریح کے خواہاں ہیں وہ فرار ہے اور فرار زندگی کی ہر سطح پر بہت زیادہ قیمت وصول کرتا ہے آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ فراریت کا یہ رجحان ہمارے کلچر اور معاشرے سے اتنی قیمت وصول کر رہا ہے کہ حساس لوگوں کے ذہن میں صرف ایک بے آواز چیخ ابھر کر رہ جاتی ہے۔

عبدالرؤف ملک:

پبلشر اشاعت اول

Scanned by CamScanner

تین ''ز''

زن۔زر۔زمین

ہمارے ہاں کہاوت مشہور ہے کہ زن، زر اور زمین ہی ہر قسم کے فساد بلکہ جنگ کی جڑ ہے اس کہاوت کی صداقت کو ہر زمانے میں تسلیم کیا گیا ہے آپ نے ''آزادی کے افق'' میں زر اور زمین کے بارے میں پڑھ لیا ہے اور آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کہاوت کے دو اجزاء فی زمانہ چند ممالک میں غلط ثابت ہوئے ہیں اور خواہش پیدا ہونا قدرتی بات ہے کہ کہاوت تیسری جزو یعنی زن کے متعلق کیا رائے ہے۔

-زن:۔جس کے کئی روپ ہیں ان روپوں کو مختلف زمانوں میں مختلف معنی پہنائے گئے لیکن آج اس کہاوت کا یہ جزو بھی غلط ثابت ہو چکا ہے۔

-زن:۔فساد کی وجہ نہیں بلکہ اسے وجہ بنانے کے دیگر اسباب ہیں جو عام طور پر نظر سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ یہ اسباب کیا ہیں؟ اور پھر زن سے متعلق گناہ کے فکر و عمل کی بنیاد کیا ہے؟ معاشرے میں عورت کو گناہ کا منبع اور وسیلہ کیوں بنایا گیا! ان کے جوابات اسی مصنف کی کتاب ''گناہ اور سائنس'' میں بڑی تفصیل سے ملتے ہیں۔ سائنس کے اس زمانے میں جہاں بیسیوں قدیم تصورات و نظریات غلط ثابت ہوئے ہیں اسی طرح گناہ کا تصور بھی موجودہ حقائق کے الٹ ثابت ہو رہا ہے۔ میری رائے میں آپ اس کتاب کا مطالعہ کر لیجئے۔

Khan Shaheed Library

Scanned by CamScanner

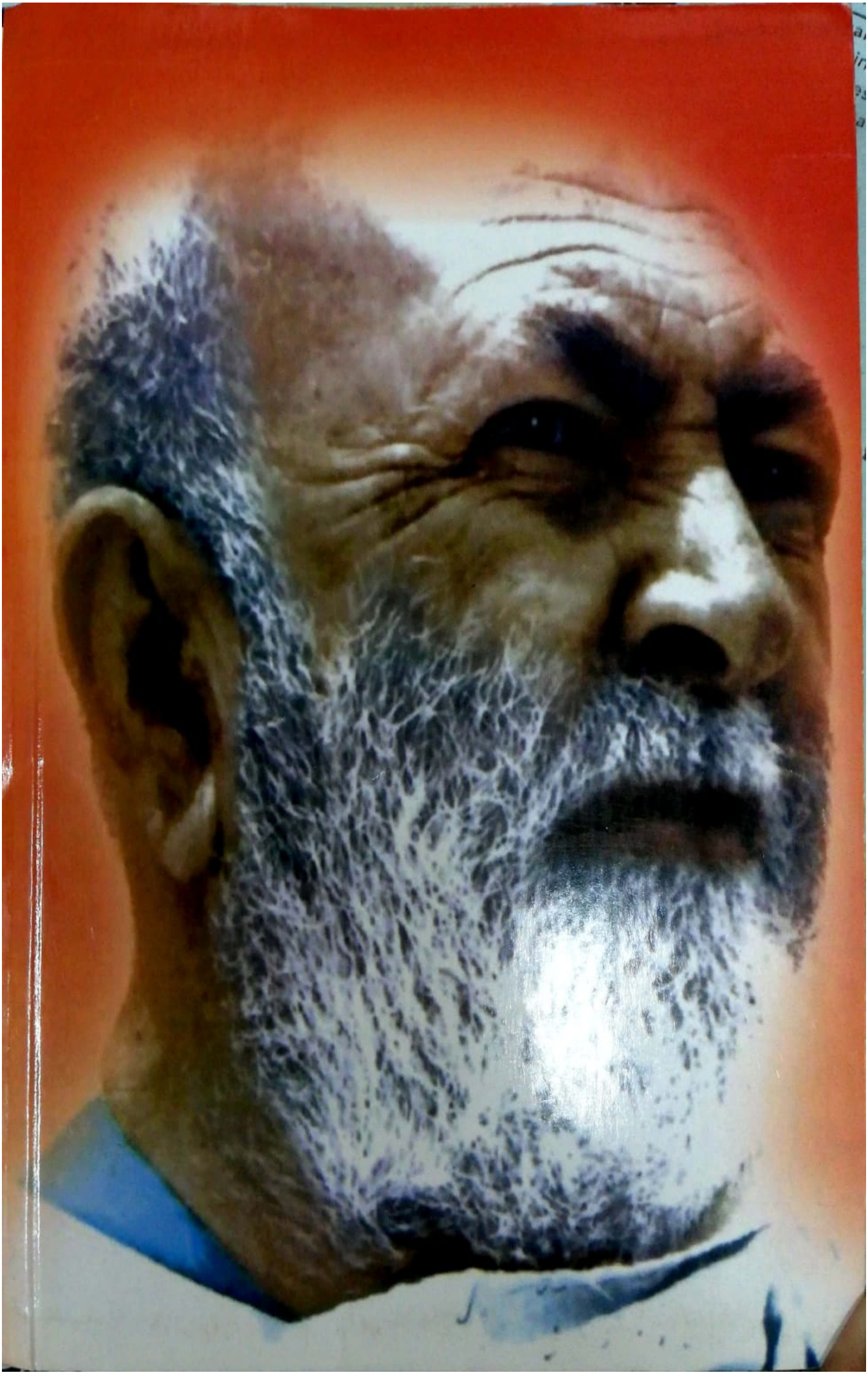

Scanned by CamScanner